

٧٨٦
هو
١١



چوں کرد صرفِ راہِ تو لذتِ حیاتِ خویش
یعقوب را بعشقِ تو صرفی شدہ است نام

الحمد للہ والمنۃ

کہ دریں زمانِ سعادت اقتران مجموعۂ غزلیات و رباعیات و متفرقات

المسمّٰی بہ

دیوانِ صرفی

مِن تصنیفِ

جامع الکمالاتِ الصوری والمعنوی امامِ اعظمِ ثانی الملقب بحضرت ایشان والمخاطب
بہ شیخ یعقوبِ الصرفیؒ العاصمیِ الحنفیِؒ الکشمیری قدس سرہ العزیز

باہتمامِ

میر حبیب اللہ کاملی متولی و سجادہ نشین ابقاع علیہ عالیہ کملیہ در مطبع بروکانز پریس
سرینگر در ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حامداً و مصلیاً

اما بعد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس کے فضل و کرم سے کتاب مستطاب **دیوان صرفی** من تصنیف جامع الکمالات الصوری والمعنوی مظہر اسرار ربانی، مفخر ارباب حقانی امام اعظم ثانی الملقب بہ حضرت ایشان و المخاطب بہ شیخ یعقوب صرفی العاصمی الحنفی الکشمیری قدس اللہ سرہ العزیز، طبع ہوسکی۔ یہ اُمنگ میرے اور تمام اہل ذوق کے دلوں میں بہت مدت سے موجزن تھی لیکن حکومت جموں و کشمیر کی مسلسل یقین دہانیوں کی وجہ سے کہ وہ اس نادر کتاب کی طباعت اپنے اخراجات سے انصرام دے گی۔ یہ خواب آج تک مرہون تعبیر نہ ہوسکا۔ آخر میں نے مجبور ہو کر اپنی ذاتی لاگت سے اس کتاب کی طباعت کا بیڑا اُٹھانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس عزم کو عملی جامہ پہناؤں، اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر جموں و کشمیر نے جو اکثر اس قسم کی بے بہا تصنیفات کی سرپرستی کرتے ہیں مجھے جزوی طور مالی امداد عطا کیا اور میں اس قابل ہوا کہ کتاب مذکور کی مطبوعہ کاپیاں شائقین کی خدمت میں پیش کرسکوں۔ یہاں پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ دیباچہ میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اکیڈمی پر اُن کے لئے کوئی ذمہ واری عاید نہیں ہوتی۔

حضرت صرفی قدس اللہ سرہ کی ولادت باسعادت سنہ ۹۲۸ھ مطابق سنہ ۱۵۲۱ء

سرینگر میں ہوئی آپ کا تاریخ ولادت "شیخ حی" کے الفاظ سے اخذ ہوتا ہے۔ آپ خاندانی لحاظ سے امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند عاصم کی اولاد سے ہیں۔ اور اسی نسبت سے آپ عاصمی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کا نام میر حسن گنائی بن میر علی بن میر بایزید تھا۔ گنائی عالم و فاضل شخص کو کہتے ہیں۔ چونکہ آپ کا خاندان علم و فضل کے لحاظ سے ہمیشہ ممتاز رہا ہے۔ اس لئے آپ گنائی کے لقب سے مشہور ہوئے

آپ کے نسب اور خاندان کا تذکرہ شائق نے اپنی تاریخ میں ان اشعار میں کیا ہے۔

زاسفاد عاصم کہ آں نیک خو — بُدہ ابن فاروق اعظم نکو
گنائی لقب داشت ابن عاصمی — گشتہ دہ خاندانش در محترمی
گنائی است دانا بہ عرف دیار — بہ عثمان گنائی شد او یار غمار
ز کشمیر مثلش کسے برنخواست — ز وصفش مقصر فہوم رسا است

آپ نے ۷۰ سال کی عمر پاکر ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۳ء جہان فانی کو الوداع کہا۔ آپ کے خلیفہ نامدار حضرت خواجہ حبیب اللہ نوشہری قدس سرہ نے آپ کا تاریخ وفات ان اشعار میں کہا ہے۔

گفت جتی بہ سال تاریخش — پنج و ہفتاد سالہ آں شہ
ہست فخر الانام تاریخش — گر نہ باشد ز بندہ تو بخش

ایضاً

بہر تاریخ نقل رہبر دین — اول و آخر چراغ ببیں

ایک اور تاریخ "افضل افاضل" ہے۔ راقم الحروف نے بھی آپ کے تاریخ وصال کے متعلق طبع آزمائی کی ہے۔ اور یہ تاریخ سورہ قل ھو اللہ کے حروف سے مرتب کیا ہے۔

آپ کی سوانح عمری تمام مورخوں نے تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہے۔ ان

سب کا اتفاق ہے کہ آپ نے ۷ سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ کر لیا۔ اور اس کے ساتھ ہی علوم عقلی و نقلی حاصل کرنے میں مصروف ہوئے۔ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے۔ آپ کی عمر شریف صرف آٹھ سال کی تھی جب آپ نے فارسی زبان میں شعر کہنا شروع کیا۔ چنانچہ مغازی النبی میں آپ فرماتے ہیں۔ ؎

چو در سال ہشتم نہادم قدم   ز طبعم رواں گشت شعر عجم

اوایل میں آپ کے والد بزرگوار جو خود بھی ایک بلند پایہ فاضل تھے، آپ کے اشعار کی اصلاح کیا کرتے۔ جیسا کہ آپ نے خود فرمایا ہے ؎

پدر کردے اصلاح اشعارِ من   دراں کار بودے مددگارِ من

آپ نے بہت سارے اساتذہ سے جو اس وقت کی فاضل ترین ہستیوں میں شمار ہوتے تھے تحصیل علوم کیا۔ ان میں خصوصاً مُلّا آنی کا اسم گرامی جو مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہٗ کے شاگرد رشید تھے، قابل ذکر ہے۔ مُلّا آنی سیالکوٹ سے کشمیر تشریف لائے تھے۔ اور یہاں ہی اُنہوں نے اخیر عمر تک قیام فرمایا اور بالآخر مقبرۂ شیخ بہاء الدین گنج بخش قدس اللہ سرہٗ میں آسودہ ہوئے۔ مُلّا آنی نے حضرتِ صرفی کے غیر معمولی فہم و ادراک، فصاحت و بلاغت اور سخن گوئی کا جائزہ لیکر اس بات کی پیشین گوئی کی تھی کہ آپ ایک دن شعر و سخن میں مولانا جامی کا جیسا رتبہ حاصل کر کے جامی ثانی کے لقب سے مشہور ہو جائیں گے حق تو یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی بالکل دُرست ثابت ہوئی۔ چنانچہ آپ نے خود بھی اپنے اشعار میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

بعد خسرو بود جامی بلبل باغ سخن
کیست جز صرفی کنوں آں مرغ خوشخواں را عوض

مولانا آنی کے علاوہ آپ نے کئی اور فضلا سے بھی استفادہ کیا۔ ان میں مُلّا حافظ البصیر جنہ بونی بھی جو علوم عقلی و نقلی میں یگانہ روزگار تھے، شامل ہیں۔ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کا رجحان ابتداء سے علوم باطنی کے حاصل کرنے کی طرف

تھا۔ اسی غرض سے آپ کچھ عرصہ کے لئے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز کے خانقاہ فیض پناہ واقع سرینگر میں معتکف ہوئے اور وہاں آپ کو حضرت امیر کبیر قدس اللہ سرہ العزیز خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا "ترا بمخدوم اعلم سپردم" یہ بشارت ملتے ہی آپ سیالکوٹ، لاہور، اور کابل سے ہوتے ہوئے خوارزم پہنچے اور وہاں اپنے آپ کو مخدوم اعلم شیخ کمال الدین حسین خوارزمی کی خدمت میں پیش کیا۔ اس زمانے میں مخدوم اعلم سلسلہ کبرویہ کی بزرگ ترین ہستیوں میں محسوب ہوتے تھے۔ اور اُن کا سلسلہ ارشاد چار پانچ واسطوں سے حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہ کے ساتھ وابستہ تھا۔ مخدوم اعلم نے آپ کو مطبخ کے لئے لکڑی لانے اور چلہ نشینوں اور معتکفوں کے متوضّا کو پاک کرنے کا کام تفویض فرمایا۔ آپ نے یہ فرائض نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیئے اور اپنے مرشد کی خوشنودی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کو مخدوم اعلم نے خطِ ارشاد عطا فرمایا اور آپ اپنے وطن کو واپس تشریف لائے۔

وطن میں اقامت کرنے کے کچھ سال بعد آپ کے دل میں اپنے مرشد بزرگوار کی قدمبوسی کی آرزو پھر موجزن ہوئی۔ اور آپ دوسری مرتبہ خوارزم تشریف لے گئے۔ وہاں سے رخصت پاکر آپ نے مشہد، بغداد، ختلان، مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے قیام فرمایا۔ مکّہ معظمہ میں آپ کی ملاقات شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئی۔ جو اُس زمانے میں فاضل ترین محدّث تسلیم کئے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کو حدیث کی اجازت اور سند عطا فرمائی۔ حج کے دوران آپ حضرت شیخ سلیم چشتی فتح پوری کے ساتھ بھی ملاقی ہوئے اور ان کے ساتھ آپ کا رشتہ محبت و مودت و عقیدت اس قدر مستحکم ہوا کہ دونوں بزرگوں نے آپس میں تبادلہ ارشادات کیا۔ شیخ سلیم نے آپ سے سلسلہ کبرویہ اور آپ نے اُن سے سلسلہ چشتیہ کا خطِ ارشاد حاصل کیا۔ اس کے علاوہ ہندوستان پہنچ کر آپ نے بہت سے شہروں خصوصاً۔ احمد آباد، سورت وغیرہ کی سیاحت کی اور بہت سے

بزرگانِ دین کے ساتھ ملاقات کی اور ان سے فیوض باطنی حاصل کئے۔ جس کی طرف آپ نے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے ؎

احمد آباد و بہر گوشہ نگارے دیگر | نتواں یافت بایں حسن دیارے دیگر
کار ایں خلق ہمہ عاشقی و معشوقی است | کس دریں شہر ندیدم بکارے دیگر
گرچہ ایں شہر پُر از ماہوشاں است ولے | جز ابوالفتح نخواہیم نگارے دیگر
گرچہ فارغ از یاریم آں بے پروا | حاش للّٰہ کہ شوم مائل یارے دیگر

احمد آباد است ہر سو نازنیناں فوج فوج | بیدلاں افتادہ در دنبال ایشاں فوج فوج
گر دریں شہر نماند دل بجا عیبم مکن | دل رُبایاں بیں بہر جانب خراماں فوج فوج

اس سلسلہ میں یہ بیان کرنا بہت ضروری ہے کہ منجملۂ دوسرے بزرگانِ دین کے حضرت امامِ ربانی مجددِ الف ثانی قدس اللہ سرہٗ کو بھی آپ سے بہت عقیدت تھی اور انھوں نے آپ سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور آپ نے انہیں سلسلۂ کبرویہ کے اجازات اور خطِ ارشاد عطا فرمایا۔

سفر بیت اللہ کے دوران آپ نے بہت سارے تبرکات مختلف مقامات سے حاصل کئے۔ اور انہیں اپنے ہمراہ کشمیر لائے۔ ان میں سے خصوصاً جبۂ شریف امام اعظم رضؓ عصای شریف حضرت امام موسیٰ علی رضاؓ۔ اور حضرت سلطان بایزید بسطامی رضؓ کی کلاہ مبارک قابلِ ذکر ہیں۔

ختلان میں جو موجودہ تاجکستان کا ایک حصہ ہے، آپ نے تین مہینے سے زیادہ عرصے کے لئے جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی قدس اللہ سرہٗ کے روضۂ متبرکہ میں قیام فرمایا۔ جیساکہ آپ نے خود فرمایا ہے ؎

مشرف شدہ ایں فقیرِ حقیر
بہ طوفِ مزارِ امیرِ کبیر

آپ نے ۲۵ سال کی عمر میں نکاح کیا۔ اور آپ کا ایک فرزند محمد یوسف نامی

تو لڑکا عہد شباب میں ہی رحلت کر گیا۔

آپ کی تصانیف کی صحیح تفصیل اور تعداد معلوم نہیں ہو سکی اور نہ ہی یہ سب کے سب اس وقت دستیاب ہو سکتے ہیں۔ بہرحال مندرجہ ذیل تصانیف بہت مشہور ہیں ۔ (۱) تفسیر قرانِ مجید، یہ تفسیر مکمل نہیں ہو سکی۔ (۲) تقریظ کتابِ سواطع الالہام مصنفِ فیضی، (۳) پنج گنج، جس میں مسلکُ الاخیار، وامق عذرا، لیلےٰ مجنون، مخازن النبیؐ اور مقاماتِ مرشد شامل ہیں۔ یہ پانچ کتابیں خمسہ نظامی و جامی کی متابعت میں لکھی گئی ہیں (۴) مناسکِ حج (۵) شرح صحیح بخاری (۶) حاشیہ کتابِ توضیح وتلویح (۷) کنزالجواہر (۸) رسالہ اذکار۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک دیوانِ قصائد۔ نعتیات۔ مناقب اور رباعیات لکھے ہیں۔ جن میں سے اکثر اہلِ ذوق نے حفظ کئے ہیں۔

مُلّا عبدالقادر بدایونیؒ جو حضرت صرفیؒ کے ہمعصر تھے ان کو اس زمانے کی ممتاز ترین ہستی تصوّر کرتے تھے۔ مُلّا بدایونیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت صرفی تمام علوم، تفسیر قرآن و حدیث اور تصوّف میں مسلّم طور یگانۂ روزگار تھے۔ بدایونیؒ کا کہنا ہے کہ ہمایوں اور اکبر دونوں کو شیخ صرفیؒ سے پوری عقیدت تھی اور ان کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ جب مُلّا بدایونیؒ کو حضرتِ صرفی کے وصال کی خبر ملی تو انہوں نے فی البدیہہ یہ رباعی کہی۔

یاراں ہمہ رفتند و رہِ کعبہ گرفتند ۔۔۔ ما مستِ قدم بردرِ خمار بماندیم
از نکتۂ مقصود نشد فہم حدیثے ۔۔۔ لا دین و لا دنیا بے کار بماندیم

مُلّا محسن فانیؒ مصنفِ دبستانِ مذاہب جس کا ترجمہ تقریباً تمام زبانوں میں ہو چکا ہے۔ رقمطراز ہے کہ حضرتِ صرفی قدس سرہٗ اپنے وقت کے تمام اولیاء کے مقتدا تھے۔

بہرکیف تمام بزرگانِ دین، مؤرخاں اور فضلاء متفق الرائے ہیں کہ حضرت صرفیؒ کے پایہ کا دوسرا فاضل جسے اُن کی طرح علوم ظاہری و باطنی میں یدِ طولیٰ حاصل ہو آج تک سرزمین کشمیر میں پیدا نہیں ہوا، اور اسی مناسبت سے آپ جامع الکمالات صوری و المعنوی کے نام نامی سے مشہور ہوئے۔ حدیث، فقہ، منطق بانی تعمیہ تعریفات وغیرہ وغیرہ میں اپنی مثال آپ تھے۔ رسالہ اذکار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ

معرفت الٰہی کا ایک سرچشمہ تھے۔ اگرچہ آپ دنیا کی آوارہ گیوں سے بہت دُور رہتے تھے اور فقر کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے تاہم بڑے بڑے سلاطین اور حکمرانوں کو آپ کا غایت درجہ احترام تھا اور وہ آپ کے نصایح پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ زیارت بیت اللہ سے واپسی پر جب آپ کو معلوم ہوا کہ کشمیر میں یعقوب چک اور اس کے کارپردازوں نے لوگوں کا قافیہ تنگ کیا تھا اور ان کا زندہ رہنا محال بنایا تھا تو آپ ایک وفد لے کر جس میں سلطان العارفین حضرت شیخ حمزہ مخدوم کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز کے خلیفہ خاص حضرت بابا داؤد خاکی قدس سرہ، اور دوسرے اُمراء شامل تھے۔ دہلی میں شہنشاہِ اکبر سے ملے اور اُس کو اپنے افواج کشمیر بھیجکر حکومت چک کا قلع قمع کرنے پر رضامند کیا۔

حضرت صرفی رح کے تصنیفات پر میرے محترم دوست محمد طیب صدیقی نے اپنی کتاب رشحاتِ صرفی رح میں تفصیل کے ساتھ تقریظ لکھی ہے، اوزان کے بہت سے غزلیات اور دوسرے منظومات کا موازنہ متقدمین کے ساتھ کیا ہے۔ اس لئے یہاں پر ان کے کلام کا نمونہ تبرکاً پیش کیا جاتا ہے۔

ذیل کی رباعی آپ کے ابتدائی تصانیف میں سے ہے ؎

ای رخ مہ طلعتاں آئینہ روی توام
میل خوباں در ہوای روی نیکوی توام
گر ببویم عنبر سارا، وگر مشک ختن
در دماغ جاں نمے آید مگر بوئے توام

یہ تو ابتداء تھی، بعد کا کلام اسی قدر شیریں و برجستہ و فصیح اور بلند پایہ ہے کہ اس کی مثال حضرت صرفی رح کے بعد کسی دوسرے مُصنّف کے کلام میں نظر نہیں آتی۔ ملاحظہ ہو ؎

گر بکویش بگذری پا ہی ز سر باید کرد
قصّہ کوتاہ ز سر خودش گذر باید کرد

مشکن ای غم دل ما را و مبین کاں دل کیست
دل ما ہست ولے بین کہ در و منزل کیست

در صد ہزار آئینہ یک رو است جلوہ گر
در ہر چہ بینیم آں رخ نیکوست جلوہ گر
خلقے ز ہر طرف شدہ سرگشتہ بہر دوست
دیں طرفہ تر کہ دوست بہر سوست جلوہ گر

بخدا از تو رسیدم نہ زجائے دیگر
بخدائے کہ جز او نیست خدائے دیگر

غم دریں شہر از برای جستجوی من رسید | جستہ جستہ آخر از ہر سو بسوئی من رسید

بر گلوی خشک من بنہاد تیغ آبدار | باز آب رفتہ ای صرفی بجوی من رسید

ہلالِ عید مگو بر فلک ہویدا شُد | کلید نے کدہ گم گشتہ بود پیدا شد

وے سخن گو آں دہاں تنگ در گلزار بُود | غنچہ را چرا سنئے آں مانعِ گفتار بود

بہر حال تاریخ گواہ ہے کہ دسویں صدی ہجری میں اور اُس کے بعد حضرت صرفی کے پایہ کا متصوف، مفسر، فقیہ، سخنور، مفکر اور فاضل آج تک پیدا نہیں ہوا۔ آپ کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ اس زمانے میں آپ خود اپنی مثال ہیں چنانچہ اپنے فرزند کو علوم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کے لئے قابل اُستاد کی تلاش کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بے تامل بگو بہمت سختی | در دو عالم کجا است ہیچو منے

آپ اپنے تمام اقران سے علوم عقلی و نقلی میں اس قدر سبقت لے گئے کہ آپ جامع الکمالات صوری و معنوی کے القاب سے مشہور ہوئے اور علماء فضلا اور مشائخ وقت نے متفق طور آپ کو امام اعظم ثانی تسلیم کیا یہی وجہ ہے کہ آج کے دن تک آپ کی زیارت پر ہر سال حضرت امام اعظم کا عرس مبارک منایا جاتا ہے اور اس تقریب پر ختم خوانی اور مولود خوانی میں تمام اہل اعتقاد شریک ہوتے ہیں۔

حضرت صرفیؒ کا اسمِ گرامی سوائے چند ایک لکھے پڑھے اور خواندہ اشخاص کے کسی کو معلوم نہیں۔ اور عام لوگ اُن کو ایشان صاحب کے نام سے ہی یاد کرتے ہیں۔ یہ لقب اس قدر مشہور اور مقبولِ عام ہے کہ جس محلہ میں حضرت صرفی رح کا مرقد واقع ہے۔ اُسے بھی محلہ ایشان صاحب کے نام سے ہی موسوم کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صوفی نے اپنی تصنیف "کشیر" میں لفظ ایشان پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ چونکہ ترکستان میں پیر، مرشد اور رہبر کو ایشان کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے حضرت صرفی رح بھی لوگوں میں ایشان صاحب کے لقب سے مشہور ہیں ممکن ہے کہ ترکستان میں مذہبی اور روحانی رہنماؤں کو تعظیم کرنے کی خاطر بجائے اُن کا نام لینے کے لفظ ایشان استعمال کرتے ہوں لیکن جہاں تک حضرت صرفی کا تعلق ہے۔ اُن کے اسمِ گرامی کے ساتھ لفظ ایشان استعمال کیئے جانے کی وجہ بالکل مختلف ہے۔ حضرت شیخ عبدالوہاب نوری نے اپنی کتاب فتحات کبرویہ میں اس بات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ حضرت صرفیؒ کو کیوں ایشان صاحب کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اُن کا فرمانا ہے کہ جس زمانے میں حضرت صرفی بقعہ خانقاہ معلّٰے کے متولّی اور سجادہ نشین تھے۔ حضرت شیخ باباعلی والی جو ترکستان کے ایک بہت بلند پایہ متصوّف اور سلسلہ کبرویہ کے ایک نامور اور دائم الاستغراق ولی تھے سیاحت کرتے ہوئے وارد کشمیر ہوئے یہاں جلد ہی اُن کا تعارف حضرت صرفیؒ سے ہوا اور دونوں بزرگوں کا رشتۂ محبت دن بدن استوار اور محکم ہوتا گیا یہاں تک کہ جب حضرت صرفیؒ آخری مرتبہ زیارتِ حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے تو اُنہوں نے شیخ باباعلی والی رح کو خانقاہ معلّٰے میں اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک دن شیخ والی رح کو حضرت صرفیؒ کا خط موصول ہوا اور اُنہوں نے اُس کا مضمون سناتے ہوئے فرمایا "برادرم شیخ یعقوب مے آید"۔ اس موقع پر حضرت شاہ قاسم حقانی بھی جو حضرت صرفی رح کے خلفاء برجستہ میں سے ہیں، موجود تھے اُن کو حضرت صرفیؒ کا اسمِ گرامی اس طرح زبان

ی

پر لینا ناگوار گذرا۔ لیکن حضرتِ والی رح کا پاسِ ادب ہونے کی وجہ سے اعتراض نہیں کیا۔ رات کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت والی رح کو خواب میں جلوہ گر ہوئے اور فرمایا۔ "اگر امروز نام ایشاں بدیں طور بر زباں نیاوردے۔ دل شاہ قاسم آزردہ نشدے"۔ دوسرے روز شیخ والی رح نے یہ خواب جمع عام میں سنایا اور اُس وقت سے حضرتِ صرفی رح ایشاں صاحب کے لقب سے اور اُن کے خلیفۂ نامدار میر قاسم شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے اور انہی القاب سے اُن کو آج کے دِن تک یاد کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے حضرت صرفی رح اپنے پیچھے کوئی اولادِ نرینہ نہیں چھوڑ گئے۔ البتہ اُنہوں نے کئی ایسے برجستہ خلفاء پیدا کیے جن پر اہلِ کشمیر بجا طور فخر کر سکتے ہیں ان میں حضرت میر محمد خلیفہ کے علاوہ حاجی الحرمین حضرت شاہ قاسم حقانی اور عارف باللہ خواجہ حبیب اللہ نوشہری قدس اللہ اسرارہم کے اسماءِ گرامی قابلِ ذکر ہیں۔ یہ دونوں بزرگ معدن علم و فضل ہونے کے علاوہ کشمیر کے اولیائے کبار کی صفِ اولین میں مقام رکھتے ہیں۔ حضرتِ صرفی جب زیارتِ حرمین سے واپس لوٹے اور حضرت شاہ ان کی خدمت میں پہلی مرتبہ حاضر ہوئے بے اختیار ہو کر بول پڑے کہ سبحان اللہ اس جوان کا ہاتھ حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مدینۂ منورہ میں میرے ہاتھ میں دیا اور فرمایا۔ "ایں را بگیر ایں پہلوانِ آخرت است"۔ خواجہ حبیب اللہ نوشہری کے متعلق حضرت صرفی رح فرماتے تھے۔ کہ "مشعلے کہ از خوارزم آوردم در نوشہرہ گذاشتم"۔ بہر حال ان دو عظیم الشان ہستیوں کی بدولت سلسلۂ کبرویہ کی اشاعت ایک وسیع پیمانے پر عمل آئی۔ حضرت شاہ کے سب سے بڑے خلیفہ مُرشد ابرار حضرت خواجہ یعقوب دار ولی رح جن کے خرق عادات کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہے عنفوان شباب میں ہی رحلت فرما گئے۔ دوسرے خلیفہ جنہوں نے حضرت خواجہ یعقوب دار ولی سے پہلے ہی بیعت

کی تھی منبع الاسرار حضرت خواجہ حبیب اللہ عطار تھے۔ حضرت خواجہ نے بہت سے خلفاء پیدا کئے مگر ان سب میں سے شیخ الاسلام والمسلمین حضرت ... محمد اکمل الدین کامل بیگ خان بدخشی کا اسم گرامی عالمگیر شہرت حاصل کر چکا ہے۔ حضرت میرزا کی تصنیف کتاب بحرالعرفان جو چار جلدوں پر مشتمل اسّی (۸۰) ہزار سے زاید اشعار کی کتاب ہے۔ مثنوی مولانا رومیؒ کی متابعت میں لکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اُن کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ جن میں رسالہ مخبر الاسرار قابل ذکر ہے۔ حضرت میرزا نے بھی بہت سے خلفاءِ برجستہ بہم کئے۔ مگر ان میں سے مخدومی حضرت شیخ نعمت اللہ کلو، حاجی عبدالسّلام قلندر۔ میرزا فرہاد بیگ، فخر الدّین تبیذ عبدالوہاب نوری، خواجہ قایم الدین اکمل الدّین وغیرہ کبارِ اولیاء میں محسوب کئے جاتے ہیں۔ حضرت نوری کا سب سے بڑا خلیفہ میر محی الدین مہدی المعروف مہدی ولی۔ جن کو خواجہ قایم الدین کی خلافت اور جانشینی کا فخر بھی حاصل تھا۔ ان دونوں بزرگوں کے وصال کے بعد بقاع المکلیہ کے سجادہ نشینی اور متولی منتخب ہوئے اور ان مناصب کے فرائض آج کے دن تک اُن کے احفاد جن میں راقم الحروف بھی شامل ہے، خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔

دیوان صرفی کی طباعت کا کام ایک کٹھن مہم تھا جس کا مجھ جیسے بے بضاعت آدمی سے نبھایا جانا بعید از قیاس تھا۔ لیکن چونکہ بارگاہِ الٰہی کو یہی منظور تھا کہ شائقین کی یہ دیرینہ تمنّا پوری ہو جائے اس لئے میری کوشش رائیگاں نہیں ہوئی۔ اس خیال کی تصدیق مولانا رومی قدس اللہ سرہٗ کے اس شعر سے جو اتفاقاً کتاب کا تاریخ طبع بھی بنتا ہے، ہوئی ہے +

این ہمہ فرمان ها از شہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

آخر میں، میں جناب پیر محی الدّین صاحب نوری سجادہ نشین زیارت

الیشان صاحب اور میر احمد اللہ صاحب مولود خوان کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے دیوان صرفی کے دو قلمی نسخے بہم کئے۔ تاکہ میں اُن کا مقابلہ اپنے کتب خانہ کے نسخہ کے ساتھ کر کے ایک صحیح اور درست نقل مرتّب کر سکوں +

فقط:-

خاکسار

میر حبیب اللہ کاملی

رب یسر و لا تعسر

و سهل و تمم بالخیر

بسم الله الرحمن الرحیم

ای از بیان حمد تو عاجز زبان ما / تیغ ادب بریده زبان زبان ما

مانند عامئی که نداند الف ز بی / در وصف قدس تو خرد خورده دان ما

چون ابلهی که قطع بوادی کند هوس / حیران براه حمد تو طبع روان ما

در پایهٔ سریر ثنایت کجا رسیم / از نه فلک اگرچه بود نردبان ما

از کنگرهٔ قصور ز کنه کمال تو / کوته فتاده است کمند گمان ما

یارب سیاه روئی ما را سبب مساز / دود دیگه ظاهر است ز سوز نهان ما

زان آتش نهان که بدل شعله میزند / گویا زبانه ایست زبان در دهان ما

خواهم ز ابر فیض تو باران رحمتی / کز صفحهٔ وجود بشوید نشان ما

گر فی المثل ز پرتو او مهر انوریم

صرفی زبان فقر ببست آسمان ما

ای از صفات ساخته آیینهٔ ذات را / وز کاینات آیینه کرده صفات را

یارای شرح آیینه های جمال تو / نبود زبان کلک و دهان دوات را

زلف تعین تو به رخسارهٔ وجود / بر پای داشت سلسلهٔ ممکنات را

زاهد خداپرست نهد نام بت پرست / داند اگر حقیقت عزی و لات را

اثبات وحدت تو چو در عین کثرتست / از نفی ما چه فایده لات و منات را

چون خانی از جمال تو نیو جلال تو — زهر بلا هم دهد آب حیات را

صرفی چو پرتو رخش افتاد هر طرف
خانی ز نور کعبه بداں سومنات را

گر آستانه ات نبود قبله گاه ما — بتخانه وار کعبه شود سنگ راه ما
از یک تجلی کرمت جلوه گر شود — انوار کوه طور ز کوه گناه ما
از ظلمت دلیم سیه روی و مشکلست — ز آب وضو سپیدی روی سیاه ما
دوزخ کجا کفایت تعذیب ما کند — گر لطف تو ز قهر تو نبود پناه ما
گو خرمن جرایم ما را همه بسوز — این آتشی که سر کشد از دود آه ما
درمان درد ما است همین درد ما و بس — افزود جان ما ز غم عمر گاه ما

صرفی صفت اگر به ثنایت مقصریم
عجز و قصور ماست ازاں عذر خواه ما

بحضرت تو کجا لایق است طاعت ما — که طاعتی است فراخور استطاعت ما
اگرچه تحفهٔ شایستهٔ حمد ما نبود — کرم نما و ببین قلت بضاعت ما
همیشه نفس پرستیم ما مطیع انت — بخنده است عزازیل از اطاعت ما
بغیر دانهٔ اشک ندامت ابدی — نشد ز تخم امل حاصل زراعت ما
گناه ماست عظیم و عظیم تر فضلت — بفضل خویش بده رخصت شفاعت ما
جدا ز یک دگر افتاده عقل و جان و دلند — غریب تفرقهٔ هست در جماعت ما

چو صرفی اینهمه مستغنی می شویم
ز یک دو جام بحال آمده قناعت ما

درون سینه ام پنهانی و در چشم تر پیدا — تویی هر جا که می بینم اگر پنهانی و پیدا
نهان از مردم ناقص بصر خورشید حسنت ماند — شد از هر ذره بر دیدهٔ اهل نظر پیدا
منور شب ز ماه و روشن از خورشید روز اما — تویی روز و شب از آیینهٔ شمس و قمر پیدا
ز اشکم ساختی در دانه آری تو آن کرد — سحاب از فیض تو از قطرهٔ باران گهر پیدا

رخ زردین خاکسار از درد عشقت گشته همچون زر
چه اکسیرست عشق تو که کرد از خاک زر پیدا

چو پیدا از نباتی شکر و لعل از جمادی شد
چرا نتوانی از لعل بتان کردن شکر پیدا

زبانم خشک و شعرم تر زهی قدرت که ای صرفی
ز شاخ خشک ایزد ساخته خرمای تر پیدا

رخ خوبان بود آئینه روی آن نکو رو را
بهر صورت نماید روی بنود صورتی او را

کسے گر خون بسازد مشک اندر ناف چینے
بآسانی تواند داد عطر و زلف خوشبو را

بلفظ آسوی خود خوانده ات در صورت خوبان
فراز قد مانند الف بین مد ابرو را

…ت عکس جمالش بر دل پاک از نکورویان
از آن رو دوست میدارند پاکان روی نیکو را

نمے خواهم که سودایش برآید از سرم بیرون
بموی سر از آن بربسته ام سوراخ این مو را

بجان وی از درد و بلای عشق محفوظ اند
نمے دانم چه حظ است از محبت عافیت جو را

توانی راه در کوے محبت یافتن صرفی
بخدمت گر قبول افتی سگان آن سر کو را

هوائے مهوشان یارب مبر بیرون ز سر ما را
که حسن تست ازین خورشید رویان در نظر ما را

بده چشمیکه در آئینهٔ عالم رخت بینم
مکن محروم از آن چون مردم ناقص بصر ما را

مبر که بر در میخانه و که بر در کعبه
مکن دور از در خویش و بگردان دربدر ما را

همیشه بوده ایم آشفته حال از گردش دوران
ز زلف خوبرویان ساختی آشفته تو ما را

نبات و قند بے یاد لبت چون زهر در کام است
بیادت در دهان زهر است چون شهد و شکر ما را

نصیب ماست در عشق تو هردم خون دل خوردن
بحمد الله که روزے از قضا شد این قدر ما را

گل حسن تو دیدم از جمال لاله رویانی
که صد داغ است از ایشان همچو صرفی بر جگر ما را

ای کرده ظاهر از مه و خورشید نور را
بر روے خود فکنده نقاب ظهور را

ما را کجا است طاقت و تاب تجلی
کز جلوه اش شکست کمر کوه طور را

در چشم من لقای تو باید نه وصل حور
زنجیر پای من نکنی زلف حور را

غایب ز ماسوای تو با تو حاضرند
آنانکه یافتند ز غیبت حضور را

دور از بساط قرب تو افتاده ام ولی
عام است فیض نور تو نزدیک و دور را

بر من شب فراق تو روز قیامت است
صرفی بیک غمش نخرد صد سر او را

یا من جماله متوارے و ان بدا
در پردهٔ ظهور نهانی ز ماعدا

یک پرده بر رخش نه و صد پردهٔ حایلم
او با من است و من ز وی افتاده ام جدا

گاه از گدا و گاه ز شاهست جلوه گر
اما چنانکه اوست نه شاهست و نه گدا

جز یک صدا نیامده از زیر و بم ولے
روی دگر نمود ز هر تار از آن صدا

آئینهٔ حقیقت من تیره تا بکے
جز باده نیست ز آئینه ام تیرگی زدا

ساقی بکرم نمای شرابیکه هست آن
فانی ز ماسوا شده باقیست با خدا

صرفی همه تتبع جامی دریں غزل
کرده است و السلام علی تابع الهدی

این مقامیست که نه صبح و نه شام است اینجا
روز و شب روشنی از پرتو جام است اینجا

خندهٔ قهقهه بشنو ز صراحی که قدح
باز کرده دهن از شرب مدام است اینجا

می کشان طی مقامات به میخانه کنند
سخن هست که نے پای بگام است اینجا

مستی مے کند از هستی خود آزادت
هر که آزاد ز خود گشت غلام است اینجا

کفر و دیں را دست بطاق در دیر
چه حدیث بتکده و کعبه کدام است اینجا

عشق برتر بود از پختگی و خامی عقل
خام چون پخته نشود پخته چو خام است اینجا

یار آگه ز محبان که ره دل بدل است
نے ره قاصد و نه جای پیام است اینجا

زاهدا خرقهٔ من گرچه ز مے رنگین است
نا امیدم چه کنی رحمت عام است اینجا

آن تجلی که شد از طور عیان بر موسے
جلوه گاه من از گوشهٔ بام است اینجا

محو دیدار ز میقات تجلی صرفیست
چون کلیمش نه تمنای کلام است اینجا

گیتی نمای آیینهٔ صاف جام ما
دور جم است و عهد سکندر بکام ما

آیینهٔ خدای نما جام باده است
ای غافل از خدا چه کنی عیب جام ما

ما را چه عیب می کنی ای شیخ صبح خیز
روشن تر آمد است ز صبح تو شام ما

در صیدگاه همت مردان عجب مدان
عنقای قاف قریب گر افتد بدام ما

نی میل دنیوی و نه تمنای آخرت
یعنی برون بود ز دو عالم مقام ما

تا گشته ایم ساقی میخانهٔ شهود
محروم هیچ کس نشد از فیض عام ما

انصاف ده برای خدا صرفیا ملاف
چون خود هنوز پخته نشد کار خام ما

گر به گورستان گذر افتد من غمناک را
ناله ام بیدار سازد خفتگان خاک را

تا غمت بیرون نیاید از درون سینه ام
خواهم از تیر بلا دوزم سینهٔ صد چاک را

رخ نمودی و ز غیرت خانه را سوختی
شعلهٔ حسن تو آتش زد خس و خاشاک را

روز قتل بیدلان ترسم که وقت بسملم
مهربان سازد فلک آن کافر بیباک را

تا نه دست ما بفتراک سمندش در رسد
وه که محمد اگر و کوته ترک من فتراک را

آب تاک آن شوخ نخورده بیگنه عاشق کشی
غالبا پرورده اند از آب تیغ آن تاک را

اهل فهم ادراک معنی می کند از صورتش
بین بدین صورت مصور معنی ادراک را

برده صرفی ره بصحن لامکان از رخنهٔ
گر خدنگ آه کرده پردهٔ افلاک را

چینی عجب است ابروی آن تازه جوان را
نازک من از ناز کشید است کمان را

خون ریخته همه اهل زمین را بزمانی
شوخی که برآشفت زمین را و زمان را

چشمش چو بعالم پی مردم گشتن آماده
فرمود که اخراج کند امن و امان را

جائے کہ نہانخانۂ سعا گم شدہ گانست / انجا بنبود نام و نشانی نام و نشان ترا

چون آب کہ ناچار رود تشنہ بسویش / تیغ تو بخود جذب کند جوہر جان ترا

نبود عجب از سرو قدا و کہ ہوایش / از زیر ببالا ببرد آب روان ترا

صرفی دل ما زندۂ جاوید بعشق است

از زندگی ما چہ خبر مردہ دلان ترا

رحم بر حالم نیاید ہرگز ای قاتل ترا / گرچہ بنمودم ز چاک سینہ روی دل ترا

من زمین و آسمان زیر و زبر خواہم کہ ہست / جای مہ بر آسمان و بر زمین منزل ترا

منزلت جز خانۂ دل نیست لایق جان من / کی روا دارم کہ باشد خانۂ از گل ترا

من نمی خواہم کہ باشی جز بخلوت گاہ جان / غیر می خواہد کہ سازد شمع ہر محفل ترا

جو ببار دیدہ میخواہم روان ای سرو ناز / تا بتقریبی چنین سازم بخود مایل ترا

تا نگہ تیغ از سر مستی برانی بر سرم / از شراب ناز خواہم مست و لایعقل ترا

قتل صرفی گر کنی منت بجان دارم ولے

ترسم ای دلبر کہ خواہد شد لقب قاتل ترا

خوبان بدعا ما ندیدیم شما را / در دور شما خاصیتی نیست دعا را

در دم چو رقم کرد ندانم کہ ز حیرت / از دست چرا خامہ بیفتاد قضا را

ہر چند کہ کار تو ونی نیست ولیکن / گاہی بدہ از وعدہ تسلی دل ما را

تا گشت ہم آغوش تنت پیرہن تو / چاکست ز سر تا قدم از رشک قبا را

ای مایدۂ وصل تو از بہر رقیبان / بر خوان بلا دادہ صلا اہل صفا را

خواہد دل سختت بجفا کشتنم آری / سنگ ستمت تیز کند تیغ جفا را

ای کعبۂ کوی تو زیارت گہ پاکان / رو جانب این کعبہ ہمہ اہل صفا را

جز آرزوی دولت دیدار ندارم / در سر ہوس سلطنت افتاد گدا را

صرفی دولت از سوز درون مشعلہ افروخت / تا کم نشود راہ مقام تو بلا را

بر رخ فگنده چاشتگه آن مه نقاب را
پیش از زوال شام رسید آفتاب را

نبود حلال بی لب او عیش و عشرتم
بر خود حرام ساختم اکنون شراب را

روزیکه کرده ایم ستمهاش را حساب
دانسته ایم محنت روز حساب را

بکشود پرده از رخ و بربود عقل و جان
برداشت از میانه من حجاب را

از بسکه هست پر ز خیالت دو چشم من
گنجایشی بدیده من نیست خواب را

چون گرد ره فشاند ازان زلف عنبرین
آن گرد ساخت خاک بها مشک ناب را

صرفی اگر در آتش و آبم عجب مدار
بنگر دل پر آتش و چشم پر آب را

کس ندهد بخانه ره عاشق تیره روز را
کاتش عشق بر کشد شعلهٔ خانه سوز را

تا بکی از تو بشنوم نیست هنوز وقت وصل
کاش برد ز یاد تو سامعی هنوز را

تا نه ز چاک سینه ام داغ غمت شود عیان
دل ز تو دارد آرزو ناوک سینه دوز را

چند بود حریم دل تیره و تار بی رخت
شمع طراز من نما آن رخ دلفروز را

صرفی از آتش درون ساخته دی را تموز
لیک ز آه سرد خود ساخته دی تموز را

امروز شهنشاه منم کشور غم را
از داغ الف ساخته ام طبل و علم را

بر لوح دل من قلم عشق رقم زد
زان پیش که کردند عیان لوح و قلم را

در راه طلب گرچه سر من رود اما
حاشا که ازین راه کشم باز قدم را

احرام سوی کوی تو بستیم ز کعبه
ای رو بحریم تو همه اهل حرم را

هردم بعدم دلشده را بفرستی
آباد ز عشاق کنی ملک عدم را

هرگز بکسی از تو نیفتد نظر لطف
چشم تو بر انداخته آمال کرم را

چون مهر و وفا شیوهٔ خوبان جهان نیست
صرفی چه کند گر نکشد جور و ستم را

چو آرزوست که آن تند خو کشد ما را
اگر نه او کشد این آرزو کشد ما را

بقتل ماست فراقش کشیده تیغ ستم / بدست خویشتن ای کاش او کشد ما را
ز فتنهاش نتوان برد جان ز دست ولیم / بدین امید که آن فتنه جو کشد ما را
چنین بکشتن ما چند گفت و گوی رقیب / تو گر نه کشتنی این گفتگو کشد ما را
بود همیشه پر از نور خاک ما صرفی / چو مهر آن مه خورشید رو کشد ما را

ده نیست ز تنگی بدهان تو سخن را / یا بسته راز پرسش عشاق دهن را
جانم که برآمد ز تبسم ماند بکویت / که ده است غریب تو فراموش وطن را
ای ساده رخ آشوب جهانی و چه حاجت / کز سنبل تر زیب دهی برگ سمن را
خوشحال غریبی که ز بس بیخودی خود / نی گور طلبد از مرگ بیابد نه کفن را
کردیم ز می توبه پی خاطر ناصح / یا رب برسان مغبچه توبه شکن را
تا مرغ چمن وصف گل روی تو بشنید / از دست غمت تنگ برو صحن چمن را
صرفی غم عشق تو ندانند رقیبان / از حالت بلبل چه خبر زاغ و زغن را

ز دست دامن او چاک خواهم زد گریبان را / که گستاخانه پا می بوسد آن سلطان خوبان را
ز رخسار بتی نور الهی جلوه گر دیدم / که کافر را مسلمان سازد و کافر مسلمان را
دل من خوار و زار افتاده در شهر نکو نامیست / درین کشور مگر حرمت نمیدارند مهمان را
غبار خاطرت را غیر ازین موجب نمیدانم / که جاروب سر کوی تو چشمم ساخت مژگان را
اگر دریابد آن لذت که دارد آب شمشیرت / بکام خود خضر هرگز نخواهد آب حیوان را
بقتل دردمندان غمزه تو گر شود رنجه / برسم اجره بستان قاتل من جوهر جان را
چو صرفی بنده سلطان عشقم ده چه سلطانی / که با موری تو اند داد ملک صد سلیمان را

خندید چون بکعبه مراد دید مست ما / یعنی که راه کرده غلط بت پرست ما
گویند با بتان دل خود را چه میدهد / ده چون کنیم نیست دل ما بدست ما

دایم نخار نیست دل از ناوک بلا
بیرون رود چنان بجست از خار بست ما

امروز نیست عهد و وفا تا خلل فتد
محکم بعشق آمده عهد الست ما

از تیر آه ما بحذر باش کور رقیب
کی باز گردد آنچه بر آید ز شست ما

افشای سر عشق چو منصور اگر کنیم
نبود عجب ز حوصلهٔ تنگ پست ما

باید شکسته بود که کارت شود درست
صرفی بود درستی ما در شکست ما

زان تیر در پناه خدا باد مست ما
کز دست ظلم او بدر آید ز شست ما

نبود عجب ز محتسب شهر اگر کشد
بر دوش خود سبوی می ترک مست ما

رو نو فزاست شیوهٔ ما در جنون عشق
بیهوده است سعی خرد در شکست ما

بهر خدا ز خانقه آمد به بتکده
چون طالب خدا است دل حق پرست ما

از همت بلند سر ما چه خاک پست
بی قدر پیش او چه بلند و چه پست ما

مردم ز ذوق آنکه جنونم چو دید و گفت
هشدار ای بقید جنون پای بست ما

بر جان ماست منت اگر جان کند قبول
صرفی جز این چه خدمتش آید ز دست ما

گر جمال خویش بنماید دم بسمل مرا
چون بها نظاره بس زان بت قاتل مرا

من نگفتم با کسی اما تنم از بسکه کاست
دید هر کس آنچه بود از درد و غم در دل مرا

هر دو ره وصلش بدل بهر تسلی میدهم
ورنه کی گردد بدینسان دولتی حاصل مرا

تا ز حال خود نوا اند گفت خمار امیدها
ساغری با من که سازد مست و لایعقل مرا

وه نمیدانم چسان از کوی هجران بگذرم
چون ز آب دیده انجا ماند پا در گل مرا

از گرانجانی بروز هجر کارم مشکلست
ای اجل بهر خدا کن حل این مشکل مرا

عقل من صرفی جنون عشق میگوید ازان
عاقلان دیوانه و دیوانگان عاقل مرا

شد ز کف دامانش اما گر کند بسمل مرا
باشد آخر دست در دامان آن قاتل مرا

جا بچشم ساخت همچون مردم دیده ولی
پرده های چشم از نظاره شد حایل مرا

رفت همچون عمر مقصودم از و حاصل نشد
حیف می آید بسی زین عمر بی حاصل مرا

پا بگل خواهم ز آب چشم خود در کوی او — تا به تقریبی چنان آنجا بود منزل مرا
عشق آن صورت بملک مستقیم شد رهنمون — پیر عشق آمد درین ره مرشد کامل مرا
گر گریزان از غم او گشته بگذر بدم سفر — خود نهان غم هم بپیش آید بهر منزل مرا
خواهم از دل آن غم جانکاه را بیرون کنم — وه چه سازم چون کنم صرفی که ناید دل مرا

میکشی هر بیگناهی خسته من دل ریش را — وه نمیدانم من مسکین گناه خویش را
خاطرش قتل مرا خواهان و من خوشدل که هست — گوشه خاطر بسجائم آن جفا اندیش را
از پس و پیشم دمادم میرسد تیر غمش — من ز حیرانی نه پس میدانم و نه پیش را
عاشق از لبهای نوشینش نیابد کام دل — تا نه در راه محبت نوش و اندیش را
گر نشاط دهر کم در بیش باشد باک نیست — با کم خود ساختیم هرگز نخواهم بیش را
خلق در اندیشه دنیا و فکر آخرت — نیست پروای دو عالم صرفی درویش را

بدینسان از کجا آموخت یا رب کار بسمل را — که خلقی را کند قتل و نمیداند قاتل را
ولی بردارم از ایام در خواهم همدمی چون نی — که تا با او دمی آسایم و خالی کنم دل را
ملایک را چه حد پر زدن در محفل یار است — که چون جبریل صد پروانه هست آن شمع محفل را
چو عمری داشتم منزل بیار در خلوتگه جانم — نمیدانم چرا آخر فرامش کرد منزل را
علامت میکند هر بیدلان را زاهد از غفلت — نما رخساره یکره جلوه کن تنبیه غافل را
با پیام اشارت گفت صرفی نکته را ز عشق — گر اینجا غافلی باشد همین کافیست غافل را

اگر کشت غم گلزار زار بلبل را — ولی نه قتل هزاران چو او چه غم گل را
به تیغ غمزه خونریز خود مکن قتلم — بکش بکشتن من خنجر تغافل را
خط رخ تو برون کرده اند از سر من — هم آرزوی گل و هم هوای سنبل را
چه بار ناز بلای بجانم از سر خواست — شکست طرف کلاهی نمود کاکل را
همیشه چند کشم درد هجر و جور رقیب — دگر نجوی ز من طاقت و تحمل را
نه توشه خرد و نه از صبر دل برکن — براه عشق گزین صرفیا توکل را

چو جان نماست در هر جا که سازی جلوه گاه انجا — بدن را اعتباری نیست خواه اینجا و خواه انجا
جدا گشتی جدا چون دیده و دل هر دو جا بنشست — بیا بنشین ز راه لطف گاه اینجا و گاه انجا
چو بی رویش نگردد کلبهٔ تاریک من روشن — چه حاصل گر بتابد روز و شب خورشید و ماه انجا
خوشم تا شد تنم دور از درش از ضعف چون کاهی — که در یک دم برد باد این تن مانند کاه انجا
من غم دیده را در بزم عیش گل رخسان ره نیست — ولی شادم که باری ناله من برد راه انجا
اگر در روضهٔ رضوان نبینم بی گل رویش — ز سر تا پای آه من نخیزد روید گیاه انجا

بگوی دوست خون عاشقان بی گنه ریزند
مگر جز بی گناهی نیست حرفی گناه انجا

جان در تنم ز کوی نوای سیمتن جدا — همچون مسافری که بود از وطن جدا
گر فی المثل بود ز ملا یک رقیب تو — نبود جز آن ملک که کند جان ز تن جدا
آواره گشت از غم چشمت بکوه و دشت — آهوی چین جدا و غزال ختن جدا
من مبتلای هجر و ولی دل اسیر غم — زین قصه دل جدا بفغانست و من جدا
هرگز جدا نمی شود از جان من غمت — گر جان شود مرا بتن از بدن جدا

حرفی تو خود جدا نشوی زان صنم ولی
سازد وصال بهانه ات از خویشتن جدا

قدم نهاده مه من پی عیادت ما — خوشا مرض که شده موجب سعادت ما
کنیم سجده بمحراب ابروی ماهی — که نیست جز رخ او قبلهٔ عبادت ما
بناز اگر نپذیرد نیاز ما چه عجب — که ناز شیوهٔ اش آمد نیاز عادت ما
بتی که قاتل اهل وفاست می خواهم — که تیغ غمزه کشد از پی شهادت ما

بجز غبیر پیر مغان نیست مرشد حرفی
بر آستانهٔ او به سر ارادت ما

جا بر لب تو جام می لعل فام را — جانم بلب رسیده تو لب داده جام را
تا گشت می بدور مسیح لبت حلال — می خانه یافت منزلت بیت الحرام را
میل دو زلف تو دل من می کند که هست — باز لفظ تو مناسبتی دال و لام را
ای ترک جان ستان همه را می کشی بناز — مخصوص جز بمن مکن این فیض عام را

در مسجد یکه آن بت کافر نشان رسد — هم قوم را ز جا برد و هم امام را
میرم ز ذوق آنکه سلامش اگر کنم — مے خندد و جواب نگوید سلام را

صرفی هوائے کعبۂ خلت اگر تراست
بشکن خلیل وار بت ننگ و نام را

نیامد صورتے جز قالب جانان من جانرا — توانی دید جانرا گر توانی دید جانان را
گر فتم دین عشق و خوار در کوی رقیبانم — بلے در کافرستان حرمتے نبود مسلمان را
بت من رخ نما تا نور وحدت جلوه گر گردد — بر اندازد بنای اختلاف کفر و ایمان را
بحمد الله که از راه وفا گشتم سگ کویش — کمالے بیش ازین نتوان تصور کرد انسان را
دل و دین برد زلفت گر برد جان نیز چه توانکرد — که نتوان منع یغما کرد ترک ناپشیمان را
ز دست اندازی جانهای دامنگیر مے ترسد — سهی سروے که بالا میزند از ناز دامان را

چه مے نالی ز غم صرفی بده جان و فراغت کن
چرا دشوار باید کرد بر خود کار آسان را

ای هوائی ترا بدل ماوا — انت ماوای و انت من اهوا
هم ترا بر سر است افسر حسن — هم تو افراشتی بعشق لوا
هم توئی خاکسار کوی نیاز — هم توئی نازنین بے پروا
من چه جویم دواے درد از تو — که توئی دردمند و درد و دوا
من چه مے گویم و چه مے شنوم — هم تو گویا و هم تو خود شنوا
چون بگویم که من توام تو منی — که دوئی در من و تو نیست روا
دعوی اتحاد خود با تو — دارم و صادقم درین دعوا
گر گنہے ز من طلب داری — خود تو بر مدعی بنده گواه
شافعی و ابو حنیفه توئی — از تو دارم برین سخن فتوا

صرفی اظهار سر عشق مکن
ورنه در عاشقی شوی رسوا

بیت

قیامتے عجب از قامتی پدید آمد — ز ناز و غمزه اش ای دل ببین قیامت را
مسافران ره بے نهایت شوقیم — کجا مجال بود نیست اقامت را

بیت
بسا ببین بروز حشر ناز سرو قامت را
منتظران قیامت قامت را

براهِ عشق بلا در بلا است میدانم　　جز این طریق ندانم رهِ سلامت را
طریق من بغم عاشقیست جان دادن　　ولی بخاطرِ من نیست رهِ ندامت را
قتیل خود بدمی زنده کرد همچو مسیح　　سزد که معجزه گویند این کرامت را
کنند اهل جنون اقتدا بتو صرفی
بجز تو کیست که لایق بود امامت را

ماهی که نیست جز رخ او آفتاب ما　　از مهر اوست ذره صفت آفتاب ما
از چاک سینه پرتو رویت بدل فتاد　　یعنی که گرد تیغ تو کشف حجاب ما
هردم کشیم از لب تو یک سخن سوال　　بکشای لعل خود نفسی در جواب ما
بیدار گر کاشکی شود این بخت خوابناک　　تا آن مه دو هفته برآید بخواب ما
زان روی آتشین چو دل ما کباب شد　　از خنده بزن نمکی بر کباب ما
ای خضر عیب باده کشی ها بما مکن　　چون نیست کم ز آب حیاتت شراب ما
صرفی فتاده سایه سرو چمن در آب
با عکس قد اوست بچشم پر آب ما

زلف شبگون بر رخ افتاد آن بت دلخواه را　　تا چه خاصیت بود یا رب کسوف ماه را
هر محبت پیشه را عاشق صادق مگو　　تا نداند عیش روح افزای غم جانکاه را
توشه کونین در بازو برو در راه عشق　　توشه نبود به از بی توشگی این راه را
تا گلوگیرم خیال زلف پرپیچ تو شد　　راه بیرون آمدن بربست دود آه را
دو بهشتاقان خود بنمای روزی یا شبی　　در فراقت چند بشماریم سال و ماه را
هست سوگند رقیب تو نشان کذب او　　تا کی از وی بشنوم واللّٰه را باللّٰه را
برتر از عرش است صرفی درگه سلطان عشق
از پر جبریل جاروب است این درگاه را

جان ز رفتی از تن و شرمنده کردی بنده را　　پیش او عذری نمانده بنده شرمنده را
جای مردم تنگ شد بر مردگان زیر زمین　　بسکه او نگذاشت بر روی زمین یک زنده را
غمزه و ناز و عتابش جانستان هر یک ولی　　نیست پروائی اسیری دل ز جان برکنده را
خنده می‌آید مرا بر اشک بی تاثیر خود　　شمع سانم گریه خود گشته باعث خنده را

غم مرا از پا فکنده و در پی قتلم رقیب — سر بریدن نسبت از مردی ز پا افکنده را
من فقیر ژنده پوش و دل ز غم صد پاره ام — ساختم از پاره هایش رقعه هاے ژنده را

صرفی از فرق زلبند سرو ما و سایه اش
کن طلب عمر دراز از دولت تابنده را

راحت مجو که ساخته پیدا خدای ما — ما را برای محنت و محنت برای ما
روزی جفای اوست بحدیکه ممکن است — این طرفه تر که گشته زبون وفاے ما
خواهد شدن خلاص ز ما و سخن نشود — دردش که آمد است بجنگ از دواے ما
چون نسبت غیر سینه ما منزل غمت — خواهد غمت همیشه بعالم بقاے ما
ما نیم جانشین تو مجنون عامری — کو آنکه بعد ما نشیند بجاے ما
بادا بحلق تشنه ما آب تیغ تو — اے کاش مستجاب شود این دعاے ما

صرفی چه فکر باده پی دفع غم کنی
خون جگر بس است می غم زداے ما

نه همین از آهوی چشمت خجالت نو غزالان را — ز سرو قد تو شرمندگی نازک نهالان را
جوانان پیر گشتند از تو یعنی بار غمهایت — چو پشت سالخوردان ساخت قد خورد سالان را
جمال خوبرویان بر کمال آمد ولے دیدم — تحیّر در کمال حسن تو صاحب کمالان را
سر زلفت که حال ما بر آشفت و نه رفت از دست — بود فردای محشر دستگیر آشفته حالان را
اگر معشوقه بلبل گلست این ناله پیشش چیست — هوای لعلت در سر غالبا این مرغ نالان را
اگر وصف غم و اندوه زهر آلود من گویند — حدیث تلخ آید بر زبان شیرین مقالان را

چو عشق ماست صرفی بر کمال از ناصحان غم نیست
چه باک از طعنه های ناقصان صاحب کمالان را

ای در چمن بدست گرفته پیاله را — از رشک آن جگر شده خون جام لاله را
غیر از جگر چه میخورم اکنون که کرد عشق — از خوان غم حواله من این نواله را
چون بر زمین بیا قسمت ساختم روان — در جستجوی تو بفلک آه و ناله را
کامم حواله شد بدهانت ولے چو او — پنهان شد از که طلبم این حواله را
کس را غمت نخورد و کلان شادمان نماند — نے هفت ساله را و نه هفتاد ساله را

نبود عجب که حسرت آهوی چشم تو
سازد سفید چشم سیاه غزاله را

هر پاره از تن دل صد چاک یک ورق
مضمون بلا و محنت و غم این رساله را

خواهم خراب مزرع امیدت ای رقیب
زانرو فشانم از گهر اشک ژاله را

صرفی بیاد لاله عذاران باده نوش
نرگس صفت ز کاسهٔ سر کن پیاله را

ضعف تن عجب حالیست بیمار محبت را
که نتواند کشید از ناتوانی بار محنت را

بترسید ای رقیبان از من و سهلم مپندارید
بریزم خون خلقی گر برآرم تیغ غیرت را

ز بس کاندوه در محنت ز من محنت در اندوه است
تمناست خلاصی از منست اندوه و محنت را

بزور قوتی کز وعدهٔ دیدار او دارم
کشم با این تن چون کاه بار کوه فرقت را

مصور گر نگارد صورت مثلش عجب نبود
که از تاثیر تشبیهش کشد جاندار صورت را

بعهد گلستان کوی او انصاف رضوان بین
که پنهان کرد نتوانست ظاهر ساخت جنت را

مپرس از اهل تقوی لذت جام می عشقش
چو ذوقی نیست ایشان را چه میدانند لذت را

مرا بر سر نه حاسد راست گرد رهگذار او
که فرق هر گدائی نیست لایق تاج دولت را

ز محنتهای عشق او نباید شکایت کرد
ز کوی محنتش باید کشیدن بار محنت را

بیک جستن پس اندازد ابد را در ازل سازد
اگر جولان دهد صرفی سمند شاه همت را

بنگر چگونه داشت بلا اشتیاق ما
کامد ز آسمان بزمین در وثاق ما

گر آب خضر از لب لعل تو در کشیم
بخشد ز مرگ چاشنی در مذاق ما

نقد حیات ما بتو هجرانش ای اجل
نسپرد جز به مشورت و اتفاق ما

ظاهر شده بصورت ابر سیه غمت
گرید نه بعد مردن ما در فراق ما

ماندیم رخت هستی خود را بطاق دیر
دست فنا نمی رسد اصلا بطاق ما

بر بام ما اگر شود آن ماه جلوه گر
بر بام عرش سایه فکند از رواق ما

در راه عشق سست بود ناقهٔ سلوک
صرفی ز جذبه است درین ره براق ما

یار بی پروا و مشتاقش دل بی شاد ما
ما بیادش فارغ از کونین او از یاد ما

ز آب تیغ او حیات آب حیوان یافتیم   کو بیابد خضر از بهر مبارک باد ما
زلف تو ما را سیه روز و پریشان روز ساخت   دل بیاد آوه بخت تا بستاند از وی داد ما
آن شه بالا بلند آن سرو بستان را چو دید   گفت خندان اینک اینک بنده آزاد ما
خانه چشم از سرشک ماست پیوسته بر آب   ترسم این سیل بلا ویران کند بنیاد ما
مصلحت آنست کز عالم قدم بیرون نهیم   چون بتنگ آمد اند اهل عالم از فریاد ما

حرف دانش را ز لوح دل ستردن دانش است
صرفیا تعلیم ما کرد این چنین استاد ما

کاشکی در خواب میدیدم خیال یار را   تا نگه همره نمیدیدم با او اغیار را
ای بگوشت تو حدیث بیغمان جای ساخته   بشنوی از دردمندان ناله‌های زار را
گر نگه دارم دل خود را ز چشم مست تو   وه چه سازم چون کنم این طره طرار را
ناوک ابرو کمانی دوخته بر یکدگر   جان ریش و سینه چاک و دل افگار را
گر نه مرگ من به تیغ او بود عار من است   آخر از دنیا بعقبی چون برم این عار را
کی توانم دید نقش ای بخت خواب آلود من   چشم بیدار است لایق دولت دیدار را

می‌کشیم از هجر آزاری که در دم مردمی
گر تصور کرده می اے صرفی آن آزار را

وه چه حالست اینکه گر در خواب بینم یار را   بینم اندر خواب هم همراه او اغیار را
سر بصحرای جنون خواهم نهادن همچو یم   گر شبی در خواب بینم آن پری رخسار را
لذت عشاق در مردن بکار عاشقی است   از حیات خود چه لذت مردم بیکار را
گر شب هجران سلامت مانم از تیغ اجل   روز وصلش چون کنم آن نرگس خونخوار را
یار جور اندیشه و من مهربان خواهمش   چون روا دارم که جور اندیشه گویم یار را
محنت هجر تو بسیار است و صبرم اندکی   چون کنم بسیار را اندک ره و بسیار را

ترسم ای صرفی که شادی مرگ خواهم شد بهجر
گر بخاطر بگذرانم دولت دیدار را

بر دلم آمد تیرهای آن کمان ابروی مرا   هست دل چون ترکش پر تیر در پهلو مرا
گر بجان زاری چو از آن ترک کمان کش بشنوم   بهر قتلم بر بدن بر بدن تیرے شود هر مو مرا

منکه نالانم چو موسیقار در چنگ غمت
تیرهای غمت سرتاپاست در پهلو مرا

درگذشت از سینه آهو خدنگ ترکش من
در جگر سوراخ گشت از رشک آن آهو مرا

آنکه عرفی ناوکش را از جگر کردم هدف
در میان جان الف وار است تیر او مرا

گر ماه من از مهر تو باشد هلاک ما
هر صبح آفتاب برآید ز خاک ما

چون چشم ما باشک شد از نقش غیر پاک
بهر نظاره تو سزد چشم پاک ما

یارب چرا ز درد دل ماست بی خبر
شوخی که جای اوست دل دردناک ما

زاهد طهارت دل از آب وضو کند
از بهر پاکیش بطلب آب پاک ما

از روی لطف نیست بغیر التفات او
مقصود او ازان نبود جز هلاک ما

ترسم که باک دارد ازین خون ناحقم
هنگام کشتنم بت بی ترس و باک را

عرفی ز بهر پرتو خورشید عارضش
بنگر دریچه ها بدل چاک چاک ما

نقد جان خواهم برسم رشوه داد استاد را
تا پی قتلم کند تعلیم او بیداد را

بسکه یاد دوستان کردم نخواهد دلش
پیش او مذکور نتوان کرد حرف یاد را

جلوه در باغ گر دهد بنده او گشت سرو
طرفه کاری کان شهی در بند کرد آزاد را

دو چمن بی یاد قدش ریختم باران اشک
پا بگل ماندست ازان هم سرو هم شمشاد را

کی دلش سازد زبانم نرم چون تاثیر نیست
در دل سنگین شیرین هیچ نیست فرهاد را

همره باد آییم از ضعف بدن در بزم او
لیک پیش شمع من ره نیست هرگز باد را

پایدار ای عرفی از بی رنگی نقش جهان
گر سحر رنگین کند سجاده ارشاد را

صد پاره است جامه ز دست جنون مرا
عشق تو کرده است ز پرده برون مرا

خواهد زبون دهر چو دونان مرا فلک
دون مثل خود خیال کند چرخ دون مرا

نظاره تو تا هنر من شد بکوی عشق
عشق تو شد بکوی جنون رهنمون مرا

از بسکه خون ز دیده بهمچو دیده ریختم
آخر کشید جانب تیغ تو خون مرا

با غم ز چرخ ساخته ام چون امید ماست
صهبای عیش و زیب قدح بازگون مرا

از بسکه محکم است بنای وفا یقین
صرفی جفای دوست نسازد زبون مرا

بغیر از سایهٔ خود نیست همره هیچکس ما را — که باشد روز هجران گاه پیش و گاه پس ما را
بدست آرزو نقش کشیدن حد ما نبود — قیاس از آن دو زلف عنبرین بوی است بس ما را
محبانیم و فرق است از محبت تا هوس بسیار — نه پنداری چو ارباب غرض صاحب هوس ما را
بجیب جامهٔ جان چاک از دست اجل بهتر — بدامان وصالش گر نباشد دسترس ما را
پیاپی می برد چشمم ندانم که چون باشد — بنه از کوی او ای همنشین بر دیده خس ما را
ز عمر ماست باقی یک نفس اما ز ضعف تن — چه یارای تحمل کردن بار نفس ما را

ز جان خویش دل گیرم بیاد جانستان چشمت
چو صرفی گوشهٔ چشمی است از تو ملتمس ما را

شد ز کف زلفش که بودی در جنون زنجیر ما — وه که رفت از دست ما سر رشتهٔ تدبیر ما
دیدهٔ بیدار ما دید آن پری رو را بخواب — نیست جز دیوانه گشتن عاقلان تعبیر ما
ما بفریادیم و او را نیست بر ما هیچ رحم — وای بر ما آه ازین فریاد بی تاثیر ما
راه عقل ما ز هر جانب جوانی می زند — مبتلای نوجوانان گشت عقل پیر ما
کافری کز صدق در عشق بتی زنار بست — نیست از زنارش افزون سبحهٔ تزویر ما
خامهٔ تقدیر از حرف غم بنام ما نوشت — نامهٔ آن خامه نبود قابل تدبیر ما

عذر جان نادادن از هجر است امید وصال
وه که عذر ماست صرفی بدتر از تقصیر ما

گر کند غمخوارئی ما دردمندان یار ما — غیر قتل ما ندارد مدعا غمخوار ما
بار غم داریم و می خواهیم جا زیر زمین — تا بکی روی زمین باشد بزیر بار ما
در هوالیش کار ما اخفای سر عاشقی است — باز میدانند اما از هوای کار ما
نه همین اهمال جستنهاست ما را بلکه هست — هیچو پار امسال ها و پار هم چون پار ما
در ره تا [illegible] نقش اندک است اما هنوز — هست بسیار اندکش اندک بسی بسیار ما
بسکه شیم [illegible] از این لطفی که داری بر رقیب — ای جفا جو چند باشی در پی آزار ما
جان بجو [illegible] در وفای آن جفا جو میدهیم — حیف اگر قدر وفاداران نداند یار ما

گر بدانی قدر خونبهای روی خویش را　　کی نشستی با کسی روی نکوی خویش را
گرد راهش را بهرای آب چشم از روی من　　من نمی خواهم که ریزم آبروی خویش را
غیر آشوب و بلا آن شوخ تعلیمی نداد　　طرهٔ طرار و چشم فتنه جوی خویش را
گفتمش چوگان زلفش را دل سرگشته گو است　　لیک تا تاثیری ندیدم گفت گوی خویش را
خلق من مهر و وفا و خوی من محنت کشی　　چون توانم کرد دیگر خلق و خوی خویش را
پر ز دیدار رویت بچشم خویش دارم آرزو　　باز می خواهیم آب رفته جوی خویش را

آرزو داری که بوسی صرفیا خاک درش
می بری آخر بخاک این آرزوی خویش را

بهر جائی که ببینم قامتش را جلوه گر آنجا　　بگوشش جان رسانم عالم بالا خبر آنجا
بهر سوی جلوه گاه او روم حالی عجیب دارم　　که نشناسم سر از پا و ندانم پا ز سر آنجا
بکویش رفت دل جان نیز خواهد رفت دنبالش　　که تا گویند در دیگر وگر با یک دگر آنجا
جهان را نه دل میماند و نی جان نه فغان دمان　　من و کوی محبت گرچه باشد صد خطر آنجا

بشهر عشق سیم و زر ندارد قدر ای صرفی
شریک سیم گون می باید و روی چو زر آنجا

چسان خواهم من دیوانه با خود آن پری رو را　　مبادا صحبت دیوانگی باز آورد او را
چو از بهر هلاک بیدلان چین جبین بس بود　　نمی دانم چرا چندین گره افگند ابرو را
رقیب آمد پی نظارهٔ رخسار جانانم　　ز چشم بد نگهدارد خدا آن روی نیکو را
چو دلبر گشت ساقی گفتمش جام مرا بر کن　　بگفت اینجا که ره دادست این گستاخ پرگو را
لبالب کاسهٔ چشم من است از خون دل ساقی　　نخواهم بی لب جانان لب جام و لب جو را
اگرچه او نه ریزد خونم اما زنده چون مانم　　که عشقش برتن من ساخت تیغی هر بن مو را
چو چشمان تو خالت نیز تاراج دل و دین کرد　　نگر در ملک حسن آئین ترکانست هندو را
بخوی بد تحمل کردن از بهر رخ نیکو　　بود ناچار از بهر آن نکورویان بدخو را

ندارد هیچ کس مطلوب جز یار وفاداری
نمی خواهد دل صرفی جز آن شوخ جفاجو را

بعالم زنده باید که بردارد غم او را　　ز قتل عام باید منع کردن ترک بدخو را

بجائی جامه زر بفت خود خورشید میخواهد — لباس مشک فام سایه آن سرو دلجو را
اگر سر بر زند نوری که در دل دارم از یادش — بر بینی مطلع صد ماه تابان هر بن مو را
وصالش برترست از آرزوی ما و میباید — که ننگ داریم در راه طلب هرگز تگ و پو را
نخواهیم در دعا جز دولت دیدار و میخواهیم — که دولت خواه داند دلبر من این دعاگو را
اگر مهرگیاه و تنگش گو بیش غذا نبود — نخواهد گشت هرگز مشک حاصل ناف آهو را

چو بدگوئی ز خوبان خوشنما آمد بگو صرفی
که جز خوی نکو لایق نباشد روی نیکو را

بگنج عزلت از آرزوی شد هوس ما را — که نیست آرزوی اختلاط کس ما را
ز صحبت نفس خود بتنگ آمده ایم — کجا بود بجهان میل هم نفس ما را
اگر بدست نداریم جام عیش چه غم — قدح ز چشم و می از خون دیده بس ما را
جهان بود قفس ما که طایر قدسیم — خدا اگر برهاند ازین قفس ما را
وطن به قاف قناعت گرفته عنقائیم — هوای شهد و شکر نیست چون مگس ما را
کنار ماست ز سیم سرشک مالامال — اگر بمال کسی نیست دسترس ما را

چنین که از همه وارسته ایم چون صرفی
ز هیچ کس نبود هیچ ملتمس ما را

دلم بستاند و خواهد برد جان را — دعا گویم بجان آن دلستان را
روانه کردم از دیده جو سیلابی — که گیرم راه آن سرو روان را
یقین دانم که در کنه دهانش — نخواهد بود هرگز ره گمان را
ز بهر من کنند نامهربانی تر — زمانه آن همه نامهربان را
بدل گویم حدیثی از زبانش — بکام خویش خواهم آن زبان را
مه من مهربان بر دیگرانست — جفایش نیست الا امتحان را

چو گم گشتیم در فکر دهانش
مجو صرفی ز ما نام و نشان را

دل گشته بدان دلال ما را — بعدم کرده روان ما را
سر ز پیری سفید شد ز فراق — وصلت از سر کند جوان ما را

به گمان زان میان نشان دادی　　از تو کی بود این گمان ما را
از غم روزگار وارستیم　　غم تو ساخت شادمان ما را
خاک راهِ تو گشته ایم ببین　　که زمین است آسمان ما را
چه نشان از مقام ما طلبی　　نه مقام است و نه نشان ما را

صرفیا فارغیم از دو جهان
نیست کاری باین و آن ما را

سبحه و سجاده ای زاهد نمی باید مرا　　این تکلفهای رسمی خوش نمی آید مرا
هر چه ممکن باشد از درد و بلا دارم همه　　یارب این گردون دون دیگر چه افزاید مرا
دل بجانان دادم و جان هم اگر خواهد دهم　　یعنی استادم بخدمت هر چه فرماید مرا
گر به زاهد راهی و من از وی دور دور　　تا ز آب دیده اش دامن نیالاید مرا
تا بود جان در تنم هرگز نباشم بی غمی　　تا مگر گر جان برد خاطر نیاساید مرا
چون نباشد قبله جانان و دلم جز روی دوست　　رو بسوی کعبه آوردن نمی شاید مرا

صرفی از من خوش دلی دور از گل رویش مجو
غنچه دل بی نسیم وصل نگشاید مرا

رفیقِ راهِ محبت وفا بس است مرا　　انیس گوشه محنت بلا بس است مرا
نه بیش کس سبب هوا دارم و نه آب روان　　سرشک و آه خود آب و هوا بس است مرا
ببین کواکب اشکم نه ماه و مهر رخش　　ببین براهِ طلب رهنما بس است مرا
محب صادقم ای جان خدای میداند　　گواه صدق و محبت خدا بس است مرا
تو خوش بناز قدم بر گل و سمن می نِه　　که خارهای بلا زیر پا بس است مرا
امام شهر به مسجد اگر نداد رهم　　به پیر باده فروش اقتدا بس است مرا

ز قوت خود چه خورم غم بعالم اسباب
که صرفیا از جگر خود غذا بس است مرا

نه ز من بندگی سابقه یاد است ترا　　نه کسی یاد ز ان سابقه داده است ترا
چه شود گر نه گذاری به رقیبان کاری　　که بایشان سابقه کاری نه فتاده است ترا
تو چه دانی غم و اندوه دل پر خونم　　ای که پیوسته دل خورم و شاد است ترا

نامرادان همه بهر تو بمیرند ولے — یارب از مردن اینها چه مراد است ترا

صرفی از عشق دلت لاله صفت پرخون است
بر دل این داغ ندانم که نهاده است ترا

لعل همرنگ بود آن دو لب میگون را — لیک هرگز نبود خاصیت می خون را
کلک مژگان به رخم حرف غم از خون بنوشت — لیک آن کیست که گوید بتو این مضمون را
چون کشایم من دیوانه ز زلفت گرهے — حل این عقده میسر نشد افلاطون را
بار اندوه مرا کوه ندارد طاقت — نیست گنجایش غمهای دلم هامون را
حسن را گرمی بازار بود ز آتش عشق — جای آنست که لیلے طلب مجنون را
مهر هر روز کمالے و زوالے دارد — بتو داد ست خدا خوبی روز افزون را
چشم آن نیست که آید نه دلم تسخیرت — گرچه آموزد از ان چشم سیه افسون را
بود جان خسته بدن نیز کنون شد بیمار — غم تو کرد تصرف چه درون بیرون را

بے رخ تو بگل و لاله چه بیند صرفی
بچنین ها چه کند شاد دل محزون را

من و هر روز و شب محنت و بیداریها — وز دو دیده ز غم هجر تو خونباریها
جای خواهم بدرت گرچه عزیز تو نیم — عزتم بسکه کشیم بر در تو خواریها
التماس کرم و لطف ندارم که خوش است — از تو جور و ستم از بنده وفاداریها
جان بهر تارے از آن زلف رگے بر بسته — یعنی از جان بتو داریم گرفتاریها

غافل از صرفی غم دیده چه باشی چندین
بے غمان را چه کنی این همه غمخواریها

گذر افتاد بر سرم او را — خاک بر سر رقیب بدگو را
باعث میل دل به شیفتگان — شد جنون من آن پری رو را
گو اشارت ز ابرو بهم بکرم — نه پی کین شکست ابرو را
خوبیش آمد نکو ولے لایق — خوی نیکوست روی نیکو را

چه حد بنده لاف بندگیش
بنده صرفی نیست آن سگ کو را

عیش را نیست ره به وادی ما — وادی ما و نامرادی ما
بسپریم نقد جان به همت — که جز او نیست اعتمادی ما
شادی ما بناله های حزین — رقص چرخ از سرود شادی ما
مگش از قتل ما ندارد داد — خوش خبر ای منادی ما
عادت ما و خاو مستغنی — یاد ما از امور عادی ما
اعتقاد صفای باطن خم — عمدهٔ پاک اعتقادی ما

صرفی از شیخ کار ما نه گشود
پیر دیر آمده است هادی ما

وه نمیدانم که از ما باز رنجیدی چرا — گر نه رنجیدی ز حال من نپرسیدی چرا
ما گل مقصود خود تا چند از باغ رخت — تو چو گل دامن ز ما از ناز درچیدی چرا
هرچه غیر تست از ان پوشیده ام من چشم دل — چشم لطف از حال راز من تو پوشیدی چرا
مردم از درد و نیفگندی نگاهی سوی من — سوی بیدردان بچشم مرحمت دیدی چرا
غالباً چون غنچه دلتنگ آمدی از صحبتم — ور نه همچون گل بروی من نخندیدی چرا
جام جام از چشم خود خون جگر خوردم که تو — کاسه کاسه می ز دست غیر نوشیدی چرا

در حق ما گر نه گردی گوش قول حاسدان
همچو صرفی زار نالیدیم و نشنیدی چرا

ای که از قول رقیبان گذری نیست ترا — چه عجب گر به اسیران نظری نیست ترا
تا کی آتش بدل سوخته ام خواهی زد — جگر از دود دل من حذری نیست ترا
چه شود گر بنمائی بمن آن روی نکو — که نکوخواه تر از من دگری نیست ترا
جگر خلق جهانی ز غمت خون شده است — نظری جانب خونین جگری نیست ترا
سر نهادیم بپای تو و لی نتوان گفت — که به عشاق چرا هیچ سری نیست ترا
در دلم جای تو و حال من آشفته چنین — عجب است اینکه ز حالم خبری نیست ترا

گذرش بر تو فتد صرفی اگر جان بدهی
بگذر از جان چو ز جانان گذری نیست ترا

درد عشق آمد لذیذ این جان غم پرورد را — دردمندی کو که داند لذت این درد را

می کنم در سینه دردِ عاشقی پنهان ولی — چون کنم یارب سرشکِ سرخ و روی زرد را
ماه من در جستجوی تست هر روز آفتاب — نیست مقصودی جز این خورشید عالمگرد را
کی شود آگه ز اشکِ سرد و آهِ گرم من — چون تو خود هرگز ندیدی هیچ گرم و سرد را
ذره سان خورشید سرگردان تست ای مه بلی — مهر تو تاثیر دارد هر بزرگ و خورد را
عاشق آن نبود که از دنیی و عقبی غم خورد — عشق باید کز دو عالم فرد سازد مرد را

چند بر صرفی جفاها چون شد از غیر تو فرد
این همه تکلیف نتوان کرد مرد فرد را

صفائی می زداید زنگ غم از آئینهٔ دلها — الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها
چه غم گر می دمد صد مشکل افتد بره محبت — که بر مردان راه عشق آسانست مشکلها
نشین در چشم و جا در دل کن و منزل درون جان — که از بهر تو داریم این همه جاها و منزلها
هم از آتش غیرت مرا پروانه سان یعنی — مشو با روی آتشناک هر شب شمع محفلها
جرس وارست دل نالان و مشعل شعلهٔ آهم — که تا ممتاز باشد محمل یارم ز محملها
براهٔ اوست گلها از سرشک ما و امید است — که قالبهای ارباب وفا سازند از آن گلها

دلم می داند ای صرفی که می خواهد دلش قتلم
عجب نبود که دلها را بود راهی سوی دلها

حبیبی ضربةً بالسیف تکفینی تعجلها — که در تاخیر آفات است در آفات مشکلها
چو با وعدهٔ تسلیم جانها وقت دیدار است — ففی الابدان امهلها الی المیعاد امهلها
به صحرای عدم افتاده ام در منزل او را — هنوز اندر رهت زین گونه بسیار است منزلها
روان گر دیده دریائی ز آب چشم خونبارم — چه دریائی که چند دشت بلایش نیست ساحلها
سگان او به فریاد اند ازین محنت که در کویش — برآنها جای بودن گشته تنگ از کثرت دلها
ز آب دیدهٔ اهل وفا گلهاست در کویت — سراسر سرو من مهر گیا روید ازین گلها

به جانان تحفه بجانست چو لایق نیست ای صرفی
الی من یخدم الکتاب الذی فی الباب اصلها

خط کشیدی و شکستی قدر مشک ناب را — وه که زیب از سایه دادی مهر عالمتاب را
ای بهار عالم جمال باغ حسن آراستی — بهر گل رنگین نهادی سنبل سیراب را

چند چون گل هم نشین باشی بهر خار و خسی / تا بکی داری چو بلبل در فغان احباب را
ای در مقصود من بسته سلامم گوش کن / در جواب من دهن بگشای فتح الباب را
نیست بیمار غمت را آرزو قند و شکر / از لب لعل تو خواهد شربت عناب را
شیوه ام مهر و وفا و پیشه ام عجز و نیاز / کس نداند به ز من در راه عشق آداب را
صرفی از اسباب رو سوی مسبب کن مخواه
از پی اسباب عالم عالم اسباب را

بدل آرم خیال گیسوی جانانه خود را / که زنجیری نهم بر پای دل دیوانه خود را
نما رخسار آتشناک و بر جانم بزن آتش / چه عیب است ار بسوزی شمع من پروانه خود را
درون سینه ام دل کرده یاد شمع رخسارت / چراغ افروخت تا روشن کند کاشانه خود را
بخونم تیغ تو آلوده گشتن شرط من حیف است / اشارت کن بقتلم نرگس مستانه خود را
درون خانه از نظاره کوی تو محرومم / به آب دیده خواهم ساخت ویران خانه خود را
ز بیم آنکه افسانه ام کس مایلت گردد / نمیخواهم که نو شهرت دهم افسانه خود را
خیالش در دل چاکت در آمد صرفی از هر سو
ز هر جا پرتو خورشید بین ویرانه خود را

نعمت عشق تو از خوان فلک قسمت ما / نتوان شکر تو گفت ای تو ولی نعمت ما
آب باران بلا بوده و نمناک ره غم / چون سرشته فلک از دست قضا طینت ما
جز به زنجیر سر زلف پری رخساری / نیست در سلسله اهل جنون نسبت ما
خاک راه است شده در آرزوی قد تو ام / گرچه پستیم بلند است بسی همت ما
سخن تلخ بما گفته لب شیرینت / کرده زهر بلا تعبیه در شربت ما
استخوانی ز تن لاغر ما مانده خوشم / که پس از مرگ بر آرد سگت از تربت ما
جذبه بخش آمده هم صحبت ما صرفی
قابلی کو که شود بهره ور از صحبت ما

جان چه خواهد بود تا مانند جان گویم ترا / چیست مانند تو تا مانند آن گویم ترا
ای بقد چون سرو رفتار چون کبک دری / کبک خوش رفتار یا سرو روان گویم ترا
شیوه است ما مهربانی و من اندوه کش / بهر تسکین دل خود مهربان گویم ترا

چون قمر مه نسبتت تو ماند که نسبت با خود نه مهر — من کیم تا این چنین با آن چنان گویم ترا
در زمان حسنت آخر فتنه بر خاسته — می‌سزد گر فتنهٔ آخر زمان گویم ترا
ای بتو من زنده اما زنده پاینده ام — جان عاشق با حیاتِ جاودان گویم ترا

صرفی از عشق نکویان در جهان رسوا شدی
جای آن دارد که رسوای جهان گویم ترا

امید مرهمی هست از خدنگت دل فگاران را — مکن نومید از بهر خدا امیدواران را
چه حاجت شرح حال دردمندان با سگان او — که معلوم است حال دوستداران دوستداران را
عذار خوبرو با نسبت مانند گل رنگین — ولیکن نیست رنگ آشنائی گل عذاران را
غم و درد تو میدانند احوال دل و جانم — که جز یاران نمی‌داند کسی احوال یاران را
سمند ناز را جولان کنان چون جلوه گر گشتی — بخاک راه یکسان ساختی چابک سواران را
چه نزدیک سگ کوی تو یارا اعتباری نیست — کجا در محفل خود ره دهی بی اعتباران را

بگو صرفی به ناصح جرعهٔ در کشش دگر منگر
که خود را بند پا بد کردنت با میکشاران را

دلا تا کی کشی در کوی او آه و فغانی را — سگش آزرده می‌گردد مرنجان بی زبانی را
نه دادی آب تیغ خود بحلق خشک یک تشنه — ندیدم در جهان مانند تو نامهربانی را
خط شبگون بر آوردی و کردی عالمی تیره — پریشان ساختی زلف و بر آشفتی جهانی را
زخواب ناز تا آن نرگس خونخوار بگشادی — نماند آسایشی در هیچ قالب هیچ جانی را
بخاک کوی بت افتادم و لی انجا نمی‌خواهد — رقیب ناتوان من تو چون من ناتوانی را
گمان دارد که جان ابسپار مستی بی تیغ خونریزش — نمی‌دانم چه باید کرد یارب بدگمانی را

نماند اصلا نشان نقش من بر صفحهٔ هستی
چسان جوینده صرفی بیابد بی نشانی را

فرمش کردم که شود یار ز اغیار جدا — چه کنم چاره که نبود ز من زار جدا
گر شب مرگ جدا جان ز تن افتد چه عجب — غم از آنست که افتیم ز دلدار جدا
از غم هجر تو صد گونه شکایت دارند — دل خون گشته جدا دیدهٔ خونبار جدا
ترسم آخر ز من زار جدا خواهی شد — که شود جان ز بدن عاقبت کار جدا

بار اندوه جدائی و من محنت کش — وه که افتاده ام از دوست بیکبار جدا
چند بینم در و دیوار نه بینم دیدار — در جدا گریه کند بر من و دیوار جدا
گویی از غیر جدالیش کنم اما صرفی
بحکایت نتوان کرد گل از خار جدا

تا خیال تو بود همدم و همخانه ما — نتوان از اجل آمد سوی کاشانه ما
عیب دیوانگی ما چه کنی ای عاقل — دانش آموز خرد شد دل دیوانه ما
ما که ویرانه نشینیم بسی معموریم — گنج بر گنج فتاده است به ویرانه ما
عاقبت چون بسر منزل ما ره برده — رهبری غیر بلا نیست سوی خانه ما
حاصل ما شده از کشت وفا دانه اشک — طایر قدس غذا یافته از دانه ما
چاره مذهب همه گر بنگری ای مفتی شهر — هست یک مسئله مشرب رندانه ما
سا رنج بیهوده مکش چون نرسد ای صرفی
دست ادراک تو در دامن جانانه ما

سایه انداخته است بر سر ما — سرو من مد ظله ابدا
دیدم از وی وفا در آخر عمر — شکر لله که عمر کرد وفا
آمد و جا گرفت در دیده — وه که این آمدن فتاد بجا
دل صفا یافت دیده شد پر نور — در قدمهای اوست نور و صفا
اثر دانه سرشکم بین — که بدام از آن فتاد هما
خال مهر و خط وفا آمد — بر رخ حسن او بسی زیبا
همدمم شد اگر چه خود عجب است — که کند شاه همدمی به گدا
پرسشم کرد با ادای نکو — زیبد از اهل حسن حسن ادا
پا بچشم نهاد ای صرفی
وه که آزاده گشت آن کف پا

بسکه روز و شب خیال اوست در خاطر مرا — نسبتی دارم که گویا اوست خود حاضر مرا
ایکه با صد پرده پنهان بود از چشم دلم — زو گر پنهان کرد و چه آن نشد ظاهر مرا
همتم در باخت نقد هر دو کون از بهر او — پیش او شرمنده کرد این قامت فاخر مرا

ملتِ عشق است دینِ من ندارم هیچ باک
گر بگوید نامسلمان واعظ کافر مرا

دردمندان را براه عشق آخر مرد نیست
منزل اوّل درین راهست آن آخر مرا

جان به هجران دادم و هرگز نکردم شکوهٔ
با وجود آن همه گویند ناصابر مرا

صرفیا دیوانهٔ وارسته از جان و جهان
نادر است امّا توان گفت اینچنین نادر مرا

خامهٔ عشق رقم کرد غم دلبر ما
گشت بر صفحهٔ دل تیر بلا مسطر ما

شب ما تار ز طلوع مه من باد گران
طالع ما نگر و خاصیتِ اختر ما

چند پامال رقیبان سر ما خواهد بود
گو بزن تیغ و ببر این همه درد سر ما

بسکه در سنگ بلائیم گران بار شده
هست در وادی غم کوه بلا پیکر ما

دل ما برد و ز ما گشت جدا غمزه زنے
وه نه دلبر بر ما ماند و نه دل در بر ما

شکر لله که فراغت ز حوادث داریم
تا سوے ملکِ قدم عشق شده رهبر ما

تا خیال لب او همدم ما شد صرفی
زنده روح القدس است از دم جانپرور ما

ماه روئے که منور شد ازو خانهٔ ما
گنج حسن است که جا ساخت بویرانهٔ ما

از پئے پرسش ما اهل جنون آمده یار
زان پری روی پری خانه شده خانهٔ ما

تا بکاشانهٔ ما ساخته جا حوروشے
غیرت روضهٔ رضوان شده کاشانهٔ ما

دل گرفته ز لبش کام خود این عجب است
که پری گرد مسخّر دل دیوانهٔ ما

دانه را اشک چه صرفی ز غمش ریخته ام
مرغ وصل آمده مایل بسوے خانهٔ ما

هر کجا مے بینم آن چابک سوار مست را
دست و پا گم مے کنم از پا ندانم دست را

زیر پائے تو صنوبر مانده همچون سبزه سر
سرو من پامال کردی هر بلند و پست را

واعظ از بیدینیت بر من ملامت مے کند
محتسب گر مے خورد معذور دارد مست را

عشق تو گر بود نابود جهانش باک نیست
هست سازد نیست را و نیست سازد هست را

ناوکش بر دل رسید ای صرفی از جان در گذشت
وه چه شست است این دل و جانم فدا آن شست را

ترحم کن بحال بیدلان خود ستمگر را | چو دل بردی ز دست ما بدست آور دل ما را

اگر گجرات منزلگاهش می بینی نخواهی | کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلی را

غلام هندوی خالت شوند ابشوخ گجراتی | گر انصاف است خوبان سمرقند و بخارا را

بشهر احمد آباد است در هر کوچه بازاری | ولیکن نیست جز سودای خوبان اهل سودا را

برو در احمد آباد و بهر جانب تماشا کن | اگر خواهی که بینی دلبران ماه سیما را

تماشای بتان احمد آبادم تمنا بود | بحمد الله که ایزد کرد حاصل آن تمنا را

درافشان حشمت ای صرفی است خاتمیت چو حافظ
که بر نظم تو افشاند فلک عقد ثریا را

ای دل من در خم زلف چو چوگان شما | همچو گو سرگشته کوی زنخدان شما

تا پریشان شد بران روی چو مه زلف سیه | شد پریشان حالم از زلف پریشان شما

لعل تو در می فشاند با رقیبان و مرا | دیده گوهر بار از لعل درافشان شما

سامری در ساحری استاد وقت آمدی | او در این مکتب بود طفل سبق خوان شما

خنده شیرین تو هر گریه های تلخ من | گریه تلخم ز شوق لعل خندان شما

چون بمیرم از غم آن قد الهی حشر من | باد زیر سایه سرو خرامان شما

صرفی بیدل در آن کو زار می نالد که هست
بلبل دستان سرای باغ و بستان شما

سحر که باد بر آشفت زلف یار مرا | چو زلف یار بر آشفت روزگار مرا

اگرچه بود مهی در کنار من نگرید | پر از ستاره اشک این زمان کنار مرا

چو نیست سرو ترا باغبان رخی از گل | چه نسبت است با و سرو گل عذار مرا

چرا کشید بقتلم دلت چو نالیدم | اگر نبود اثری ناله های زار مرا

چو جان بغمزه زد و را در تنم قراری نیست | بغمزه بستان جان بی قرار مرا

باب اشک سیاهی ز دیده ام همه رفت | سفید ساخت غمت چشم اشکبار مرا

اگر چو خاک براهش فتاده ام صرفی
چه غم ز خاک ره خویش شهسوار مرا

دعای بردار ز دل غم محبت را | دعای ما برساند اهل دعوت را

چو بار عشق بدعوت نخواهم از سر ماند / چرا کشم بتوای شوخ بار منت را
توجه دل اسم مرا نیست قبله جز یک ذات / نگر برای خدا این علو همت را
ز دست عشق که سیف الله است شمشیرش / هزار چاک بدل ز مره سخریمت را
مدد مخواه ز سیفی و بردو سیف الله / که بر سرت ز ندایں سیف تیغ رجعت را
بپوش کسوت رندی ز دست پیر مغان / برآور از سر خود خرقهٔ مشیخت را
بتی که غارت ایمان و دین صرفی کرد / خراب ساخت بیک غمزه ملک و ملت را

مه من نازنین را ساخت اشکم پرده کوکبها / زمین بحث کواکب می‌کند با آسمان شبها
گرفتم مشرب عشق و پشیمانی ز اوقاتی / که صرف مدرسه کردم بقیل و قال مدتها
برون ناآمده تیغ از غلاف جانستان من / اسیران غم عشقت تهی کردند قالبها
نه مقصودم لب جامی و نه مقصد لب جویی / ازین لبها چه حاصل گر نگیرم کام زان لبها
ز سوز عشق دارم صرفیا هر شب تبی دیگر / نمی‌دانم چه می‌سازم که میسوزم ازین تبها

بگردون می‌رسانم ناوک آه و فغان شبها / فلک سوراخها دارد ازان ناوک بکوکبها
چه تاثیر است سوز سینه ام را نگاهی همدم / که تا هم بر زبان میگیری و میسوزدت لبها
منم در میکده مجنون بهامون کوهکن در کوه / بلی عشاق را آمد تفاوتها بمشربها
شب هجران که من دست دعا بر آسمان دارم / ملایک را بتنگ آوردم از فریاد یاربها
حیات بیدلان وابسته با یار است ای صرفی / چه سر رشتست اینکه می‌بینم بیک جان زنده قالبها

گل که لاف خوبیت زد باغبانش بارها / زین گنه بربسته گردانید در بازارها
پیش تو گل سرکشد از ناز و خنجرها شدند / از برای پاره پاره کردن او خارها
کی بود بر خاطر نمگین گرانی از توام / گرچه هست از کوه اندوهم بدل بارها
چون نمی‌خوانی تو تا کی حال من خواهد نوشت / خامهٔ مژگان ز خون بر صفحهٔ رخسارها
سینه پر چاک و جگر پر خون و دلها پیشم نشست / از تو من آزرده کی گردم بدین آزارها
سرو قدانرا ببین مانند شاخ گل همه / هر طرف گلها زده بر گوشهٔ دستارها

نقل در دست چپم نہ جام می بدست راست
جز بہر دو دست صرفی کے کند ایں کارہا

ناصحا تا کے براہ عقل بے خوانی مرا — من ہماں دیوانہ عشقم کہ میدانی مرا
ہر من غم دیدہ کار عاشقی دشوار نیست — بلکہ در دشواری عشقست آسانی مرا
چوں بہ وصلش زندہ ہستم تا نباشد فرقتش — ای اجل خوں ریختن تنہا تو نتوانی مرا
یک در نظارہ حسن تو تنہا ماندہ ایم — مانع عرض غم خود گشتہ حیرانی مرا
منت ایزد را کہ آب تیغ بر موج تو ساخت — پاک از آلایش لذات جسمانی مرا
کارم از زلفت پریشانست حالم ہم ولے — موجب جمعیت آمد ایں پریشانی مرا

تا بکے صرفی سلوک راہ خواہم جذبہ
تا کند باقی بجانان وز خود فانی مرا

ہر کہ چوں من غم شیریں پسر آنست اورا — چہ غم از طعنہ تلخ پدر آنست اورا
شیخ با ایں فش و دستار سخن کے شنود — کہ ز عمامہ خود گوش گرانست اورا
ہر کجا پا نہد آں سرو رواں از سر ناز — فرش رہ دیدہ صاحب نظرانست اورا
وہ ندانیم کہ در خاطر او چوں گذریم — گوشہ خاطر اگر باد گرانست اورا
گرچہ خوں شد جگر خستہ دلاں از غم او — حاش للہ غم خونیں جگرانست اورا
نیست جز خاک رہش تاج سر پادشہاں — بلکہ پامال سر تاجورانست اورا
شیخ باشد عسلی نوش ولے چوں صرفی — کام تلخ از الم لب شکرانست اورا
جاں ستانیش بحدیست کہ خالی ہنوز — ماندہ در جان بدنے چشم بر آنست اورا
ذرہ کہ با کوئے عشاق در آمد بگداز — غالباً آرزوی سیمبرانست اورا

خاک شد صرفی و بر باد فنا رفت ہنوز
چشم حیرت سوی خوباں نگرانست اورا

خواست چوں ایزد بلائے عام را — آفرید آں فتنہ ایام را
ہر یکے خواہد نگارے کام بخش — من نمے خواہم جز آں خودکام را
جلوہ گر بینش چہ سرو و گل است — بنگرید ایں شکل و ایں اندام را
ہست بیم تہمت بدنامیش — زاں نمے پرسد من بدنام را

وام صد جان کرده ایثارش کنم | دل کند زان لب ادای این وام را
بسکه دل در اضطراب افتاده است | نیست آرامے درو آرام را

صرفی انعامیست از و نازهی است
جان بده شکرانهٔ انعام را

گر بعالم اندکے ظاهر شود از درد ما | کس نماند زنده جز جسم بلاپرورد ما
شمع خورشید است در فانوس چرخ نیلگون | تا پناهش باشد از آسیب آه سرد ما
اشک سرخ و روی زرد و تا نه پنداری حقیر | کامده زیب عروس حسن سرخ و زرد ما
تند باد غم تن زار مرا از جا برد | مانده در زنجیر بلا خاشاک باد آورد ما
ما بنرد عاشقی کونین را در باختیم | نرد بازیم و دل و جان کعبتین نرد ما
جای ما والاتر است از نه رواق آسمان | همت ما هم نخواهد بود جز در خورد ما

صرفیا خاک ره چابک سواری گشته ایم
دیده های اختران را سرمه هست از گرد ما

زمین مکه جا آن مه جبین را | شرف بر آسمانست آن زمین را
بنازی غارت یک جان اگر کرد | بصد جان بنده ام آن نازنین را
چسان امشب کسے با من نشیند | که سوزد من بسوزد همنشین را
بکفر عشق جے آورد ایمان | زبانے گر خرد امید از دین را
چه میدادم باد گر جانے بود | هزاران آفرین جان آفرین را

براه جستجوی دوست صرفی
چو شک دیدیم سرگردان یقین را

سنگ گنه بشیشهٔ طاعت زدیم ما | نیکند اهل عالم و تنها بدیم ما
مست ابد شدیم به میخانهٔ شهود | صبح ازل چو یک دو سه جامی زدیم ما
زاهد بکفر عشق مسلمان کاملیم | اما بدین ناقص تو مرتدیم ما
رسوائی شراب کشان را حدی بود | رسوای شهر گشته بیرون از حدیم ما
تا از حجاب کثرت و همی بر آمدیم | فارغ ز زشت و خوب و قبول و ردیم ما
در کوی زهد پای نهادیم مطلقاً | سوی شراب خانه ز سر آمدیم ما

صرفی ز عقل وسوسه اندیشه رسته ایم
از مستی شراب یقین بیخودیم ما

جان اسیر محبت است مرا | دل گرفتار محنت است مرا
نیستم فارغ از غم خوبان | کز فراغت فراغت است مرا
یادگار بتان لاله عذار | داغ اندوه و حسرت است مرا
هست طوق وفا بگردن من | به سگان تو نسبت است مرا
تا سرم شد چو خاک پامالت | بر فلک پای رفعت است مرا
جان زار مرا ز من بستان | که بجان از تو منت است مرا

غم واندوه عشق او صرفی
مایهٔ عیش و عشرت است مرا

ای دل از یار خود امید وصال است ترا | تو و امید وصالش چه خیال است ترا
من آشفتهٔ زلف تو پریشان حالم | هرگز ای شوخ نگفتی که چه حالست ترا
چه عجب گر رخ خوبت مه ابروست هلال | عجب است اینکه دو ماه و دو هلالست ترا
خاک راه تو سر اهل نیاز است ببین | ای که پیوسته سر غنج و دلالست ترا
ترک من شیوهٔ تو فتنه گری آمد و بس | باعث فتنه مگر هندوی خالست ترا
حد ما نیست که وصف رخ خوبی تو کنم | حسن و خوبی همه بر وجه کمالست ترا

گر بغیر رخ نیکوی بتان ای صرفی
چشم خود باز کنی عین وبالست ترا

چه غم گر نه دلبر بود باوفا | جفا زیبد از یار و از ما وفا
نگار مرا آنچه گوئی همه | ز اسباب خوبیست الا وفا
من بیدل از جور جانکاه او | نه ترسم که دارم جهانها وفا
بسی لذت از جور او یافتم | ز خویشش ندارم تمنا وفا
باغیار یار جفا پیشه ام | علی الرغم من کرده عمداً وفا
چنین کان جفا و ستمکاره است | مرا چاره مردن بود با وفا
وفاداری از خوبرویان مجو | به ملک بتان نیست پیدا وفا

بکویش وفا داریم را چه قدر | که از ازل متابعت انجا وفا

ز راه ازل تا ابد بیشتر
بود صرفی از دعوایش با وفا

اگر خواهی که دریابی ثواب عید قربان را | بقتل دردمندان نیز ترکی تیغ مژگان را
بقتل ما بکش تیغ و بنه بر جان ما منت | به زخمی کن خلاص از بند محبوسان هجران را
نه گشتی گوسپندی و نه کردی بندهٔ قربان | مگر کمتر ز حیوانی چنین دانستی ایشان را
نهانی ریخت خونم نازنین ای از بادهٔ حسنت سرخ | ز مستی کرد ظاهر چشم تو آن خون نهان را
بقتل دردمندان ترک حسنت میکند فرمان | اطاعت میکند آن غمزهٔ خونریز فرمان را

به تیغ غمزه خونم را بریز ای ترک عاشق کش
به تیغ کین مکن بسمل صرفی رقیبان را

شادی از بهر چه آمد بحریم دل ما | که نه ما قابل اوییم و نه او قابل ما
دانشست منزلی بحریم دل ما سود است | بیش از اندم که شود عالم دل منزل ما
خلق گوینده که از رنج شود حاصل گنج | گنج وصل تو بصد رنج نشد حاصل ما
لاله‌سان باز بصد داغ برآییم ز گل | گر فتد سایه آن سرو روان بر گل ما
غرق دریای بلاییم ز چشم تر خود | غیر دشت عدم انجا نبود ساحل ما
قتل ما گر کنی از تیغ تو بر جان منت | مشرف ماست که گویند ترا قاتل ما

جای در دیدهٔ ما ساخت و لیکن صرفی
پردهٔ چشم تو شد از دیدن او حایل ما

پیرهن صد پاره بنگر چون دل پر خون مرا | هم درون گشته خراب از عشق و هم بیرون مرا
دل خم عرفان و پر عشق افلاطون او | حل اصطرلاب هستی کرد افلاطون مرا
چون انه شیرین بود دنی لیلی به حسن یار من | خوش نمی آید لقب فرهاد یا مجنون مرا
در کتاب عشق وصف تیر دلدوز تو بود | ساخته خاطرنشان پیکان این مضمون مرا
گریه‌ها کردم پی تسکین سوز دل ولی | شعله‌های دل ز آب دیده شد افزون مرا
آن پری را در رام نتوانم ما بلی خود ساختن | چشم جادویش اگر تلقین کند افسون مرا
چند میگویی مرا صرفی که چونی در غمش | حالتی دارم که نتوان گفت چند و چون مرا

یاری از یاران توقع بود روز غم مرا — جز اجل ننهاد کس بر ریش دل مرهم مرا
هر دم من شعله‌ای از آتش سوزنده است — وه چسان یارب تواند شد کسی همدم مرا
هست سر تا پا همه داغ سیاهم بر بدن — در غم هجران همین بس جامهٔ ماتم مرا
درد خوارم از تکلفهای رسمی فارغم — از مقال خود قدح بهتر ز جام جم مرا
در وفاداری بدان سگ نسبتی دارم ز رقیب — از فضولی تا یکی بینی بجستم کم مرا
گرد رخسار تو افتد پرتوی بر دیده‌ام — چشمهٔ خورشید گردد دیدهٔ پرنم مرا
صرفیا در عالم دیگر فتاده‌ام از غمش
ساخت فارغ عالم غم از غم عالم مرا

زخار خار تو بر دل بماند خار مرا — بگشت باغ و تماشای گل چکار مرا
زعشق تو دل چاک چاک من صد داغ — کنون چگونه کشد دل به لاله زار مرا
بهار آمد و جز داغ آتشین غمت — گلی دگر نشگفته است در بهار مرا
ز خار خار تو جان گرچه میرود ز تنم — ولی نمیرود از سینه خار خار مرا
چو نیست مثل منت بلبل غزلخوانی — مران ز باغ خدای سرو گل عذار مرا
حیات خویش چسان بی تو اختیار کنم — بدست خود چو نمانده است اختیار مرا
همیشه جا به در یار خواهم ای صرفی
ولی به پیش سگانش چه اعتبار مرا

ما سراسر همه تن آتش و دل اخگر ما — صیقل آیینهٔ روح ز خاکستر ما
عجب است اینکه اگر صورت ما را نکشند — سوزد از آتش دل خامهٔ صورتگر ما
جان ما را به بلا عشق چنان پرورده — که شد عین بلا جان بلا پرور ما
زین همه آب که از دیده رود موج زنان — نرود نقش تو از صفحهٔ چشم تر ما
این رخ زرد خراشیده نه از خار غم است — سکهٔ پادشه عشق بود بر زر ما
شمع بزم ملکوتیم ز سوز غم عشق — چرخ پروانه صفت گشته به گرد سر ما
شاهباز هوای جبروتیم ولی
صرفی از آتش دل سوخته بال و پر ما

وه چه خوب است اینکه اندازی به بندهٔ دیرینه را — همنشین خویش کردی دوستان دیرینه را

خود جداست راچه یار ای مصاحب تو دہی　　گر نسازد عکس رویت آدمی آئینه را
منکه شب تا روز حیران توام عیبم مکن　　من نمیدانم تفاوت شنبه و آدینه را
جا ندارد در دلش مهر از کمال نازکی　　وه نمیدانم چسان گنجد درانجا کینه را

داشتم صرفی نهان در سینه غمهای بتان
ساختم گنجینهٔ اسرار صحن سینه را

هم خانه نشد کس که زهم خانگی ما　　دیوانه نگه دید بدیوانگی ما
فرزانه کسی هست که دیوانهٔ عشق است　　دیوانگی ماست ز فرزانگی ما
ای عقل مزن طعنه اگر خانه خرابیم　　کم نیست ز تعمیر تو ویرانگی ما
ای شمع که پروانه ات از آتش عشقیم　　حسن تو بیفزود ز پروانگی ما
چون خیل بلا بر سر عشاق بتازد　　ببینند درآن معرکه مردانگی ما
دل برد ز ما شوخی و بیگانه شد آخر　　یارب غرضش چیست ز بیگانگی ما

صرفی بدرش جای گرفتیم و لیکن
دارد سگ او ننگ ز همخانگی ما

گر بی گل رخسار او بینیم سوی گلزارها　　یارب که هر شاخ گلها شود در چشم من چون خارها
ای پندگوی بوالفضول از پندهایت من ملول　　کارم بلب کردن قبول اما بدل انکارها
ای دلبر کافر نشان بگشاده زلف از آن　　تسبیح های زاهدان گشته همه زنارها
چون سرو گل رخسار من در جلوه آمد غمزه زن　　از شرم شد سرو چمن پنهان پس دیوارها
سوز رخ او در جانم کند رگهای جانرا بر کند　　زخمیکه مطرب میزند بر زخمه او بر تارها
ای آنکه تیغم میزنی و ز تن سرم را افگنی　　گر زنده یک بارم کنی بهر تو میرم بارها

آواره ام کرد از وطن زد راه عقل و دین من
صرفی هنوز آن غمزه زن با بنده دارد کارها

خوبان صهبا نوش را گلگون ز می رخسارها　　از رنگهای عارضی حسن تو دارد عارها
زینسان که بر میکده بانگ صلائی می زده　　بینیم رهین می شده زهاد را دستارها
دیوارهای کوی او شد حایلم از روی او　　اشکم برد کوسوی او ویران کند آن دیوارها
از درد و غم صد کاروان کرده فراق او روان　　در کلبهٔ ما بیدلان هر یک گشاده بارها

گردون برید تارها از پنبهٔ داغ بلا | تا آنکه سازد بارها پیراهنی زان تارها
ناوک تر از نسرین تنت وز برگ گل پیراهنت | عشاق را از گلشنت در دل خلیده خارها

گل منفعل از روی تو سرو از قد دلجوی تو
بلبل چو صرفی سوی تو رو کرده از گلزارها

گر سرو من رود به هوای تو سر مرا | حاشا که این هوا رود از سر بدر مرا
خاک ره اجل تن من گردد و هنوز | باشد سر نیاز بران خاک در مرا
ناصح حدیث تو چو بیک گوش من رسید | در دم گذشته رفت ز گوش دگر مرا
جانم ز دل به شکوه که تنها تو بیشتر | رفتی به زلف یار نه کردی خبر مرا
من آتش غم تو نهان داشته بدل | وز سوز دل گداخته جان و جگر مرا
گر دور از و به ملک عدم منزلم بود | خواهد هنوز خاطر او دورتر مرا

شهباز آشیانه ما اوج محتشم
صرفی ز شوق و ذوق بود بال و پر مرا

می پرستان برصوابند اهل تقوی برخطا | نیک دانستن خطا را بدتر است از هر خطا
نیست ترک بادهٔ گلگون روا در هیچ وقت | باده ناخوردن بوقت گل خطائی برخطا
مذهب من مشرب رندی و میدانم یقین | مذهب خود را صواب و مذهب دیگر خطا
اجتهاد عشقبازان برصواب آمد همی | مفتیان شهر فتوی داده اند اکثر خطا

در خطا افتاد هشیاری که مست می نشد
صرفیا هشیار باشی تا نیفتی در خطا

قضا روزی نکرد از خوان عشقت جز جگر ما را | بحمد الله که روزی از قضا شد اینقدر ما را
صلاح دین را ای رفیق از ما چه می پرسی | نه از دنیاست نی از آخرت هرگز خبر ما را
اگر صد بار در یک لحظه می بینم رویش را | بهر دیدن در آید حسن دیگر در نظر ما را
چو با خود کرده ایم آن آفت جان را بدل منزل | چه می فرمائی ای ناصح ازین آفت حذر ما را
بدین یک عمر نتوان کرد شرح جمله غم هایت | که می باید به شرح هر غمی عمری دگر ما را

چو صرفی گاه در دیریم و گه در خانقه یارب
مکن دور از در خویش و نگه دار در بدر ما را

چگونه با تو رساند کسی سلام مرا　　چو پیش تو نتوانند برد نام مرا
بیا ز نامه نوشتن چه حاصلم ای قاصد　　ولی رسان بسگان درش پیام مرا
ز هجر جور و جفای کشیده ام که مپرس　　وصال کو که کشد از وی انتقام مرا
حیات آب سرشکم بدیده دانی چیست　　بزم عیش نگون کرده اند جام مرا
عجب که روزم ازان آفتاب گشته سیه　　لب شکر شکنش تلخ کرده کام مرا
به تیغ ناز چرا نیم بسملم ماندی　　تمام کن بخدا کار ناتمام مرا
تنش چو نقرهٔ خام است من بجان مایل　　نه کرده آرزوی او خیال خام مرا

درود آب نسیما دو دیدهٔ صرفیست
درود من برسان سرو خوش خرام مرا

لطفش بقتلم سعی کرد آن غمزهٔ خون ریز را　　یارب ندانم چون کنم آن لطف قهر آمیز را
در کوی جانان رفته ام پا کرده از سر جان بدست　　اما ز بس نالایقی رد کرد دست آویز را
خاکست مشک و مشک خاک آنجا که باد صبحدم　　بگشاده وا فشانده کرد آن زلف عنبر بیز را
پیوند بهر کشتنم تیغ رقیبان ترک من　　گر بسملم خواهی بکش از غمزه تیغ تیز را
زاهد چو دید مغبچه در جلوه مست می شده　　بر سنگ فرش میکده زد شیشهٔ پرهیز را
گردد رقیب من اگر باشد بعالم زنده　　رخصت بقتل عام کن چشم بلا انگیز را

صافی ز سر برخاسته در بالینش افتادم ولی
قدرم چه داند چون ندید آن شوخ آفت خیز را

زاهد مرنج آن نیستم که گذارم نماز را　　ور خود گذارم آن نگذارم نیاز را
صبح وصال دور و شب هجر بس دراز　　یارب چه سازم این غم دور و دراز را
خون شد دل از نهفتن راز غمت ولی　　چون نیست محرمی بکه گویم راز را
دارم هوس که جان بغم عاشقی دهم　　خواهم درون سینه غم جان گداز را
ما را به تیغ هجر مکش ورنه ترک من　　خود گو که هر که میزنی آن تیغ ناز را
چون در بلای عشق تو بیچاره گشته ام　　جز تیغ تو نیافته آن چاره ساز را

صرفی مراد عشق مجازی چه مانعی
بیرون ندیده ام ز حقیقت مجاز را

ساقی بتجمل خم گیتی ستان نما | کم نیست ساغر تو ز جام جهان نما
بکشای پرده از رخ و با طالبان حق | زین آیینه جمال الهی عیان نما
حالم ز هجر زار و من از درد ناتوان | لطفی بحال زار من ناتوان نما
جانم بلب رسید و ترا هیچ رحم نیست | رحمی بحالم ای مه نامهربان نما
جان بخشی از مسیح گهی بود و گه نبود | این شیوه را تو از لب خود جاودان نما

جان تحفه ایست لایق درگاه پیر دیر
صرفی بدان جناب توجه بجان نما

بدست صفحهٔ دل نامهٔ محبت ما | ز داغ عشق بران نامه مهر حجت ما
خدای خیر دهد عاقبت به نیت خیر | که زیر پای تو جان داد نیت ما
بغیر قطرهٔ خونی که دیده افشاند | برون نیامده لعلی ز کوه محنت ما
هزار پاره شود سنگ و خون از و بچکد | اگر برو بنویسند نقش صورت ما
چو داغ بندگی عشق بر جبین داریم | بهر دو کون همین بس نشان دولت ما
به بیستون بلا کوه کن صفت مردیم | ز کوه محنت عشق است سنگ تربت ما

پی کشیدن بادهٔ بلای او صرفی
ز قوت خون جگر حاصلست قوت ما

ز خوی بد چه تفاوت رخ نکوی ترا | که گرد شعلهٔ حسن تو گرم خوی ترا
سیاه روئی من نیست جز ز بخت سعید | که شد نقاب سیه آفتاب روی ترا
وجود نافهٔ ناف غزال صورت بست | چو در خطا و ختن برد باد بوی ترا
رقیب را ز سر کوی خود بران و بکش | که حرمت حرم کعبه است کوی ترا
بدل چگونه تصرف کند هوای کسی | چو ملک دل همه ملکست آرزوی ترا
ز فتنه های تو در قبض جان ما ستادی | قبول کرده اجل چشم فتنه جوی ترا

سبوی باده شکست آن چنان که ای صرفی
پیاله ایست خم آسمان سبوی ترا

ای نصیب از تو غم و درد و بلا احباب را | بهر قتل ما چه سازی مختفی اسباب را
ای ز تاب باده گلرنگ روئین پر عرق | طعنه زد روی عرقناکت گل سیراب را

قطره قطره دمبدم از دیده ها خون میچکد
تا غم عشق تو خون کرده دل احباب را

شیوه جز پاسبانی بر سر کوی تو نیست
شب همه شب مردمان دیده بے خواب را

نیست مهرو ئے که انکارش سخن وی بود
کی توان منکر شدن خورشید عالم تاب را

مردم چشمم چو ماهی غرق آبست از سرشک
دیده پر کام از خیال زلف تو قلاب را

چند در د سر کشد صرفی ز عقل حیله جو
ساقیا بهر خدا در ده شراب ناب را

حیات سرمدی از عشق رو نمود مرا
اجل بیا که اگر خواهی آزمود مرا

ز سنگ او است تنم نیلی و بس است همین
بروز ماتم غم جامه کبود مرا

ز بیم آن که بگویند دلربای منش
دلم ربود و ازان گو براند زود مرا

به تیغ غمزه خلاصم ز بار سر کردی
ز بس تغافلت امید این نبود مرا

غم تو غارت سرمایه حیاتم کرد
خلاصی ساخت ز فکر زیان و سود مرا

چو دیده ام رخ او را ندیده بود هنوز
بحیرتم که چسان دل ز کف ربود مرا

هزار شکر که مردم بعاشقی صرفی
چه مردنی است مبارک که جان فزود مرا

هوا بت از عدم آورد در وجود مرا
وگر نه آرزوے آمدن نبود مرا

شب وصال چسان عرض حال میکردم
بیک نگاه چو چشمت ز خود ربود مرا

به تیغ غمزه نکشتی و راندی از پیشم
دل تو خواست بکام دل حسود مرا

بسجده سر بنهم گر تو قبله ام باشی
وگر نه بهر چه باشد سر سجود مرا

بسینه چاک ز شمشیر شوق او دارم
بروے دل در دولت از و کشود مرا

وجود چون تو الست گشت رهبر من
عدم به زاویه عشق رهنمود مرا

غرض از رستنم مرزنست و غم زو
وگر نه صرفی ازین زیستن چه سود مرا

ره فراق تو بخت سیه نمود مرا
نشان ز آتش جانسوز داود مرا

چگونه قصد دلم کرد پیش ز ایجادم
مگر بعالم ارواح دیده بود مرا

گشاد لعل شکر بار را بدشنامم
هزار شکر که دلدار من ستود مرا

چو بر جبین من از خاک راه او اثری است　　ملک چرا نکند قبلهٔ سجود مرا

زیاده از غم و اندوه او چو ممکن نیست　　جفای دوست چه خواهد که در فزود مرا

بیاد او دم قتل آمدم پس از عمری　　بزعم خود مه من یاد کرد زود مرا

بوصل یار که آخر رسیدم ای صرفی
بصد هزار بلا اول آزمود مرا

چو گشت ز آتش شوقت جگر کباب مرا　　چرا ز لب خویشم دهی کباب مرا

همیشه کلبهٔ من تا به کی بود تاریک　　گه از دریچه گه از در چو آفتاب مرا

ز یک گره که دران زلف پر خم و پیچ است　　فتاده در رگ جان صد هزار تاب مرا

کجا روم به کجا باشم ایزمان چه کنم　　که ز آب دیدهٔ نمناک شد خراب سرا

بگیر جای که آب چشم خود صرفی
ز بعد مردن خود کو بروی آب مرا

برین در مانده چون خاکم نگارا　　برین در بی مانده رحمی کن خدارا

کشادند اهل بینش حلقهٔ چشم　　پی نعل سمندت شهسوارا مرا

بجانم از غم پنهانست اما　　نمی خواهم که گردد آشکارا مرا

بمژگان نرم نرمت نشد دل　　چه خار تر رود در سنگ خارا

اگر خواریم در کویت چه باک است　　ولیس الذل للعشاق عارا

نصیب من ز گلزار جمالت　　نشد جز خار حسرت نوبهارا

ترحم کن که چون صرفی درین باغ
نیابی عندلیبی گلعذارا

چو گفتمش از سر وعده ات نداد مرا　　بخنده گفت که آن خود کجاست یاد مرا

خدایرا بکشش آن تیغ تا ودیعت جان　　سپارمش که برو هست اعتماد مرا

اگر نه شمع من افروخت آتش حسنت　　بدل شرارهٔ عشق از کجا فتاد مرا

بخاطرش که بود روزیم ز خون جگر　　بخاطرم که جز این روزی مباد مرا

بنامرادیم امروز نیست شهرت و بس　　لقب ز روز ازل گشته نامراد مرا

چراغ از بلا ساخت مادر دهرم　　اگر نه بهر همین مصلحت نزاد مرا

غمش بشارتِ مرگم رساند ای صرفی
بشارتی که غمش داد کرد شاد مرا

نسبتی با لاله نبود آن رخ گلرنگ را
هست در غنچه سخن با آن دهان تنگ را

در مقام مطربا بزم طرب بی او منه
ورنه ز آه آتشین سوزم رباب و چنگ را

گر بسوی خویشتن خوانی مرا از راه لطف
قطع خواهد کرد در یک لحظه صد فرسنگ را

طعن مردم چند بنما روی تا بینم ز عشق
مثل خود بدنام و رسوا اهل نام و ننگ را

عاشقان هرگز نترسند از رقیب رزم‌جو
کی بود باک از عدو مردان روز جنگ را

ساقیا آیینه دل تیره از زنگِ غم است
کیست غیر می که بزداید از آن این زنگ را

باطنت نادیده خورد از ظاهرت صرفی فریب
ای نهاده در بر سیمین دل چون سنگ را

حُبّت حبّاً سلبت قلباً غلبت شوقاً فوصلی سلنی
که می تواند خبر رساند بآن پری وش ز حالت ما

چه گویم احوال خود عزیزان که خوار و زارم بکنج هجران
ملیت حزناً حزنت هجراً هجرت فمن سعی انهانا

حبیب من تا کی بنالم که نیست چون من کسی بعالم
سقیم هجر عدیم صبر کثیر بلوی قلیل شکوی

سلبت عقلی نهبت قلبی فانت خلی وانت حبی
به خوبرویان دیگر اکنون چه کار دارم تو خود بفرما

جرت دموعی علی خدودی فهذه بالهوی شهودی
گواه حالم ببین رحمی بحال این دل شکسته فرما

ز عشق زاهد کناره گیرد دل من آنرا بجان پذیرد
فمثل سم علیه مرّ و من اری الیّ احلی

بسی چو صرفی بکنج هجران قتیل شوق و مریض هجران
فبالوصال حیوة قتلی و باللقاء شفاء مرضی

آنکه از تیغ اجل خنجر ناز است او را
چه غم از کشتن ارباب نیاز است او را

کس چه داند که در آن چین جبین چه سر است
ناز خون ریز مگر محرم راز است او را

دارد آزار از آن جانِ مسیحا نفسان
که لب از بهر چه آزرده گاز است او را

گر کشد بی گنهان را چه گنه هست بر او
فتنه‌ای از خط سیه بهر جواز است او را

بلبلان را همه پروانه خود ساخته است
گل عذاری که لقب شمع طراز است او را

از سر زلف تو چون خط خضر کوتاه است
هوس کوتهی عمر دراز است او را

نشود گفته صرفی بت سنگین دل من
گرچه امشب دم پولاد گداز است او را

فکر دهان او بعدم برد بود ما — آری همین علام غرض است از وجود ما
ز آئینه جمال بتان در نیامده — جز عکس حسن دوست بچشم شهود ما
از هرچه دیده ایم رخ یار دیده ایم — ما را چه غم ز کوری چشم حسود ما
آن به که وصف یار بگوییم و بشنویم — ورنه چه حاصل است ز گفت و شنود ما
رخسار او اگر نه بود قبله نماز — یارب چه فایده ز قیام و قعود ما
خاک رهش شدیم و نهادیم پا بعشق — یعنی بود بمرتبه گردون فرود ما

صرفی سر نیاز بخاک درش نهیم
اینست در رخ از محبت سجود ما

فغانم که بر آسمان کرده جا — کنی باورش یوم نطوی السماء
بعشق تو جز مردن خویشتن — نه خواهیم ما تا چه خواهد خدا
دعائی ز عشقم خلاصی دهد — اثر در محبت نه دارد دعا
عجب جانستانی است مژگان تو — جز این نیست پیکان تیر قضا
ز بدحالی من تعجب مکن — اگر مهربان شد بحالم بلا
چسان ترک خونابه خوردن کنم — که من پرورش یافتم زین غذا

بهم عاشقی صرفی آسان بدان
عجب مشکلی هست آسان نما

دلا روز فراق آن پری را — بگو یوماً عبوساً قمطریرا
دقایق دان فن عشقبازی — خسارت گفته عشق سرسری را
فنون دلبری میدانی اما — نخواندی فن عاشق پروری را
چه میدانم چه میگوید رقیبش — نمی دانم زبان زرگری را
ز کنه عشق اعلامی نه کردند — کسی را نه جنید و نه سری را
سهی سرو مرا رفتار رعنا است — از و شرمندگی کبک دری را
نکرد استاد تعلیم وفایش — کجا آموخت علم دلبری را
نهاد از خیل خوبان خسرو من — بفرق خود کلاه سروری را
کشادی صرفیا خوان معانی — صلا در ده ظهیر و انوری را

گر نه از نازی کشی اهل نیاز خویش را / وه بمنبر انم چه خواهی کرد ناز خویش را
عاشقی را زلبست از نامحرمان پنهان ولی / محرمے کو تا باو گویم راز خویش را
کے روا باشد نماز من بدین عاشقی / گر نه بینم قبله از رویت نماز خویش را
مے گدازد جان و میسوزد دل از شمع رخت / کم نمے خواهم دمے سوز و گداز خویش را
عاجزم درمانده ام افتاده در کوی نیاز / چون کنم معلوم او عجز و نیاز خویش را
دوستان عاشق کشی ها از نوازشهای اوست / بنده ام معشوقه عاشق نواز خویش را

باخت پاکا پاک صرفی در غمش نقد دو کون
چند میرانی محب پاکباز خویش را

بخاطر کے رسد آن نوجوان را / که بپرسد کهنه پیر ناتوان را
عجب نبود اگر آه و فغانم / زند بر هم زمین و آسمان را
چه جای انس و جن پیر و ملک هم / اگر ظاهر کنم درد نهان را
حکیمم لم یزل بهر نثارت / بجسم خاکیان داد است جان را
تنم تنها درین کاشانه مانده / زپی جان رفته آن سرو روان را
به شرح سوزش دل گر نه خامه / بسوزد آن دم گرمم زبان را

باد و بسیر دو جهان صرفی و بگذاشت
بران نازک بدل بار گران را

چون توانم که ببینم باز آن سرو سهی قد را / بسیر جلوه گاه او نمی بینم همی خود را
نمے خواهم که هرگز در بر خود کسوت هستی / که آید مانع تجرید بر رندان مجرد را
اگر جا پهلوی آن سگ بیابم بر سر کویش / ببامم دولت جاوید اقبال موید را
مسلم داشت عشقت تا ابد ملک جنون بر من / نیابد هیچ سلطانے چنین ملک مخلد را
به نور وحدت ذاتی چو چشم دل منور شد / عجب نبود اگر بینم یکے را صد یکے صد را
رقیب سنگ دل را مشفق خود کے توانم کرد / مسلمان باز اگرچه میتوانم کرد مرتد را

بطور عاشقی هرگز بعالم بد نمی باشد
نه گویم نیک را بد نیک گویم صرفیا بد را

هر کجا در جلوه بینم سرو ناز خویش را / بر کف پایش نهم روی نیاز خویش را

در درون بگداخت جان زین آه و سوز دعا که گر برون آریم آه جان گداز خویش را
چاره سازد ما بهر کار نیست عقل اما بعشق حیرتی دیدیم عقل چاره ساز خویش را
در دمی دانم که در عمر دراز آخر شود گر بگوییم قصهٔ دور و دراز خویش را
مصلحت نبود که از عشق مجازی بگذریم
چون حقیقت دیدیم ای صرفی مجاز خویش را

تا حلقه بگوش آمده آن آفت جان را از بندگیش حلقه بگوشست شهان را
زلف تو کج افتاده و ابروی تو هم کج زان روی باسیر تو کجهاست زبان را
سرو تو تماشای لب آب هوس کرد جان داد هوای قد تو آب روان را
در باغ ز کوی تو ز بیده است نسیمی برلبست سوی باغ ره باد خزان را
جانا همه دارند چه خورشید و چه ذره مهر تو که سرگشته کند خورد و کلان را
گفتم ز خرد چارهٔ این درد بجوییم دل گفت به بیگانه مگو راز نهان را
صرفی تو و خلوتگه وصلش چه گمانست
دانم بیقین راه درون نیست گمان را

ب ردیف الباء ب

بخیال سر زلفت رود از چشم من آب که محالست به زنجیر نگهداشتن آب
بدن صاف تو تا سر قدم است آب حیات عجب است آنکه برون نابد از آن پیرهن آب
گله کم کن اگر آلوده بخونم تیغت ورنه از شرم شود کشتهٔ تو در کفن آب
روی تو پر عرق از تاب می گلگونست یافته از عرق روی تو برگ سمن آب
من بجان را ضیم ار تیغ زنی بر سر من لیک ترسم که شود تیغ تو از سوز من آب
شعلهٔ آتش پنهان دل سوخته ام تا نه ظاهر شود از دیده پر آتش بزن آب
صرفی آن دم که کشد سگ او سوی خودت
گردنت را بود از رشتهٔ جان تو طناب

ای روانت زلال خضر از لب موجهٔ آب زندگی منغب

غم تو عیش جاودان بخشد — بندهٔ اینچنین غمی است طرب
در زمان کرشمه و نازت — نه عجم خالی از خلل نه عرب
بی سبب کشتیم خجل نه شوی — گر بپرسد نزا کسی ز سبب
قتل عاشق به تیغ بی ادبی — نیست در ملک حسن حسن ادب
گر بدوزخ رویم دیدهٔ ما — آب بر آتشش زند چه عجب

وصل مطلوب اگرچه دشوار است
پا مکش صرفیا ز راه طلب

گذشت از فلک نعرهٔ یاربم شب — ندانم چسان بگذرد روز یارب
لب لعل تو بر لب جام تا کی — ببین جامم از غیرت جام بر لب
خدنگ بلا تیغ و خم خنجر کین — نه ای کرده اسباب قتلم مرتب
زمین کو بیاموزد آداب مجنون — که دیوانه نیست چون من مؤدب
عرق کرده شمع از تب سوز عشقش — ولی عاقبت داده جان در همین تب
بم تایب اما دلم مایل می — روا نیست این توبه در هیچ مذهب

مکن نقل مشرب که راضی است صرفی
به تبدیل مذهب نه تغییر مشرب

مطلع ماه است ایوان فلک ای آفتاب — گوشهٔ بام تو گوید مطلع او را جواب
بسته راه خواب بر من سحر چشم جادویت — تا نه بیند دیدهٔ بیدار من او را به خواب
تا بخون ما نشود آلوده دست و دامنش — وقت بسمل کردنش کردیم عمدا اضطراب
چشم من از بهر سلطان خیالت خیمه ایست — بنگر از مژگان اشک این خیمه را میخ و طناب
دوزخ ار آگه شود از حالم آید در جهان — تا کند از آتش اندوه من کسب عذاب
قطره های اشک گرم ماست آتش پاره ها — آب آتش گشته یارب بهر ما یا آتش آب

صرفی از پیر خرد تدبیر کار من مجو
طایر محفل مرا کرد آتش عشقش کباب

ای که از بهر هلاک من نهی بر رخ نقاب — گر سر دارم بکشتن تیغ برکش بی محاب
کی به بیداری توانم دید آن روی نکو — چون نمی خواهی که بینیم روی خوبت را بخواب

تاب روی گل رخان دیگر است از آب می حاجت آن نیست رخسار ترا در آب و تاب
چشم بیداری ندارم من ز بخت خوابناک گرچه اشکم میزند بر دیده اش هر لحظه آب
گر بوصف گل رخ خود دم زنم از سوز دل بلبل دستانسرای ناطقه گردد کباب
چون خراب عالم عشقم ندارم هیچ غم گر ز آب دیده ام گردد همه عالم خراب

صرفیا عمرے بدرهاے بتان گشتم ولے
شاهد مقصود من بنمود رو از هیچ باب

صبحدم از روی عالم تاب افگندی عالم تاب سوختی از آتش غیرت همه در آفتاب
شعلهٔ زد آتش عشق و کبابم گشت دل سوخت دل های همه عالم ز بوی آن کباب
تو پس از قتلم انیس غیر و مے جنبد زمین بسکه من زیر زمین گردم ز غیرت اضطراب
بادهٔ عشق تو دارد بو العجب کیفیتے عالمے مست شراب و مست این باده شراب
لشکر جانها شکستن از میشدے گلگون او پای بنهاده هنوز آن شهسوار اندر رکاب
چون برافروزد رخت از نشاء می مست من چشمهٔ خورشید را هرگز نماند آب و تاب

ناز جانان دلربا لیست و عتابش جانستان
مے کشد صرفی بجان و دل از و ناز و عتاب

دلا هوای بهشت از حریم یار طلب شراب کوثر از آن لعل میگسار طلب
شهید تیغ حبیب است زندهٔ جاوید زلال خضر از آن تیغ آبدار طلب
ظهور نور الهی ببین ز رخسارش فروغ صبح سعادت از آن عذار طلب
بکار عشق چو باید کشید بار بلا مدد ز غمزهٔ جانان بکار و بار طلب
اگر خمار تو از مستیٔ می هستی است شراب عشق پیٔ دفع آن خمار طلب
اگر ز جانب دلبر عنایتے بنود بکام دل نرسی گر کنی هزار طلب

ز جست و جو بمطلوب نیست ره صرفی
نشین و پای بدامن کش و گذار طلب

مینخورم باده صفت خون جگر شب همه شب کاسهٔ چشم از آن باده لبالب همه شب
بے تو خود گر همه حور است نخواهم بکنار ای خیال تو هم آغوش مرا شب همه شب
ز آتش شوق تو در تاب و تبم وه چه کنم که مرا سوخت دل از تاب تن از تب همه شب

محنتی داشته ام شب ز تپش حیرانی — بوده بر من نگران دیدهٔ کوکب همه شب

شام تا صبح غم و درد تو اندوخته ام
صرفی اسباب طرب کرده مرتب همه شب

دارد از مستی آن ستمگر خواب — فتنه بیدار و فتنه گر در خواب

خواب دیدم که در برم آئی — اعتمیدم کجا بود در خواب

دیده ام خود تمام بیداری — نرگس مست تو سراسر خواب

نه بود جز بصورت چشمت — فی المثل گر شود مصور خواب

دیدم او را بخواب و دانستم — که ز بیداریست بهتر خواب

چون کند خواب چشم گریانم — که نیاید به دیدهٔ تر خواب

دیدم آن زلف کج بخواب ولے — نیست تعبیر راست در هر خواب

دوش دلهای خلق بر دستے — طرفه تر اینکه داشت دل پر خواب

صرفی از بسکه دود آه منست
نیاید بچشم اختر خواب

روز یکه ناز و غمزه خدا داد با نصیب — آن روز بهر جان و دلم شد بلا نصیب

آئینه خدای نمایست روی تو — بنمای روی خویش برای خدا نصیب

غیر بلا نصیب ارباب عشق نیست — یا در بلای عشق نهادیم با نصیب

نبود نصیب هیچ از خویشتن جدا — یا رب چرا شد از من بیدل خدا نصیب

تیغ فراق بر سر من ز حبیب من — این بود سر نبشت ز کلک قضا نصیب

هجران نصیب ماست ز تیر فغان چه سود — کسے را مجال جنگ و جدل نیست نصیب

صرفی شکایت از که توان کرد در فراق
چون این بلا ز روز ازل شد مرا نصیب

از نکوبان جهان اصل و نسب را مطلب — دلبر ما است غرض ورنه چه حاصل ز نسب

حشمت پادشهی داشته محمود ولے — آمده جان ز غم عشق غلامیش بلب

ناز نیبنے که دلم برد چه عیب است اگر — از غلامان عجم هست نه سادات عرب

از غلامیکه مه و مهر بود بندهٔ او — بر سلاطین جهان ناز و تکبر چه عجب

نیست گرچه غلامیت ز هندو بچه ها — لیکن آمد شه خوبان زمانه بحب

گرچه مجموعهٔ خوبیست ولی ای صرفی
نیست جز غمزهٔ او عشق مرا هیچ سبب

کام دل یافتنم نیست ز جانان مطلوب — هرچه مطلوب دل اوست مرا آن مطلوب
گر نخواهد که بود شاد بوصلش دل ما — دل ما را نبود جز غم هجران مطلوب
نبود ز آتش عشق تو مرا شمع صفت — جز دل سوخته و دیدهٔ گریان مطلوب
باز خواهم که بزیر قدمت جان بدهم — که مرا یار پس از مرگ بود جان مطلوب
هست لازم که سر کوی ترا می طلبند — بلبلان را نبود غیر گلستان مطلوب
چون دل تنگ تو ای غنچه دلم پرخون است — لیک همچون تو ندارم لب خندان مطلوب

از مسیحای لبش کام نیابی صرفی
گر بود چون خضرت چشمهٔ حیوان مطلوب

دلبر من در جهان بسیار دیدم روی خوب — لیک جز تو خوبی او را ندیدم خوی خوب
روی تو روی پری و خوی تو خوی ملک — عاشق این روی خوبم واله آن خوی خوب
جز تو از خوبان ندیدم جانستانی روح بخش — گرچه کردم در جهان بسیار جست و جوی خوب
دل پی بوی صبا رفت و بزلف تو رسید — چون ز انفاس وی آمد در دماغش بوی خوب
راستی خوب است اما آنکه بهر جا سرو من — کی تواند بود جز ابروی کج ابروی خوب
لایق نظارهٔ رخسار خوب تو نشد — تا نه چشمم را بسرشکم کرده شست و شوی خوب

خاطر صرفی بروی خوب جانان مایل است
آری آری چون نباشد میل خاطر سوی خوب

مرادت وصل تو ای یوسف زمان مطلوب — درین زمانه از آن یوسفت نام من یعقوب
اگر بمحنت عشق تو مبتلا بودی — ترا چو صبر نبودی طریقهٔ ایوب
خوشا کسیکه بود عاشق رخ خوبت — که از میان محبان همو است عاشق خوب
اگرچه کار تو نسبت بمن ستمکاریست — ولی منم بتو در عالم وفا منسوب
هزار فتنه و آشوب میزنی برهم — ز ناز و غمزهٔ آن فتنه جوی شهر آشوب
چگونه طاقت بار محبتم بودی — اگر مدد نرسیدی ز جانب محبوب

برون ز جذبه نیاید سلوک من یعنی
براه عشق تو صرفیست سالک مجذوب

زچشم اوست مقصودم نگاه جانشین یارب — بنه بر جان من منت بمقصودم رسان یارب
بدست دوست نقد جان سپردن آرزو دارم — بشبهای جدائی از اجل خواهم امان یارب
بلا را گر زبانی و دهانی صنع تو بخشد — زبان او توانم کرد دردم را بیان یارب
ز اندوه و غم عشقش دمی خالی نمی باشم — من اندوهگینم با غمم او شادمان یارب
ز دردش گرچه دل خون و جگر افگار و جان ریش است — نمی خواهم که گردد ظاهر این درد نهان یارب
بنای غم ز اشکم گر نه ویران در جهان گردد — ازین سیل فنا ویران شود کاخ جهان یارب

جدا از دلبر خویشست صرفی چون تن بیجان
توئی قادر که بخشی مرده را باز جان یارب

مرض نمود فقیهی که داشت میل شراب — بهانه کرد علاج و کشید بادهٔ ناب
شکسته بر سر من محتسب سبو لیکن — پر از هوای شراب آمده سرش چو حباب
بحد شرع کند حکم فاضلست اما — برون ز حد دل او مایل است سوی شراب
ز می بشرع محمد چه پرسی از مفتی — مباح کرده عجیبی است گویدت بجواب
ازین جواب که تا در برابرت گویند — بحال میل محبت بباده اش دریاب
ببین که باده پرست آمده همه عالم — بدور لعل لب یار من چه شیخ و چه شاب

ندانم از چه سبب زان میان همین صرفی
نمی کشی شده بد نام ایها الاصحاب

ستمگری از تو بعاشق ستمگری چه عجب — بلطف ز پادشهان بنده پروری چه عجب
ز تاج حسن ترا بر سر افسر شاهیست — بخیل ماه وشان از تو سروری چه عجب
وفا که آدمیان راست در رقیب تو نیست — اگر ز رنگ تو کند آدمیگری چه عجب
بیک کرشمه رباید هزار جان چشمت — بدین کرشمه ز چشم تو دلبری چه عجب
نهانی از نظر خلق و خلق مفتونت — چنین بنظر نیی از شیوهٔ پری چه عجب
برابری چه کند کاخ آسمان بدرت — بعرش اگر کند آن در برابری چه عجب
رقیب اگر بتو گفت از صبوری صرفی — تو خود بگوی که بهتان ز مفتری چه عجب

مراست هر مژه خاری شده بچشم پرآب — چه خارها است بچشم چگونه آید خواب
ز حسن ماه وشان دگر چه حظ گیرم — تو خود بگوی که سیراب کس شود ز شراب
میان همدم نیک و بد امتیازی کن — بروی هر کس و ناکس چو آفتاب متاب
خطاب تو برقیب و عتاب تو بر من — چسان ز بیم چکنم آه ازین عتاب و خطاب
مرض مسیح تمنا کند اگر داند — که یابد از لب لعل تو شربت عناب
اگر نه دولت دیدار تو بود به بهشت — برای ماست نعیم بهشت عین عذاب

شنیده ام که ترا عزم کشتن صرفی است
بکار خیر چه تاخیر می کنی بشتاب

ای رخت بر اوج خوبی آفتاب — بر سیه روزان بتاب ور در متاب
از می گلگون رخ تو پر عرق — زان عرق خوبان عالم را گلاب
شعلهٔ حسنت جهانی سوخته — وه چرا یارب نمی سوزد نقاب
لاف خون ریزی اگر دارد اجل — غمزهٔ چشم تو اش گوید جواب
من دعایش گفتم و خوردم بر بخت — گشت در ساعت دعایم مستجاب
باده الست مستی چه افزاید دگر — ای که مست حسنی و مست شباب

گر همی خواهی که باشی سرافراز
باش صرفی خاک راه بوتراب

دلم از آتش عشق تو کبابست کباب — جانم از آتش شوق تو خرابست خراب
پیشهٔ من ز ره عجز و نیاز است نیاز — شیوهٔ تو ز سر ناز عتابست عتاب
یک نگاهم ز دو چشم تو سوالست سوال — از تو یک غمزهٔ خونریز جوابست جواب
ناصحا توبه ام از باده محالست محال — قوت جان قوت دل تیز شرابست شراب
وقت عزمت سوی عشاق درنگست درنگ — گاه برگشتنت ای شوخ شتابست شتاب
رخت از بادهٔ گلفام عرق کرده عرق — زان رخ پر عرقم دیده پرآبست پرآب

صرفی از عقدهٔ هستی بگذر گو بگذر
که میان تو و دلدار حجابست حجاب

شامگه از رخش افتاد نقاب — شام دیدم صباح یا اصحاب

منع دل چون کنم ز آتش عشق — نتوان کرد منع تشنه ز آب

از پی شربت مریض غمش — قطرهٔ اشک لاله گون عناب

محتسب در گذر ز مستی ما — مست عشقیم ما نه مست شراب

مست ما را کباب در دست است — غیر ما سوخته ز دست کباب

ای که آهنگ قتل من داری — مردم از انتظار کو بشتاب

غمزه از چشم و خشمش از خویش
صرفی آموخت کشتن احباب

دم جان بخش از لب لیلی مطلب — از لب هر متنفس دم عیسی مطلب

گفتمش کام دل از تو طلبم یا نه هنوز — چین در آن ابروی پرخم زده یعنی مطلب

هر دلی را نبود آتش عشق دل من — خاص طور است بهر کوه تجلی مطلب

تا بکام دل تو لعل لب او نبود — از می ناب و لب جام تسلی مطلب

دل برد غمزهٔ او جان بستاند نازش — غمزهٔ نازوی از لیلی سلمی مطلب

صفت خوبی دلدار من از عقل مپرس — وصف خورشید جهان تاب ز اعمی مطلب

معنی آیت نور آمده در صورت او — غیر از و پادشه صورت معنی مطلب

گر تمنای وصال است ترا ای صرفی
تا ز خود نگذری از دوست تمنا مطلب

بی بتش زندگی هجران مطلب — دفع این تشنگی از چشمهٔ حیوان مطلب

نیست سوداگری آئین محبت یعنی — گر بجانان بدهی جان عوض آن مطلب

از رقیبان سیه دل طمع رحم مکن — ظلمت کفر ببین پرتو ایمان مطلب

عقل و جان و دل از آن زلف پریشان حالند — چارهٔ کارم ازین جمع پریشان مطلب

سر ما رفته بسودای بتان سامان هم — یعنی از اهل محبت سر و سامان مطلب

گر ترا میل تماشای رخ خوبانست — حسن را بین و ازین طایفه احسان مطلب

اگر آئینهٔ دل پاک شد از زنگ کلفت — جز درین آئینه عکس رخ جانان مطلب

نقد جان داده غم عشق بتان می طلبی — این متاعیست گران مایه تو ارزان مطلب

صرفی از خلق جهان دست طمع کوته کن — گر بمیری بغم از آب خضر جان مطلب

دمی بر لب من بنه جان فزا لب — که پیمانهٔ عمر من شد لبالب
ز درد تو ما را بلب جان رسیده — پی پرسش دردمندان گشا لب
اگر گویمت جان بیک غمزه بستان — دلم را در آن اتفاقست با لب
چو راندم بلب حرفی از سوز سینه — سراسر مرا سوخت از سینه تا لب
ترا و مرا نیست حاجت بصهبا — مرا خون دل باده است و ترا لب
کجا لب دهد گرچه جان میدهیمش — که دارد لبی خوشتر از جان ما لب
تو تیغ مژه تیز کرده بخونم
نه سهم تو صافی تهی کرده قالب

ز بس کافتاده مستم روز تا شب — نمیدانم که این روز است یا شب
اگر روزی بوصلت شاد گشتم — رسید از پی غم هجران شبا شب
بکویت شب مرا ره داده نی روز — ز من بیگانه روز است آشنا شب
شب آمد محرم راز محبان — توان اندوه پنهان گفت با شب
مرو ای عافیت امروز زنهار — که میعاد است ما را با بلا شب
بشام مردن ما آمد ای جان — سیه پوشیده بر بالین ما شب
الهی صبحدم خونم بریزی
چو صافی زنده دارم در دعا شب

قبلهٔ اهل محبت کعبهٔ کوی حبیب — خلق را رو سوی کعبه، کعبه را سوی حبیب
تا نه از سنگ جفای فرقت او بشکند — شیشهٔ دل مانده ام بر طاق ابروی حبیب
بسکه از بویش دماغ من معطر گشته است — بشنوی ای همنشین از بوی من بوی حبیب
خانه‌اش دل روزن آمد دیده و نبود عجب — گر بر دل زین روزن افتد پرتو روی حبیب
رشتهٔ عمرم اگر کوته نبود گردد دراز — گر به پیوندم بآن تاری ز گیسوی حبیب
دارم از موی سر زلفش رگ جان آرزو — ای هزاران جان فدای یکسر موی حبیب
بر من آزار و جفا صافی ندانی از فلک
بلکه اینها را فلک آموزد از خوی حبیب

نهاده اند قدم در ره بلا احباب — منم براه بلا پیش و در قفا احباب

بپی دمیدن صبح اجل شب هجران — ز شام تا بصبا چند در دعا احباب
بسوخت ز آتش پنهان ما و رقیب بباد — دمی که هم نفسی آه کرد با احباب
چه در طریق محبت غرض شنغم نیست — ز یار خویش نخواهند جز جفا احباب
چنانکه روح مرا زخم او ست بگریزند — به تیر غمزه اش از ناوک قضا احباب
بلای جانی و جز با خودت نمیخواهیم — بلای عام نخواهند از خدا احباب
بخاک نانه هم دمش او فتد صرفی
نهاده سینه براهش جدا جدا احباب

ترا در خاطر است امروز میل بسمل احباب — بحمد الله توان گفتن که هستی مایل احباب
قتیل تیغ دشمن داخل خیل شهیدان هست — شهادت باشد ار محبوب باشد قاتل احباب
کرم کرده بیا در منزل ما دمنز کس از کس — هم من جز خیالت نیست کس در منزل احباب
بقتل عام رخصت داده چشم جفا جو را — ز تو نبود جز این لطفی که باشد شامل احباب
چرا رخساره ات آلوده چندین نظر گردد — خیالت چون تواند بود شمع محفل احباب
حیات ماست مشکل عقده در رشته امید — حبیب من کن از یک غمزه حل مشکل احباب
چه حاجت آنکه سازد ناله از درد دل آگاهش
که صرفی در دل یار است داهی از دل احباب

دیده ام محروم و دل پیش حبیب — وه که بر دل هم حسد دارد رقیب
عشقم از خویشان خود بیگانه ساخت — طرفه اندر شهر خود گشتم غریب
گر طبیب آید که گیرد نبض او — من شوم بیمار از رشک طبیب
قاصد از بهر تسلی تا بکی — گو شتم دلدار آید عنقریب
ریخت خونم روز قتل بیدلان — من هم از فیضش بماندم بی نصیب
در دعا صرفی که میرد پیش دوست
دارد امید اجابت با مجیب

صبحدم دست و گریبان بود گویا آفتاب — یا نموده از گریبان نور خود را آفتاب
جلوه گر گشتی و روشن شد همه روی زمین — روی خوب تست تابان همچنین یا آفتاب
میرود هر صبحدم جائی که بی تشویش غیر — میکند نظاره روی تو تنها آفتاب

با تو بتو اند برابر بود از شرماندگی — گاه می گردد نهان و گاه پیدا آفتاب
مست من چون سر بخواب ناز ماندن خواستی — میکند آیینه ات بودن تمنا آفتاب

ماه رو یا بندهٔ صافی بندهٔ آن شاه شمس
کز تمیس شد بنام او مسما آفتاب

بسته گردیده ره نظاره ات هر آفتاب — گرد از ان گرد از تاسف خاک بر سر آفتاب
هر کجا حسن جهانتاب تو گردد جلوه گر — می نماید ماه من از ذره کمتر آفتاب
عاجز است ای آفتاب حسن در تسخیر تو — آن عزایم خوان که می سازد مسخر آفتاب
عالم افروز است عکس ساغر صهبای ما — بادهٔ بزم محبت را است ساغر آفتاب
تا نباشد پرتوی از روی عالمتاب تو — کی تواند کرد روزم را منور آفتاب
جز بوصف حسن تو هرگز نمیگوید سخن — ماه من گر فی المثل بودی سخنور آفتاب

از درون خانه صافی پی نظاره اش
گه ز روزن می درآید گاه از در آفتاب

گاهی تو در قفا و گهی در قفا رقیب — همراهی تو چیست بدین گونه با رقیب
عرض نیاز کردم و دیدم تغافلت — ظاهر نکرده یافت ز تو مدعا رقیب
زلف صبا کشیده و عاشق کشیده آه — آشفته تر ز نزاشده باد صبا رقیب
چون غمزهٔ تو دوش ره عاشق کشی نمود — تهمت چرا کنیم که شد رهنما رقیب
ایذای ماست دیدن روی رقیب و بس — سر تا بپا است خود همه جور و جفا رقیب
چون آب تیغ دوست کم از آب خضر نیست — قتلم به تیغ دوست ندارد روا رقیب

یک عاشق و هزار رقیب است قاعده
صافی مثال گر بودت یک دو تا رقیب

از یک طرف رقیب و زیکجا هم حبیب — من در میان خوف و رجا مانده یا نصیب
دارم ز درد عشق تو بیماری عجب — بیمار تر ز من شود از دیدنم طبیب
تا دیدن حبیب بجانم رسانده و سگ — جان کندن مراست سبب دیدن رقیب
گل شد تمام گوش که وصف تو بشنود — اما عجب که نشنود افغان عندلیب
می پرسد از غریب بهر کشوری مقیم — چشمت به تیغ تیز کند پرسش غریب

آیین اوست لطف نهانی به بیدلان
صرفی مرنج از روش ظاهر حبیب

شد لاله عذاری دگرم جلوه گر امشب
دارم بدل سوخته داغ دگر امشب

او از کف اغیار کشد ساغر گلگون
ما را می گلرنگ ز خون جگر امشب

خورشید اگر شب بدمد نور نخواهم
خواهم مه رخسار ترا در نظر امشب

پروانه تو گرد سر آن شمع چه گردی
از دود دل سوخته ام کن حذر امشب

پیش از شب دیدار دلم بردی و جا هم
بر پای تو از دیده بریزم گهر امشب

غم گفت چه جا نگاه بود صحبت ناجنس
باید که طرب را کنی از دل بدر امشب

صرفی روش در قدم یار شب وصل
یارب که نیابند رقیبان خبر امشب

ای پری را کرشمه ات آسیب
آدمی زاده فرشته فریب

رو بت از نشاء قدح رنگین
گلشن حسن را ز رنگ تو زیب

میل این خاکسار تیغ تو کرد
میل آب روان بود به نشیب

رفت عمرم بنا شکیبائی
پس چه پرسی که چیست شکیب

اهل دل مایل زنخدانت
میوه نخل دلبری آن سیب

چند پرسی حساب غمهایم
نیست دیوانه را خبر ز حسیب

مژده او تمام نگشاده
صرفی خسته داد جان نهیب

پری چون بشر مبتلای حبیب
ملک گفت هذا لشیء عجیب

دلبرم به رزم سپاه بلا
که نصر من الله فتح قریب

عجب لذتی دارم از جور دوست
چه داند چنین لذتی را رقیب

ز سنگ بلا دم نه زد بیدلت
ننالد ز برگ گلی عندلیب

مرا چاره گر درد مریض غمست
اگر بر سر من بیاید طبیب

نصیب ره عشق خوبان بلاست
درین ره قدم مانده ام بانصیب

دعا کرد صرفی که میرد بعشق
فقال استجب دعوتی یا مجیب

حرف التاء

مه من دمبدم بازار حسنت گرم در گرم است
به مهر روی آتشناک تو خورشید سرگرم است
شنیدم میزند در شهر اسلام آن صنم آتش
چه دانم واقعی اما درین شهر این خبر گرم است
اگر دم میزنم ترسم که این کاشانه می سوزد
که شمع من دم گرم من امشب بیشتر گرم است
عجب نبود اگر چون اشک شمع است آب چشم گرم
که از سوز دل پر آتش من چشم تر گرم است
جگر گرم است و خون دیده هم از شعلهٔ شوقت
غذای دردمندان این غم تو گرم بر گرم است
شب تاریک آه آتشین رهبر بکوی تست
براهت چون نباشم گرم رو چون راهبر گرم است
مهی کامروز آمد دیده جائی دیده بود او را
که آن خورشید رو بسیار ما را در نظر گرم است
چه می ترسانیم ای پندگو از گرمی دوزخ
دل اهل محبت گرم تر بالله ز هر گرم است
ز گفتار لب شیرین جانان مجلس رندان
بسی گرم است کاندر خاصیت شهد و شکر گرم است
سرشکم گرم و آهم نیز گرم از آتش عشقت
ز سیلاب سرشک و دود آهم بحر و بر گرم است
زمستان کی بود در خانه ام سرما که ای صرفی
ز آه آتشینم خانه را دیوار و در گرم است

در قصد جان اجل بدر خانهٔ من است
موقوف یک اشارت جانانهٔ من است
زنجیر زلف خود بیارید بهر من
گر گوئیم بحشر که دیوانهٔ من است
با من غم تو گفت چو در سینه جای کرد
جان کن برون ز خانه که بیگانهٔ من است
ملک غمش که خواهمت آباد با غمت
معمور بیش ز گوشهٔ ویرانهٔ من است
از آتش غم تو منم شمع بزم عشق
مجنون سینه سوخته پروانهٔ من است
خم مراد میکده ام را قیاس کن
زین شیشهٔ سپهر که پیمانهٔ من است
صرفی کسی بمنزل من چسان برد
کز وادی عدم ره کاشانهٔ من است

مشکن ای غم دل ما را و مبین کاندل کیست
دل ما هست ولی بین که در منزل کیست
بسکه بیگانه شد از من دل آوارهٔ من
باز اگر در کفم آید نشناسم دل کیست
مهر او در دل من تا چه بود در دل او
دل من مایل او تا دل او مایل کیست

بو نه کرده است گلے را که بر آمد ز گلم — کاش معلوم بمے کرد که آں از گل کیست
مردم از ذوق که چوں عقل و دلم را بربود — گفت ایں دل شده دیوانهٔ لا یعقل کیست
گشتهٔ از غمزه پنهانیم اما پیداست — که من خسته قتیل که و او قاتل کیست

صرفی از هجر نه تنها دل تو پر خون است
وصل جانان بجهاں خود تو بگو حاصل کیست

نه تیغت در نیام است آب حیوانی بظلمات است — ولے از آب حیوانت بمے مرگ مفاجات است
مترس از حق اگر قتلم هوس داری که ترک من — بخونم مفتی دین محبت را روایات است
پس از عمرے که باهم وصل نتوانم رخش دیدن — مرا کی طاقت نظاره اش وقت ملاقات است
ز تیغت قتل خود خواهیم دم سجده با بروبیت — که آں محراب جانها قبلهٔ ارباب حاجات است
چه باک از درد خود ما را اگر درد تو جانکاه است — که اهل درد را از ها دم اللذات لذاتست
ز آثار الوهیت که دیدم در رخش رمزے — اگر ظاهر کنم گوئی که اینها شطح و طاماتست
بود حصر جمال و دلربائی از رخ خوبت — مراد من ز تهلیلے که بهر نفی و اثبات است
زوال نسبت عشقم بیار خویش ممکن نیست — که هست ایں عاشقیهایم باں حسنی که بالذات است

سحرگاه است و مے آید نسیم گلشن کویش
برآور صافیا دستے که هنگام مناجات است

عشاق را بعشرت دنیا چه حاجت است — با خون دل بباده حمرا چه حاجت است
خواهیم جاں فروخت بیک غمزه اش ولیک — چوں ایں از دست به سودا چه حاجت است
بر ما چو جلوه گر شده بالا بلندش — ما را بفیض عالم بالا چه حاجت است
درد سرم مده بخدا اے طبیب شهر — درد حبیب را بدوا چه حاجت است
واعظ بحشر وعدهٔ دیدار تا بچند — امروز حاصلست به فردا چه حاجت است
نقش حصیر بر تن خاکی ز کوی دوست — عشاق را بجامهٔ دیبا چه حاجت است

صرفی تو خود مخواه از و ناز جانستان
لطف عمیم را بتقاضا چه حاجت است

بکف گر جاں برم پیش سگانت بر تو منت نیست — که خالی دست رفتن پیش یاراں از مروت نیست
رقیبان جفاجوی تو یارب از چه دیں باشند — که آئین جفاجوئی و فا در هیچ ملت نیست

بخاک راه تو جا خواهم و گر در رهت بر سر — گدا اگرچه خود لایق بتاج و تخت و دولت نیست
ندارم صحبت اغیار جور اندیش را طاقت — عذابی روح باشد همدمی گر اهل صحبت نیست
شنیدم کز برای قتل این بیمار می آئی — بحمدالله که یاری این خبر خالی ز صحت نیست
زغیرت مردن از مردیست چون می بینمت با غیر — نشاید مرد گفت آن بی حمیت را که غیرت نیست
زمش طالب دیدار باشد مایل جنت — بلی خود قیمت هر بنده جز بر قدر همت نیست
مزن بر رندی و رسوائی من طعنه ای ناصح — که فهم تست قاصر ورنه این خالی ز حکمت نیست

زهی آنکه صافی شد مرید پیر میخانه
بپرسیدم که در اظهار آن از پیر رخصت نیست

ای عقل از جنون دل دیوانه پر شده است — گنجایش تو نیست برو خانه پر شده است
از بهر تو دلی ز کجا آرم ای طرب — کاین دل که دارم از غم جانانه پر شده است
ناصح طمع مدار که پند تو بشنوم — گوش من از ترانه رندانه پر شده است
شبهای غم ز شمع و چراغم چه حاجت است — کز پرتو خیال تو کاشانه پر شده است
در دل قرار و صبر و سکون را غمت چو دید — گفت از غضب که خانه ز بیگانه پر شده است
ای شمع جز ملایکه پروانه تو نیست — امشب که بزمگاه ز پروانه پر شده است

صافی به زلف دلبرم از رشته های جان
بنگر که شانه را همه دندانه پر شده است

حسن او جاودانه افتاده است — او بخوبی یگانه افتاده است
شوخ من در فن کرشمه و ناز — بی نظیر زمانه افتاده است
خاک بر سر دو چشم گریان را — گر ز غم عشق خانه افتاده است
چشم پوشیدنش زمن غرض است — خواب نازش بهانه افتاده است
زلف و خال ترا چو زاهد دید — سبحه اش دانه دانه افتاده است
قصه ام گوش کن که خوبان را — بر زبان این فسانه افتاده است

قدمی رنجه به پرسش صافی
که برین آستانه افتاده است

مرا نظاره گل چهره تمنا نیست — که رنگ و بوی وی امروز هست و فردا نیست

ز روی حسن تماشای حُسنِ بی‌چون کن / مراد اهل محبت جز این تماشا نیست
کسی جمال مقدس کجا تواند دید / که دیدهٔ دلش از نور قدس بینا نیست
ضمیر ماست منور به مهر ماه وشی / که نور او ز کمال ظهور پیدا نیست
ببین که سوخته خرمن ز برق دیداریم / علو همت ما کم ز طور موسی نیست
ز میکشان غم عشق کس نمی‌بینیم / که ظاهر از نفسش معجز مسیحا نیست
ز تنگنای زمین و فلک برآوردم / به عرصه‌ای که درو هیچ پست و بالا نیست
دلم ز لجهٔ عشق است قطرهٔ ما / برون ز جیدهٔ این قطره هیچ دریا نیست
بغیر دوستی یار خود چه اندیشم / که هر چه هست جز این دوست نیست الا نیست

کجا حکیم و کجا سر عاشقی صرفی
که کار سر خرد حل این معما نیست

دلم که جز الم عشق را در و جا نیست / چنان پر است که گنجایش تمنا نیست
بحسن گرمی بازار یوسف است چنان / که حاجتش به خریداری زلیخا نیست
نهانیم نگهش کشت و کس نمی‌داند / عجب که کشته عیان و کشنده پیدا نیست
ز اهل درد بدزدی چه می‌بری جان را / که ای برون و درون از تو جز تو کالا نیست
چو گشت یار خودم گفت باز جان دهمت / ولی طریقهٔ ما وعده را تقاضا نیست
هزار فتنه رفیق است یک نگاه ترا / بلای جان من آن یک نگاه تنها نیست

دو کون حرف ره عشق کرده صرفی
بملک شاعری اسم تو بی مسما نیست

طالب دیدار جز خودکام نیست / پختگان را این خیال خام نیست
ما طواف کعبهٔ دل می‌کنیم / حج ما را حاجت احرام نیست
نیست درد عاشقی درمان پذیر / دولت جاوید را انجام نیست
تیره روزان جهان عشق را / کمتر از صبح سعادت شام نیست
وصل جانان برتر است از سعی ما / در خور عنقای ما این دام نیست
کس بزور پا نکوبش ره نبرد / در ره این کعبه جای گام نیست
قیس را مجنون شد از لیلی لقب / بی‌نشانان رهت را نام نیست

در غمش تنها دل من خوں نشد — یک دل بیغم درین ایام نیست

جام می صرفی ز دل زنگم زدود

مرشد من غیر پیر جام نیست

ساقی از اسباب عیش ما شراب ناب نیست — دردمندانرا نظر بر عالم اسباب نیست

وه که شوق من فزوں میگردد از دیدار او — از زلال وصلش اصلاً تشنه سیراب نیست

التفات ترک چشم او بحال دیگران — کمتر از زخمی که بیند بره از قصاب نیست

ما شبے دیدیم جمال دلبر خود را بخواب — ملتمس از بخت بیدارم بغیر از خواب نیست

رشتهٔ جان مرا با تار زلفش صد گره — ورنه بے وجہے مرا زینگونه پیچ و تاب نیست

زورقم افتاده در گرداب دریاے غمش — طرفه گردابے که هیچش ساحل و پایاب نیست

گر بخواند در بر اندر اضیمم بالشت را ازو — جز رضاے دلبر خود مرتضے احباب نیست

سالکِ راهِ غمِ عشقت بپاے سعی خود — کے تواند رفت اگر از جذبه این قلاب نیست

عرض حال عشق اگر خواهی سخن کوتاه کن

لایق عرض محبت صرفیا اطناب نیست

دلا منال اگر یار غمگسار تو نیست — ز مستیش خبر از ناله های زار تو نیست

اجل برو و طمع نقد جانِ من چه کنی — که فیض جان اسیران عشق کار تو نیست

کشد بجانب خود آب تشنه را ناچار — بجذب ما کم ازان تیغ آبدار تو نیست

دو چشم شوخ تو بے اختیار خوں ریزند — وگرنه قتل محبان باختیار تو نیست

ز حال اهل وفا هیچکس نمی پرسد — مگر که جان من دیں رسم در دیار تو نیست

امید وصل توام انتظار مے بخشد — مرا شکایتے از درد انتظار تو نیست

ز چشم شوخ تو پیداست نشاءی ناز — ز بادهٔ غیبی مست من خمار تو نیست

ز آفتاب فلک بالش سرم خواهد — ولے ببالش او میں خاکسار تو نیست

ز دود آهِ تو صرفی ز دوستی اثرے

به هیچ خانه همسایه و جوار تو نیست

دے که اسباب فن فتنه و جادو میساخت — باشارت همه را از خم ابرو میساخت

مهربان بر من اگر آن بت بدخوے بود — فلکش بهر من خسته جفاجو میساخت

فلک از شمس و قمر بر دو برابر سبب بید
بهر سنجیدن حسن تو ترازو می ساخت

جای بر گوشهٔ چشم تو چو خالت میکرد
از پی غارت دین ترک بهندو میساخت

پاره پاره بت بدخوی منش کرد آخر
دل غم دیدهٔ من گرچه بآن خو میساخت

بیدلی کز سر کوی تو برونش کردند
آدمی بودی اگر با سگ آن کو میساخت

مویم از هجر سفید است اگر مژدهٔ وصل
مو سپید از تو مرا باز سیه مو میساخت

گر دل از باد بهاری ز تو بوئی میبایست
گلی از باغ تو ناچیده بآن بو میساخت

دید چون صورت تو خامهٔ تصویر شکست
آن مصور که بچین صورت نیکو میساخت

باز می خواست که دیوانه کند صرفی را
ور همان روز که زنجیر ز گیسو میساخت

خلقی ز تیغ تو بتمنای بسمل است
اما ترا ز ناز چه پروای بسمل است

من منتظر در آرزوی بسملم ولی
آن شوخ خشمگین ز تقاضای بسمل است

چشمش بغمزه بسمل من کرده او به تیغ
آن طرفه بسملی است که بالای بسمل است

سر مانده زیر پای تو از هم نقد جان بکف
یعنی که بیدل تو مهیای بسمل است

خواهم بعیدگاه که قربان تو شوم
گر بسملم کنی بخدا جای بسمل است

بتیغ کرشمهٔ تو بهر دم کشی است تیز
امروز در جهان ز تو غوغای بسمل است

صرفی که بسملت نشده خواهد حیات تو
بازش ز غمزهٔ تو تمنای بسمل است

زندگی بخش دل و جان من شراب صاف نیست
می کشان را طعنه کردن زاهدان را صاف نیست

غایت بخل است اگر جان را بجانان نسپری
ور کنی صرف رهش نقد دو کون اسراف نیست

صادق و کاذب چه داند ز به لاف عاشقی
جز بلای هجر نقد عشق را صراف نیست

گه بگوید یار حسن من همه نور حق است
هرچه میگوید همه حق است محض لاف نیست

حاجت وصافی کس نیست جانان مرا
غیر نور خویشتن خورشید را اوصاف نیست

نافه نافه مشک می بارد ز چین طره اش
آهوی چین را به پنهان نافه در ناف نیست

ژنده پوش فقر پا بر اطلس گردون نهد
ژنده پوشی اینچنین محتاج اطلس باف نیست

باسگانش کرده صرفی نسبت خود را درست
این شرف بس در دو کونش گرچه از اشراف نیست

خالت از مکه بران گوشه ابرو بنشست — هرکجا گوشه نشینی است در و مکری هست
گر نشد خاک رهت سرو ز قد تو چه کم — قامتش گرچه بلند است ولے همت پست
تیغ برکس نه زده کشته تیغ تو بسے — غمزه گشته لبت از بادهٔ تو لایعقل و مست
از خیال لب لعل تو به میخانهٔ عشق — خوش پرستان جهانند همه باده پرست
گر نه با درد فراق تو نه سازم چه کنم — قسمتم چون شب هجر آمده از روز الست
آه از آن ساقی گل رخ که ز بزم طربش — همه را باده بدست است و مرا باده بدست

چون نه رسوای جهانی نشود اکنون عرفی
کامد آن سنگ دل و شیشهٔ ناموس شکست

اے که دور از تو دل و جان من مهجور نیست — گر ز تیر دیگران خونبستم بے شماری دور نیست
عرض حال خود بصد زاری کنم پیشت ولے — آن چنان زارم که زاری کردنم مقدور نیست
هیچگه از حال زار من سخنے پرسد نگشت — پرسش یاران در این کشور مگر دستور نیست
رنج عشق از بهر گنج وصل اگر عاشق کشد — عشق بازش کی توان گفتن که جز مزدور نیست
دردمند عشق را باید سپردن جان بدوست — گر باو پیش از اجل جان نسپرد معذور نیست
نیست جز در بے وفائی شهرت خوبان ولے — منت ایزد را که او من در آن مشهور نیست
میکشی گر هستی خود وارهاند باده اش — حکم نتوان کرد اے زاهد که او مغفور نیست
فارغم از رنج هجران و نشاط وصل نیز — جز باندوه و غم عشقت دلم مسرور نیست

نالهات غوغای رستاخیز در عالم افگند
عرفیا این نالهٔ تو کم ز نفخ صور نیست

جان من چون از سر کوے تو این غمناک رفت — خاک بر سر کرد چندانے که زیر خاک رفت
گر ز چاک سینه ام یک جان برون آمد چه باک — در درون صد چاک دیگر از ره این چاک رفت
آب تیغت وارهاند از قید جسم و جان مرا — شد روان سیلابی و از ره خس و خاشاک رفت
شبنم است این یا شرار خشم کو آب رخت بود — بسکه دود آهم از مهر تو بر افلاک رفت
بنگر اوراکم که چندان شست و شو کردم باشک — کانچه جز نقش تو بود از صفحهٔ ادراک رفت
دست در فتراک یار خود زدم اما ز شک — تو سنش شد تند تا از دستم آن فتراک رفت
عالمے را کشته بے باکانه رفت آن عربده زن — خیل خیل افواج جان دنبال آن بیباک رفت

دل ز نقش غیر صرفی پاک گرد و جان سپرد
شکر لله در جهان پاک آمد هم پاک رفت

شام اجلم دهر ز شب جامه سیه داشت
عمری ز پی ماتم این جامه نگهداشت

دی گفت که بر چشم تو مانم قدم امشب
مشتاق قدومش همه شب چشم تر داشت

کج مانده کله را و عیان گشته ز کاکل
هر فتنه که آن شوخ نهان زیر کله داشت

شب در دل من آرزوی خال رخش بود
داغ سیه از آه دل من رخ مه داشت

بر ما چو کشید آن شه خوبان سپه حسن
از زلف و خط و خال سیاهی و سپه داشت

دیروز که بر سینه زدی از مژه ناوک
یک ناوک مژگان تو خاصیت ده داشت

رخ نمودن از آن پری عجب است
از پری آدمی گری عجب است

گر شهان اند بنده اش چه عجب
لیک از و بنده پروری عجب است

چون زند لاف پیشت آئینه
با تو از وی برابری عجب است

یک نگاه تو آرزوی شهان
گر سوی بنده بنگری عجب است

در زمانت ز لیلی و سلمی
نازنینی و دلبری عجب است

شیوهٔ تست قتل اهل وفا
گر ازین شیوه بگذری عجب است

سر خود گر نبازی ای عاشق
در رهِ عشق سروری عجب است

لطف طبع تو صرفیا در شعر
از ظهیری و انوری عجب است

بهتر از خورشید یا از ماه افزون گویمت
ای همه نور خدا خورشید و مه چون گویمت

سرو بستان جمالی یا گل گلزار حسن
یا نگار سرو قد جامه گلگون گویمت

وه نمیدانم چه می گویم ترا از حال خود
از دل خون بسته یا از چشم پرخون گویمت

نامهٔ سربستهٔ عشق است سوی تو دلم
گر بخوانی نامه را بشنو که مضمون گویمت

ناله چون بلبل کنی بسیار چون کبک دری
اندکی گر وصف آن رفتار موزون گویمت

زینهار ای دل برون از حلقهٔ زلفش مشو
ور شوی از حلقهٔ عشاق بیرون گویمت

عشقبازی چون تو صرفی در جهان بگذشته نیست
بهتر از فرهاد یا افزون ز مجنون گویمت

نهادم شیشهٔ دل هست من بر طاق ابرویت — زبی باکی شکست آن شیشه را چشم جفاجویت
یکی از گیسوانت کام دل دیگر کمند جان — عجب فرقیست نازک در میان این دو گیسویت
شب دیدارت ای مه دیده های اختران باز است — فلک با صد هزاران دیده خواهد دیدن رویت
ز کویت میل جنت چون کنم هرگز نمی ارزد — زلال کوثر جنت بخاکی از سر کویت
چو از آئینهٔ حسن تو ظاهر حسن بیچون است — چرا از اعتقاد خود نه گردد منکر رویت
نیامد مانع نظارهٔ تو دیدن غیرم — بروی دیگرانم دیده اما چشم دل سویت

بفن شاعری صرفی طریق ساحری دارد
مگر تحصیل علم سحر کرد از چشم جادویت

آمد سپاه حسن تو و ملک جان گرفت — با این چنین سپاه جهان میتوان گرفت
تا کرد جا غمت به دل دردمند من — جان بر لب آمد از غم دل دل ز جان گرفت
لاغر تنم گزید بدندان کیس رقیب — بنگر چگونه سگ بدهان استخوان گرفت
کس در کنار خود به جهان چو تو دلبری — نه گرفته است تا نه کنارا ز جهان گرفت
گل گل شگفته اند همه شاهدان باغ — آن سرو لاله رخ چو ره بوستان گرفت
از تار بست سرو گل اندام من کمر — آشوب و فتنه را کمرش در میان گرفت

تا یار شد به جامهٔ زربفت جلوه گر
صرفی بهار عمر تو رنگ خزان گرفت

تیغ در دست اجل از غمزهٔ یار من است — آب حیوان خوردن از تیغ اجل کار من است
آه آتش بار نه بود موجب کم لطفش — بلکه از اسباب گرمیهای بازار من است
بسکه نیامد صحبت شادی و من با یک دگر — من طلب کار غم و غم هم طلب کار من است
گر کند منع تماشای رخ یارم فلک — چون کند گر یاد آوردش شب تار من است
تا یکی بی قیمتم دا اندر رقیب خود فروش — قیمتم این بس که جور او خریدار من است
ماه من از مهربانی ملتفت با غیر من است — التفات او بغیر از بهر آزار من است
روز قتل بیدلان بهر خدا خونم بریز — زنده بیرون آمدن زین معرکه عار من است
رخ چو بنمائی بخواب آلودگان بزم عیش — لایق نظارهٔ تو چشم بیدار من است
سرنگون جام نشاط من اگر افتاده است — صرفی از خاصیت بخت نگونسار من است

هر یک از دیده و دل بهر تو جای دگر است — وه که هر جا ز قدوم تو صفای دگر است
دل من سوی تو و دیده بروی دگران — دل بجای دگر و دیده بجای دگر است
چشم از پرتو رویت بخدا می باشد — دیده ام را ز جمال تو جلای دگر است
چشم عاشق بهوای تو پر آب است مدام — وه که در عالم عشق آب و هوای دگر است
چه گریزیم ز عشقت که بلای ز خدا است — مگر انجا که گریزیم خدای دگر است
بدلم ناوک ناز تو بدان تیغ مژه — آری آری پی هر درد دوای دگر است

صرفی دل شده چون گوشه نگیرد چه کند
که بهر گوشه چشم تو بلای دگر است

رخ نیاز بران راه سودنم هوس است — چو خاک بر سر آن راه بودنم هوس است
هنوز نه ناز نه گشته آشنا بغمزه سبب گوید — بدین بهانه ترا آزمودنم هوس است
نه طوق وفایت بگردن آمده ایم — که با سگان تو خود را نمودنم هوس است
بدان دیده که خاک ره تو رنگ کردم — بخون و خاک دران ره غنودنم هوس است
ز لعل لب تست مرا آرزوی دشنامی — که از زبان تو خود را ستودنم هوس است
حدیث شهد و شکر چند گویی ای طوطی — حکایتی ز لب او شنودنم هوس است

هزار غم بدل من از و است ای صرفی
ولی هزار دگر هم فزودنم هوس است

خم ابروی کج یار مه نوی خم است — زین هوس گرچه بسی کاست ولی نامداست
خرقه کهنه ما اطلس سبز فلک است — جا بجا پنبه این کهنه ز انجم پیداست
هست در چین و ختا آهوی مشکین لیکن — نسبت چشم تو با آهوی چین عین خطاست
شکوه گوییم و شکایت ز جفایت نکنیم — که چنین قاعده طایفه اهل وفاست
بنگر آن ترک کمان ابروی من کز مژه اش — ناوکی هست که پیکان وی از تیر قضاست
در دعائیم که کند ترک وفا یار ولی — گو نه در دامن جور و ستمش دست دعاست

خالی از اشک نمی باشد و بی آه دمی
صرفی خسته که پرورده این آب و هواست

نه همین دست فغانم که بکویت برخاست — پر ز افغان من غمزده صحرا صحرا است

گرچه از لجهٔ عشق است دلم یک قطره — در همین قطره چه گویم که چه دریا دریاست
می توان گفت که از عشق کنم تو. ولی — جز در روی همی نتوان گفت اگر گویم رواست
شاه من داغ غلامی که جبینم زان است — اثر دولت هم آری ز جبینم پیداست
باغبان در هوس شکل قد موزونت — می کند تربیت سرو ولی ناید راست
سجده کردم من دیوانه بت خود را ز جنون — گر بگویند که این سجده روا نیست رواست

گر فلک نیست رقیب تو به عشقش صرفی
در پی جور و جفای تو رقیبانه چراست

گرچه مانند من از عشق تو غمناکی نیست — گر غم عشق از این بیش بود باکی نیست
پای بر خاک منه ای سرو من خاک رهت — قدمی بر سر من نه که کم از خاکی نیست
کهکشان نیست که در سینهٔ فلک را چاکیست — سینهٔ چرخ هم از تیغ تو بی چاکی نیست
پاک باید دل از آلایش گل بهر غمت — لایق بودن او غیر دل پاکی نیست
تو نئی بر تو دل و هر تو نئی دل من فلکی است — تو ندانی که جز این نه فلک افلاکی نیست
تا اجل گشت یکی را تو هزاران کشتی — آفرین باد در این ره چو تو چالاکی نیست

یار در ضمن جفا لطف نماید صرفی
گله تا کی مگرت فهمی و ادراکی نیست

با یک دگر نه و چشم تو در قتل من یکیست — بهر هلاک من دو لبت را سخن یکیست
خواهیم صد دل و از تو صد غم بهر دلی — وه چون کنیم آه که دل در بدن یکیست
مردم ز ضعف و چون ملک آمد بپرسشم — معلوم او نشد که درون کفن یکیست
گل پیرهن ز لاله عذاران تویی و بس — یوسف هزار و یوسف یکیست
فرق است در مشارب اهل جنون ولی — در اصل راه قیس و ره کوهکن یکیست
در رزمگاه عشق تو جانها کشید صف — در خیل اهل حسن همین صف شکن یکیست

صرفی خمش نشین که بود برانه جهان
آواز جغد و نغمهٔ مرغ چمن یکیست

سلک دندان تو و عقد گهر هر دو یکیست — دهن تنگ تو و تنگ شکر هر دو یکیست
نغمهٔ تازه شنو هر سحری از دل من — دل نالان من و مرغ سحر هر دو یکیست

بی دهان تو دلم غنچه صفت پر خون است — دل پر خون من و غنچهٔ تر هر دو یکیست
عیب من بی هنری نیست در اقلیم جنون — خوش دیاری که در و عیب و هنر هر دو یکیست
ای که خاک ره تو سرمهٔ اهل نظر است — سرمه و خاک ره تو به نظر هر دو یکیست

صرفی آتشکدهٔ عشق دل سوخته است
اخگر آتش سوزان و جگر هر دو یکیست

باده و اشک من و خون جگر هر سه یکی است — کهربا و رخ زرد من و زر هر سه یکی است
تا بکام دگر است لب شیرینت — زهر در کام من و شهد و شکر هر سه یکی است
باغ خوبیست رخ خوب تو ای تازه بهار — سبزه و خط تو و سنبل تر هر سه یکی است
مهر و ماه بفرشش ره تو افتاده — خشت آن فرش ره و شمس و قمر هر سه یکی است
چون سیه روزم از آن زلف شب آسا چه عجب — زلف آن ماه و شب و روزم اگر هر سه یکی است
چشم پر نم شب غم ریخت بسی گوهر اشک — شبنم و اشک محبان و گهر هر سه یکی است

صرفی افتاده سر تاجوران بر ره دوست
خاک آن ره گذر و افسر و سر هر سه یکی است

خوبان هزار و پادشه این سپه یکی است — بر آسمان ستاره فراوان و مه یکی است
ملک دل از دو چشم ستم پیشه ات خراب — آباد کشوری که در و پادشه یکی است
با هر بتی است حسن و لطافت جهان جهان — حسن همه بتان ز جمال تو وه یکی است
جز عاشقی کناره محبان نیامده — اهل گنه برون ز شمار و گنه یکی است
کوهی ز سنگهای ملامت شدم ولی — نسبت به تندباد غمت کوه و که یکی است
ره نیست سوی کعبهٔ جان جز طریق عشق — رهرو اگر هزار هزار است ره یکی است

روی دل من است بسوی حبیب من
صرفی مرا هر دو جهان قبله گه یکی است

دلم یکی و زبانم یکی و کار یکی است — زبان من سخن از دل کند که یار یکیست
عتاب و غمزه و ناز و کرشمه ات همه من — به کشتن من غمدیده هر چهار یکیست
فغان دل [illegible] چو من است ای گل از جفای رقیب — خلیده است بصد دل اگر چه خار یکیست
همیشه بار محبت کشیدنم کار است — مرا ز روز ازل با نگار و یار یکیست

بباغ دلبری از قامت سهی قدّان | نهال ها ست ولے سرو گلعذار یکیست
چگونه شرح بلا های خود بتو انم کرد | اگر هزار بلا گویم از هزار یکیست
مرنج اگر تو بسے خواری و رقیب عزیز
که پیش یار تو صرفی عزیز و خوار یکیست

داریم صد رقیب ولے یار ما یکی است | دشمن اگر صد است چه غم چون خدا یکی است
از هر طرف بجلوه بر آمد سهی قدی | ما را بآں چه کار چو مقصود ما یکی است
بایکدگر اگرچه اسیران عشق را | بسیار گفتگو است ولے مدعا یکی است
دل ریش و سینه چاک و جگر خون برای اوست | دارم هزار درد و لیکن دوا یکیست
چشم ز شوق خاک ره اوست دُر افشان | دُرهای من برون ز شمار و بها یکی است
هر سو هزار لاله عذار است جلوه گر | امّا نگار غمزه زن دل ربا یکی است
صرفی بلا است قامت آں سرو ناز و بس
در بوستان حُسن نهالی بلا یکی است

شوخیکه دلش مایل جور و ستم ماست | ما را غم او گر نشد او را چه غم ماست
با دوست چگوئیم که از بهر تو مُردیم | او را چه ضرورت بوجود و عدم ماست
از جام غمش روز نمی ماشربت ما گشت | این است دوائیکه ز بهر الم ماست
تیر مژه قلم ماه دوات از دل پُر خون | اقلیم محبت همه زیر قلم ماست
بر کعبهٔ گل هست شرفے کعبهٔ دل را | بتخانه که شد کعبهٔ دل از صنم ماست
چون همدم ما یاد لب اوست عجب نیست | که زندگی خضر و مسیحا ز دم ماست
صرفی دل ما از حرم کعبه فزون است
صد کعبه بیک گنج حریم حرم ماست

مذهبم عاشقی و عشق بتاں دین من است | مشربم رندی و دیوانگی آئین من است
همه را جام تنعّم بکف و ساغر عیش | فارغ از عیش و تنعّم دل غمگین من است
دارم از جاں رمقی کاں نرود تا غم تست | منتظر مانده اجل بر سر بالین من است
لب و فاداری من دیده بدشنام کشاد | نزد ارباب وفا غایت تحسین من است
اشک سرخم برخ زرد روا نیست از عشق | عشق بر رغم رقیب از پئی تزئین من است

کار ایام و طریق فلک است آزارم / وای اگر دلبر من هم ز پی کین من است

بر گلو تیغ تو صرفی بدعای خواند / سبب آنکه قبولش فتد آیین من است

قامتش نخلی است کز بستان جان برخاسته است / هر چه میگوییم بوصف قامت او راست است

سنبل مشکین برآورده است از گلبرگ تر / نوبهار من که باغ حسن را آراسته است

ایزد از هر موی زلفش خواسته دامی بگیرم / یک سر مو کم نگردد هر چه ایزد خواسته است

بار بنشسته است آن بالا بلند فتنه جو / تا نه از سرو قد او فتنه برخاسته است

تن نمانده است آن قدر کانجا تواند ماند جان / بسکه ای صرفی ز اندوه فراقش کاسته است

سوی کعبه چه روم کعبه من کوی کسی است / رو بقبله چه کنم قبله من روی کسی است

جان ز من گوشه گرفته است ولی نرفته / دل گواهست که در گوشه ابروی کسی است

هیچ دانی که چرا میل صنوبر دارم / راست گویم که شبیه قد دلجوی کسی است

در دلم آرزوی لاله که همرنگ یکی است / خاطرم مایل سنبل که در و بوی کسی است

گفته ام مانه مگر سامری آمد بجهان / سامری نیست که آن نرگس جادوی کسی است

بدعا غمزه عاشق کشش او میخواهم / کاش داند که همین بنده دعاگوی کسی است

گر عزیز دو جهان آمده صرفی چه عجب / عزت او نه همین بس که سگ کوی کسی است

زلفت آشفته مگر ز هوس موی کسی است / میل خلقی بتو و میل تو هم سوی کسی است

جان من چشم تو چون نرگس بیمار چراست / گر نه بیماریش از نرگس جادوی کسی است

میل تو این همه با صنوبر ز چه رواست / در سرت گر نه هوای قد دلجوی کسی است

گذر خلق جهانیست بکوی تو ولی / گاه گاهی گذرت هم بسر کوی کسی است

تو هم امروز گرفتار بجائی شده / غالباً دام فریبت شده گیسوی کسی است

هیچ روئی بجهان خوب تر از روی تو نیست / پس چرا در دل تو آرزوی روی کسی است

سرو من میرم ازین غم که مبادا قد تو / خم شود گر نظرت بر خم ابروی کسی است

گر برخسار تو صرفی نظری کرد مرنج / چون ترا نیز نظر بر رخ نیکوی کسی است

غـزل

خط تو غالیه یا مشکناب ازین دو کدام است
لب تو آب خضر یا شراب ازین دو کدام است

گمان برم که عرق بر گل رخت ز سیر است
تو خود بگو که عرق یا گلاب ازین دو کدام است

گهی بغمزه خرامی و گه بناز ندانم
که خلق را سبب اضطراب ازین دو کدام است

مرا غرض ز دعا وصل و غیر را است فراغم
ولی خدا چکند مستجاب ازین دو کدام است

صلاح و باده کشی بین که نیز در اهل محبت
ره خطا و طریق صواب ازین دو کدام است

مه سپهر کرم پادشه سپهر امارت
ملک حسین جلالت مآب ازین دو کدام است

اگرچه او بزمین است و مه به چرخ ولیکن
ز روی مرتبه عالیجناب ازین دو کدام است

ز کلبهٔ تو که بوی کباب آمده صرفی
بر آتش است دلت یا کباب ازین دو کدام است

ز چاک سینه گریبان جامه بجان است
ز داغ لاله دهان تکمه گریبان است

ز عشوه کار بت الماس ریزه می بارد
تو خود بگوی که این درد را چه درمان است

خدنگی آمده است از تو و عجب که بدل
ز یک خدنگ تو ام صد هزار پیکان است

فنون سحر ز چشمت بتان بیاموزند
بدرس ساحر ریش سامری سبق خوان است

عجب نباشد اگر قبله را بگردانند
بتی که خانه بر اندازد اهل ایمان است

اگر بچشمش نبود مشکل است زیستنم
حراستش ز بلای اجل نگهبان است

ز چشم شوخ تو ایمن مباش ای صرفی
که صد هزار فریبش بنوک مژگان است

از سرم سیلاب چشم تر گذشت
نیست تا گوید باو این سر گذشت

بر سرم تا پا نهاد آن سرو ناز
پایهٔ من از فلک برتر گذشت

بی رخ آن مه وش زهره جبین
نالهٔ من از مه و اختر گذشت

با رخ همچون زر و اشک چو سیم
عاشق از سودای سیم و زر گذشت

کردم از وصلش بنا ایوان عیش
صرفی این ایوان ز کیوان بر گذشت

نوبهاران ابر چون بر کوه و هامون میگریست
غالباً در ماتم فرهاد و مجنون میگریست

در هوای گل سرشک افگند ابر نوبهار | از هوایت گر شدی آگه همه خون میگریست
گریهٔ شادی شب دیدار جانان داشت شمع | ورنه پیش روی او بی موجبی چون میگریست
پند گوی من که میزد خنده ها بر گریه ام | گر شدی واقف ز دردم از من افزون میگریست
گر غمت با کوه و هامون گفتمی ای نو غزال | کوه از آن اندوه می نالید و هامون میگریست
گر نه دل خون گشت از درد و برون از دیده رفت | از چه رو دوشینه چشم اشک گلگون میگریست

شب همه شب شمع من از آتش پنهان دل
در درون می سوخت صرفی و ز بیرون میگریست

یارب آن مه با رقیبان چون بدینسان خو گرفت | بوالعجب قومی است با این قوم نتوان خو گرفت
خضر خورد آب بقا آمد نشد غارت پذیر | عاشق از گفتار تو با آب حیوان خو گرفت
دل بمیدان محبت در خم چوگان غم | هست چون گویی که در میدان بچوگان خو گرفت
تا ازین جمع بتم روی پریشانی نمود | خاطر جمعم باحوال پریشان خو گرفت
وه چه خواهد کرد بعد کشتن مردم تمام | چون بقتل مردمان آن شاه خوبان خو گرفت
آرزومندی که وصلت چاره ساز او نشد | آخر از بیچارگی با درد هجران خو گرفت

از نشاط کامرانی نفرتی دارد عجب
صرفی بیدل که با اندوه جانان خو گرفت

خوی تو بهانه جوی جنگ است | جنگت اجلی که بیدرنگ است
بدنام جهان شدن چه عار است | ما را که ز نام نیک ننگ است
از کوه غمت بود نشانی | لوحی که به تربتم ز سنگ است
ای عشق اجل بکینه تیر بست | از ترکش او که پر خدنگ است
رنگارنگست نام آن گل | در یک رنگش هزار رنگ است
بر توسن عشق گاه جولان | میدان فراخ دهر تنگ است

صرفی چه نهیم نام صلحش
کین صلح نه آشتی نه جنگ است

با جان خودم همیشه جنگ است | گر صحبت او غمت به ننگ است
تا تیغ کرشمه را کنی تیز | در پهلویت از دل تو سنگ است

کامم ز تو تلخ در دهانست   از شکر ناب تنگ تنگ است
کنهت نتوان بعقل دریافت   در راه تو پای عقل لنگ است
از غایت حیرتم خبر نیست   کان طرفه نگار را چه رنگ است
تیرش بدل و من اندرین فکر   کز دست که یا رب این خدنگ است

رسوا شدی آنچنان تو صرفی
رسوائی را هم از تو ننگ است

یار بر ما نگاه کرد و گذشت   قتل صد بیگناه کرد و گذشت
روز من ساخت تیره آن خورشید   کار بخت سیاه کرد و گذشت
تیر مژگان آن کمان ابرو   در دل خسته راه کرد و گذشت
چون خرامید سوی سوختگان   حذر از دود آه کرد و گذشت
سپه غمزه اش به ملک دل است   اهتمام سپاه کرد و گذشت
داد مے خواهم و فغان منش   آگه از داد خواه کرد و گذشت

بر در او شب اجل صرفی
ناله صبحگاه کرد و گذشت

دلم که بستهٔ آن زلف شد شکستهٔ اوست   هزار شکر که باری شکسته بستهٔ اوست
بچشم مردم دیگر نشسته است دریغ   مهی که مردم چشمم بخون نشستهٔ اوست
دوای درد ویم نیست آرزو هرگز   که درد اوست دوای که خستهٔ اوست
چگونه سوی گلستان روم جدا ز رخش   بپای دل چو مرا خار غم شکستهٔ اوست

بپا ز خود نتوانند بیدلان پیوست
مگر کسیکه چو صرفی ز خود گسستهٔ اوست

دی مغبچهٔ کرد بیک جرعه مرا مست   یا رب بکه گویم ز که پرسم که کدام است
آیا ز کجا آمده بود و به کجا رفت   یا رب ز چه قوم است و مسما بچه نام است
آن طرفه غزالی که رمید از من بیدل   آرام دل کیست ندانم بکه رام است
در سینهٔ تنگم غم او کرده اقامت   لیکن خبرم نیست که او را ز چه مقام است
صرفی چه کند گر نرود از پی معشوق   چون توسن دل را بکف عشق زمام است

غزل دیگر

دندان تو سین آمده و زلف تو لام است
در کشور خوبی ز خدا بر تو سلام است

گر خون جگر می خورم از هجر حلال است
ور باده کشم بی لب لعل تو حرام است

امروز غلام خودم آن شاه بتان خواند
سلطان جهانم بچنین روز غلام است

قاصد خبر فرقت دلبر بمن آورد
با این خبرم از ملک الموت پیام است

گر چشم ترا هست سر قتل محبان
کارم همه از نیم نگاه تو تمام است

جورت که از آن بهره ورند اهل محبت
مخصوص کسی نیست که انعام تو عام است

زین گونه که بخت سیهت تیرگی آورد
صرفی عجبی نیست اگر صبح تو شام است

زشوقش عقل و هوشم رفت و جانیست
هنوز ای دل تکلف درمیانیست

تن من استخوانی مانده از ضعف
سگت را تحفه ام این استخوانیست

بشمشیرت چه حاجت بهر قتلم
که هر مژگان تو تیغ جان ستانیست

همه من مردم این چشم بیدار
همه شب بر درت چون پاسبانیست

تنم شد خاک و بر باد فنا رفت
ز من این خانه را نام و نشانیست

گهربار است لعلش با رقیبان
ز غیرت دیده من درفشانیست

زیانی جانی اصلا کس نخواهد
به عشقت سوده صرفی این زیانیست

از محبان دین و دل بردن طریق یار ماست
با دل و دین تحفه جان نیز دادن کار ماست

دل باو دادیم تا دلدار ما باشد ولی
بعد مردن پاره کردن عادت دلدار ماست

نالهٔ من کلبهٔ ما را منور ساخته
مهر انور مستفید از سایهٔ دیوار ماست

خاک آن راهیم و گرد ما همه کوه غم است
نه فلک زان روز گردد ما بزیر بار ماست

قطره قطره می فشاند دیدهٔ ما خون دل
غالبا هنگام برگ افشانی گلزار ماست

عاشق از ما بشنود عاشق که شهر عشق را
صرفیا دروازه از چاک دل افگار ماست

امروز جز تو خسرو عالم مطاع نیست
در ملک حسن با تو کسی را نزاع نیست

هر چند میکشیم ستمت کم نمی شود / شکر خدا که فیض ترا انقطاع نیست
جز یار من که قتل اسیران خود کند / در ملک حسن صاحب این اختراع نیست
مردن هزار بار به است او وداع دوست / در درد مرگ محنت روز وداع نیست
از هم فتاده اند جدا عقل و جان و دل / این فرقه را دگر هوس اجتماع نیست
مهر و وفا بکوی ساز از عشق و بس / ای خواجه در دوکان دگر این متاع نیست

ناصح چرا ز طعن تو صرفی کند گله
بر سر عاشقی چو ترا اطلاع نیست

جان مرا چو از اجل امروز فرصت است / بسپارمش بدوست که فرصت غنیمت است
زینسان که هست هر مژه ات تیغ جانستان / گر متهم بخون منی جای تهمت است
بی خاک پایت سرمه بچشم بتان بود / همچون تیممی که بنا بر ضرورت است
چون نیست کم ز آب حیات آب تیغ تو / بر جان تشنه ام که نهی از مروت است
یکبارگی اگر بزنی تیغ بر سرم / زان تیغ تیز بر سر من بار منت است
تدبیر کار عشق نمی آید از خرد / وابسته کار ما بقضا و مشیت است
جانم که از مصاحبت عقل و دل گریخت / در گوشهٔ ز چشم تو از اهل عزلت است
من از فراق غمزده و دل بوصل شاد / گر تیغ غیرتش بزنم جای غیرت است

صرفی زهی که زند قدح پوش میرود
برتر ز چار مذهب و هفتاد ملت است

گفت در باری چشمان تو بی چیزی نیست / گفتمش لعل دُر افشان تو بی چیزی نیست
گفت خال تو پریشان بنود بی جهتی / گفتمش زلف پریشان تو بی چیزی نیست
گفت بنگر که لب فتنه بعالم برخاست / گفتمش نرگس مستان تو بی چیزی نیست
گفت در رشته جان تو مرا پیچ و خم است / گفتمش کاکل پیچان تو بی چیزی نیست
گفت چاک دل ریشت بنود بی سببی / گفتمش خنجر مژگان تو بی چیزی نیست
گفت سرگشته بمیدان بلا چون گوئی / گفتمش زلف چو چوگان تو بی چیزی نیست

گفت این داغ بلا بر سر صرفی که نهاد
گفتمش خال زنخدان تو بی چیزی نیست

بجاں بخلوت گاہ دلی با آں پری ہمخانہ است — دیدہ و دانستہ اند انجا مگر دیوانہ است
دل بہ عشق آں کہ تاراج خرد آئین او است — آشنائی کرد گو یا از خرد بیگانہ است
نیست بیش از شعلۂ از آتش سوزان من — آتشے کز سوز عشق شمع در پروانہ است
زلف او مشاطہ را در دست و من در غیرتم — چاک چاک از دست آں مشاطہ دل چوں شانہ است
قصہ ہا گر کسے گوید صحیح است این حدیث — داستان لیلی و مجنون ہمہ افسانہ است
یک دل زاہد ندارد مبلغے الا در کفش — از تو سرگرداں بصد دل سبحہ صد دانہ است

صافی از دیوانگی مے خواہد آں زنجیر زلف
قصد این ویرانہ کار مردم فرزانہ است

چون الف جا کردہ قدرت در میان جان ما ست — قامتت را گر الف گفتم مرنج از حرف راست
تا مگر سازد فلک بہر تو ام زیر زمین — بر زمین روئی نیازم بر فلک دست دعاست
گفتیم دیوانہ چوں گشتی چرا عاشق شدی — عاشق دیوانہ ، تو فارغ از چون و چرا است
از غم عشقتم مریض از جور حرماں دردناک — آں مرض دور از علاج این درد بیرون از دوا ست
یار بر ما خشمگین است و رقیباں در کمیں — در طریق عاشقی ما را توکل بر خدا است
جز ہوای آں سہی قد در دل عشاق نیست — جا گرفت انجا خیال او کہ جای خوش ہوا است
از بلای عشقتم امید خلاصی چوں بود — قامت جاناں بلا کاکل بلائی بر بلا است
انتہای سوزش پروانہ فانی گشتن است — ای کار من در عاشقی آں انتہا است

بود مقصودم کہ دلدارم کشد افسانہ گشت
آنچہ من مے خواستم صافی خدای من نخواست

مرا جز بسوئے تو روے طلب نیست — اگر روی مطلوب بینم عجب نیست
درت کعبۂ حاجت و بندہ محتاج — بگرد درت گشتنم بے سبب نیست
بوصل تو ہر شب شب قدر دانم — بقدر شب وصل تو ہیچ شب نیست
بخاک رہت مے کنم جاں فشانی — اگر چہ خود این از طریق ادب نیست
بلب جام وصل تو دارند خلقے — مرا از فراق تو جز جاں بلب نیست
ز درد و غمت شادمانیم و ما را — تمنای عیش و ہوای طرب نیست
بہ عشقت ہمہ عمر خود صرف کردم — ازاں رو مرا غیر صافی لقب نیست

ایضاً غزل

زلف تو فرزانه‌گان را باعث دیوانه‌گی است — هر سر مویش خطے بر دفتر فرزانگی است
تا بدل جا کرد جانان از لبش جان کام جو است — این همه گستاخی جان با وی از هم‌خانگی است
من چو گشتم آشنایش او ز من بیگانه شد — وه که یار او آشنائی موجب بیگانگی است
کشور دل هر دم از جور تو شد آباد تر — مملکت را گرچه از ظلم شهان ویرانگی است
ریخت چشمم دانه چندان کاندرو دیگر نماند — مرغ دل زار و ضعیف افتاده از بی دانگی است
زن زلیخا را مگو کز عشق بازی غم کشید — این چنین باری کشیدن غایت مردانگی است

عاشقت گویند اگر دیوانه در عاشقی
غالباً صرفی مراد از عاشقی دیوانگی است

یارب آن غارت گر دلهای ما دلدار کیست — سینه‌ها از غمش بزخون داد و غمخوار کیست
هر کسے در خواب نتواند جمال یار دید — تا چنین خوابے نصیب دیده بیدار کیست
غمزه پنهانیش دل خون و جان صد پاره کرد — هیچ کس جز من نمی‌داند که اینها کار کیست
نام خود در خاک راه او رقم کردم به خون — تا بداند کان نشان دیده بیدار کیست — خونبار
کرد قطع یاریم آن تیز خشم تند خوے — آنکه قطع یاری من کرد یارب یار کیست
روز و شب استاده بر یک جای سرو از حیرت است — وه نمی‌دانم که حیران قد و رفتار کیست

آن گل نورس که صرفی بلبل شیدای اوست
یارب از باغ که خواهد بود از گلزار کیست

ای آنکه ترا بر سر کویش گذرے هست — هیچ از دل گم گشته ام انجا خبرے هست
خون شد جگر اهل محبت ز غم او — آیا خبرش از غم خونین جگری هست
ای ناصح اگر عشق بتان پیش تو عیب است — خود گو به از این عیب به عالم هنری هست
یک شعله جانسوز در آمد بدل از عشق — سوزان ترا از آن هم بقفایش دگرے هست
دانسته ام از تلخی اندوه فراقش — کز زهر هلاهل بجهان تلخ ترے هست
خاکستری مانده ز من ز آتش شوقش — کانم نه دهد تا ز من اندک اثری هست

صرفی رخ مانند زرت هر که ببیند
داند که بجانب الم سیمبرے هست

جان ما را زندگی از یاد جانان نیست نیست   قابلی را زندہ بیجان بودن امکان نیست نیست
هر بتی چون نقش بر دیوار پیشت نیست نیست   دلبر من صورت دیوار را جان نیست نیست
هستم از عشق تو رسوا بر تو ظاهر نیست نیست   موجب رسوائیم از خلق پنهان نیست نیست
بهرِ از افغان نبی دفع رقیبم نیست نیست   هیچ تأثیری درو از تیر افغان نیست نیست
قتل ارباب محبت شیوهٔ او هست نیست   زین کششهائی که کرد آیا پشیمان هست نیست
نور بیچون ظاهر از آئینه رویان هست هست   در رخ منکر نشان نور ایمان نیست نیست

دلربائی ما یکی در هر دو عالم هست هست
هر که ای صرفی ترا گوید مسلمان نیست نیست

حال من آشفته و کارم بسامان هست نیست   اضطرابم در دل و آرام در جان هست نیست
نوبهار آمد به بستان گل شگفت آیا مرا   آرزوی کوی یار و میل بستان هست نیست
محنت جانکاه بی رخسار روح افزای تست   آن کشیدن مشکل و این دیدن آسان هست نیست
زیستن بی تو به مثل مردن است از هجر تو   جان من مشتاق این و مایل آن هست نیست
هست در شبهای هجرانم امید صبح وصل   خاطرم زان رو درین شبها بسامان هست نیست
سبحهٔ اسلام را زنار زلف او گسیخت   رونق ظلمات کفر و نور ایمان هست نیست

سینهٔ محزون صرفی و دل غمگین او
پُر ز درد و خالی از اندوه هجران هست نیست

دوش که آمد تو گلی در خار خاری ماند و رفت   در دلم از خار خاری عشق خاری ماند و رفت
رفت و داغ حسرت آن لاله رو بر دل بماند   در دمند خویشتن را یادگاری ماند و رفت
داشتم امید کز باغ رخش چینم گلی   خار حرمان در دل امیدواری ماند و رفت
ناوک انداز که رفت و ناوکش در سینه ماند   مرهمی از بهر ریش دل فگاری ماند و رفت
کوه هائی غم بسی بالای هم زان سنگدل   بر سر اهل محبت طرفه باری ماند و رفت
چون کنم یارب که یک دل دارم و غم صد هزار   این همه غم در دل من غمگساری ماند و رفت

در کنار من نشست و بست پیمان وفا
کفر آن پیمان صرفی بر کناری ماند و رفت

بُتی بد بدهٔ احباب جا گرفت و گذاشت   دلش ز صحبت اهل وفا گرفت و گذاشت

همین بس است از و خود بهپای من که سرم | بوقت بسمل من زیر پا گرفت و گذاشت
بخوی خوب دل ما بخود کشید و برفت | فغان که خوی بسا یار ما گرفت و گذاشت
زفتنه‌ات چو بدعوت نماند حسا صحیتی | دلم به عشق طریق دعا گرفت و گذاشت
زرندِ توبه شکن زاهداں چه مے رنجند | که دست بیعت بر شما گرفت و گذاشت

اگر نه گشت پشیمان ز مهربانی خود
سگِ تو دامن صرفی چرا گرفت و گذاشت

اگرچه نامه و پیغامِ جانان شادمانم ساخت | ولیکن من بایں ها در فراقش کی توانم ساخت
قضا چوں ساخت جا در منزل جان و دلم در تن | غم عشق ترا جا در دل و منزل بجانم ساخت
زهجراں پیر فرسانی گشتم اما زنده ام ای جان | به امید که خواهد وصل تو از سر جوانم ساخت
به فریاد از فغانم بود جان ناتوان من | گریزی چوں ندید آخر به فریاد و فغانم ساخت
بنازم گفته رکن خان و مان آواره چوں گشتی | چه سازم چوں کنم عشقت چناں بے خانمانم ساخت
دگر مپسند بر من ایں همه بار غم و محنت | که اندوهِ فراق تو ضعیف و ناتوانم ساخت

نمی گوید زبانم جز به وصف او سخن هرگز
ز مهر وصفش ای صرفی خدا گویا زبانم ساخت

آں مست چو منزل به لبِ آب گرفته است | آب از لب او رنگ مئی ناب گرفته است
با دیدهٔ بیدار بود دولت دیدار | ای بخت چرا چشم ترا خواب گرفته است
چوں زلف خود امروز بر آشفتی و رفتی | گو با دلت از صحبت احباب گرفته است
نازک تر ازاں موے بود طرهٔ یارم | کاں طره ز آهِ دل من تاب گرفته است
اسباب سفر خواهم ازیں عالم پر غم | یعنی دلم از عالم اسباب گرفته است
از دیده خیالش نه تواند بدر آمد | چوں راه بروں آمدنش آب گرفته است

صرفی چو به خاک درِ او جاں بسپردم
بر ما سگ او خورده درین باب گرفته است

قطرهٔ خورشید از جام نشاط افزاے ماست | رقص چرخ از لذت یک قطرهٔ صهبای ماست
ایں شفق نه بود به زیر اطلس سبز فلک | رشحه از بادهٔ ما زیر پای بالاے ما است
ماه من با مهر تو مستغنیم از چرخ دوں | ناخوشی های فلک با ما ز استغنای ما است

وعدهٔ رویت به فردای قیامت داده اند　　لیکن از نظاره ات امروز ما فردای ماست
او بت مجنون گذشت و رفت دور کوه کن　　عالم دیوانگی اکنون بجا از غوغای ماست
صد هزاران جان بهر گامیش آمد زیر پای　　بسکه بر خاک ره او جان فشانی های ماست

صرفی افزون شد جنونم چون بنازم آن پری
گفت ای دیوانه گو یا در سرت سودای ماست

گر کند جانان شهیدم رسم بر جان من است　　آب روی جان ز آب تیغ جانان من است
در طریق عشق بازی و فن دیوانگی است　　پیر شد مجنون ولی طفل سبق خوان من است
غم مقیم دل شد اما چون خسرو در آمد درو　　من گمان بردم که روزی چند مهمان من است
عشق تا عشق است چون من مبتلائی را ندید　　وه که من حیران عشق و عشق حیران من است
ای خوش آن روزی که خواهی کرد قصد قتل من　　قاتل من روز بسمل عید قربان من است
دل مرا از مهر ماهی کرده رسوای جهان　　نی مه من مهربان نی دل به فرمان من است

صرفی از چشم ترم برخاست طوفان بلا
صد چو نوح و کشتیش حیران طوفان من است

دلم آن نازنین پسر بشکست　　مگر آن زلف را ز سر بشکست
غیرت عشق از نظاره گل　　خار مژگان ز چشم تر بشکست
عقل حیران آن میان شده است　　از میان تواش کمر بشکست
خاطرم را شکسته بود غمت　　طعن اغیار بیشتر بشکست
ذوق می چون برد ز کام دلم　　شیشه را محتسب اگر بشکست
پر و بال از خدنگ تست هوس　　مرغ دل را که بال و پر بشکست

کلک صرفیست طرفه نیشکری
که به وصف لبت شکر بشکست

شنیده وصف جمالت شدم گرفتار　　گرفت جا به دلم آرزوی دیدارت
رخت به دیدهٔ ظاهر ندیده ام اما　　به چشم باطنم افتاد عکس رخسارت
دماغ جان و مشام دلم معطر ساخت　　نسیم صبح که آمد ز طرف گلزارت
ز بند غم خط آزادی غریبان بود　　خطی که بود ز کلک غرایب آثارت

ز نیشکر نشد ای کام تلخ من شیرین — چنین که شد ز نی خامه شکر بارت
منم که غیر دعای تو هیچ کارم نیست — تو نیی که هست دعاگو چو بنده بسیارت
رخت ندیده ولی والهست چنان حرفی
که گوئیا به همین دیده دیده صد بارت

از بسکه مرا خوی بجور و ستم اوست — فارغ دل غم دیده ز لطف و کرم اوست
دل جمع شد آن مه چو قدم ماند بدیده — شک نیست که جمعیت دل در قدم اوست
مهجور تو خواهد سفر ملک عدم کرد — آری به ازین گونه وجودش عدم اوست
جام طرب و ساغر عیش است بکام — سرمایه عیش و طرب درد و غم اوست
گویند چرا این همه غمگین و حزینی — یاران غم بسیار من از لطف کم اوست
روزی که رخ زرد مرا دید طبیبم — دانست که بیماری من از الم اوست
حرفی صفت خط تو بنوشت و معطر
عالم همه از خامه مشکین رقم اوست

ترک من از موج تیغت جوهر جان ظاهر است — میل پنهانت بقتل از تیغ مژگان ظاهر است
غمزه ناوک های کینت را به زهر آلوده است — زهر ناوک های تو از آب پیکان ظاهر است
از لب لعل و رخ گلگون و چشم مست تو — می کشی هایی که کردی با رقیبان ظاهر است
از می دوشینه مست افتاده تا صبحدم — مستیت از طرز دستار پریشان ظاهر است
در مزاج تو صرف کردن می مست من — از تکلم کردن لعل درافشان ظاهر است
استمالت نامه گویان رقعه آمد ز تو — لیکن آثار غضبهایت ز عنوان ظاهر است
عشق تو جانکاه دردی کرده پنهان در دلم — ای بدل جا کرده بر تو درد پنهان ظاهر است
داغ او بر سینه خود داشتم پنهان ز غیر — وه که داغ سینه از چاک گریبان ظاهر است
آتش عشقت بدل پنهان و آب دیده گرم — آتش پنهان ز آب چشم گریان ظاهر است
حرفیا بر مصحف رخسارش آن زنار زلف
ظلمت کفر است کز وی نور ایمان ظاهر است

جان من پیشت نشان تیر نیست — بنده شرمنده بی تقصیر نیست
زلف تو پای دلم را بست و بس — بهر هر دیوانه زنجیر نیست

میل قتلم کرده چون نالیده ام | نالهٔ من خالی از تاثیر نیست
کی مسی هستی زر خالص شود | گر ز درد عاشقی اکسیر نیست
در ازل سر بازیم بنوشته اند | سرنوشتم قابل تغییر نیست
کی بود صادق به لاف عاشقی | عاشقی کز جان خود دلگیر نیست

چون به جان دادن رسی صرفی به دوست
گر کنی تقصیر از تدبیر نیست

بر سر طاقیه اک سرو روان پر زده است | طایر روح من از طاقیه اش سر زده است
سر مستان محبت ز ده از بی باکی | امشب آن مست می ناز که ساغر زده است
رخ برافروخته از آتش می آمده است | آتشی بوالعجبم باز به جان در زده است
خانه ام سوخته از آتش غیرت که رقیب | خانهٔ یار مرا دوش چرا در زده است
جان که از چنگ اجل امن و امان خواسته است | دست در حلقهٔ آن زلف معنبر زده است
مهر انور که نموده ید بیضا در حسن | پنجه در پنجه اش آن رشک مه و خور زده است

تا نه در دامن او دست زنم ای صرفی
وقت قتلم به میان دامن خود بر زده است

نگار من پری دیوانهٔ تست | تو شمعی و ملک پروانهٔ تست
هلاکم کرده رشک جان خویشم | که در صحن دلم هم خانهٔ تست
دمی دل بی خیال خال تو نیست | که قوت مرغ روحم دانهٔ تست
به زلفت شانه گستاخ است گستاخ | دل ما چاک چاک از شانهٔ تست
مرو ای گنج حسن از جان ریشم | که این ویران شده ویرانهٔ تست
مترس ای دل ز ظلمات شب غم | چو شمع عشق در کاشانهٔ تست

چرا صرفی نمیری ز غیرت
که جان عالمی جانانهٔ تست

قطرهٔ اشکی دم جان دادنم جانان بریخت | ابر رحمت بود و بر خاکم ز احسان بریخت
خون گرم دل به چشم ز آه سردم بسته شد | دس چنان برلبست نه بر تنم که از مژگان بریخت
جای جان های جهان در گوشه های چشم اوست | گوشه بگشاد تا از هر مژه صد جان بریخت

خوی بفشانده است مست من ز روی پر عرق / آن سحاب لطف برگشت اهل باران بریخت
جلوه گر آن راه زن دی جانب مسجد نشست / تا به خاک راه خود آب رخ ایمان بریخت
خاطر آن ترک کافر کیش تسکینی نیافت / تا به شمشیر ستم خون مسلمانان بریخت

جان به تیغ غمزه اش خواهم سپردن روز وصل
نیست ایزد را که صرفی خون من هجران بریخت

عاشقی در عالم دیوانگی چون من کم است / ده چه می گویم چه لاف است این چه دانم عالم است
چون وفادار نیست کار من نه آیین رقیب / من چرا محروم ماندم از چه روا و محرم است
یارب این روز سیاهم یا شب تار من است / یا جهان را در عزای من لباس ماتم است
گر برارم دم برآید جان بر لب آمده / یک نفس بنشین که باقی از حیاتم یک دم است
خانهٔ چشمم اگر ویران شود از سیل اشک / غم نه دارم چون بنای عشق در دل محکم است
جز غم عشقت نخواهم به عالم همدمی / شادمانی های ارباب محبت این غم است
ساقیا درده می ناب و مبین در ظرف ما / این سفالین کاسهٔ ما بهتر از جام جم است

دردمندم سینه ریشم لیکن ای صرفی مرا
نی تمنای دوا نه آرزوی مرهم است

ز عیش و عشرت ایام دل چرا شاد است / قوی ضعیف بنا کاخ عشرت آباد است
چو نیست کار حیات تو جز به یک دو نفس / بس اهتمام به کاری مکن که برباد است
به عشق کوش گر آزادگی هوس داری / غلام خسرو عشق از دو کون آزاد است
مباش جز به غم عشق خورد سالان شاد / که این سخن ز بزرگان دین مرا یاد است
ظهور نور خدا بر تو در رخ خوبان / به سعی تو نه بود دولت خدا داد است
اگر جبیل ازل جز محبت از تو نخواست / چرا ترا به وجود از عدم فرستاده است

چسان به کنگر کاخ بلند وصل رسد
کمند همت صرفی که کوته افتاده است

بی مستی عشق تو به میخانه کسی نیست / وز شوق تو بی نعرهٔ مستانه کسی نیست
یک حرف بس است از سخن اهل محبت / اما به که گویم که در خانه کسی نیست
شمعی است برافروخته آن عارض گلگون / افسوس که با همت پروانه کسی نیست

ای عشق به دل محنت و اندوه و غم تست
خوش آی درین خانه که بیگانه کسی نیست

ای مدعیان شد ولی گر غم شوقت
جز صرفی سودازده دیوانه کسی نیست

جان مرا در تن محنت زده جز نیمی نیست
هرگز این نیم هم از تیغ تو بی بیمی نیست

حاکم عشق اگر سر ز دلم فرماید
بر خط حکم وییم جز سر تسلیمی نیست

سینه ام پر الف است و به دبستان ادب
بهتر از سینهٔ من تختهٔ تعلیمی نیست

در جهان فتنه و آشوب و بلا هرسو رفت
غیر آن زلف چو دال و بر آن جیمی نیست

جلوه را که ازو دیدهٔ تخیلی مویی
رقم کلک ازل چون دهنت میمی نیست

تیغ مژگان تو مخصوص پی کشتن ما است
شکر لله که درین لطف تو تعمیمی نیست

گر سگ یار دهد جلوه به پهلوی خودت
صرفیا برتر ازین رتبه تعظیمی نیست

این اضطراب ها ز تو در آفتاب چیست
گر منفعل نشد سبب اضطراب چیست

در آفتاب اگر نه گرفت آتش غمت
خالی ز آب چشمهٔ او سراب چیست

سنبل اگر نه گشته گرفتار طرهٔ ات
سرتا بپاش در رگ و پی پیچ و تاب چیست

ای شاه ملک حسن دلم کردهٔ خراب
خود گو که حاصل تو ز ملک خراب چیست

کردم سوال مرهم ریش جگر ز تو
جز تیر غمزه بر سوالم جواب چیست

ای برده دل ز اهل محبت به غمزه
بر بیدلانت این همه ناز و عتاب چیست

گر آب دارد آتش شمع رخ تو نیست
ما را دل پر آتش و چشم پر آب چیست

دایم محنت غم و هجر تو بی حساب
نزد شب فراق تو روز حساب چیست

صرفی اگر دل ز تو سوز درون بسوخت
در کلبه تو این همه بوی گلاب چیست

شوخ چشمی آمد و صد فتنه پیدا کرد و رفت
عاقلی را چون من دیوانه شیدا کرد و رفت

آمد از بهر شکست رونق خوبان شهر
نیکوان شهر ما را خوار و رسوا کرد و رفت

من بدل جا دادم او را تا بود دلدار من
او غم و اندوه خود را در دلم جا کرد و رفت

عشق بازان را بدست هجر عاشق کش سپرد
فکر را صلی برای کشتن ما کرد و رفت

داد شمشیر بلا و خنجر غم را به هجر / در کفش اسباب قتل ما مهیا کرد و رفت
غمزه اش هم جان ستان و ما از وهم دل ستان / دلبر من آمد و تاراج جانها کرد و رفت
سرو نازش بلای جان ما گشت و گذشت / باز چون نو جلوه گر صد فتنه برپا کرد و رفت
بیدلان زخمی ز تیغ او تمنا داشتند / آمد و قتل همه اهل تمنا کرد و رفت
بر بهشتی بودن صرفی دلیل است آنکه او
وقت رفتن زین جهان روی تماشا کرد و رفت

نکهت قیمت مشک تتر است از زلف خوشبویت / همه مشکین غزالان صید دام گیسویت
به قیمت نی بچین ای در خطا مشکی است چون زلفت / هزاران فتنه و آشوب در هر چین ابرویت
بکویت روز و شب افتاده بودن آرزو دارم / ولی اندیشه است از نازکی و تندی خویت
نشانی گر نباشد از رخ خوبت در آئینه / چه یارای برابر بودن او را با مه رویت
اگرچه آهوی چشم بتان شیر افگن است اما / بیک تیر نگاه تیز تو شد صید آهویت
اگر فرسنگ ها بیرون کشی زان کوی صرفی را
کمند جذبه گشته رشته جانش کشد سویت

مرویم و خاک ما بسر کوی یار ماست / حرف وفا نوشته به لوح مزار ماست
مردن برای یار و سپردن به دوست جان / هر عشق پیشه ای نتواند که کار ماست
یاران نهاده ایم قدم در ره عدم / همراهی به ما کند آن کس که یار ماست
گشتیم در هوای وی از ضعف چون غبار / این تیرگی بروی هوا از غبار ماست
بی اعتبار بودن ما نزد ناصحان / در ملک عاشقی سبب اعتبار ماست
ما عزت جهان به مذلت فروختیم / ناموس و نام اهل جهان عیب و عار ماست
شعرم که وصف حالت دیوانگان کند
صرفی بر اهل جنون یادگار ماست

شیوه ات بیداد و عاشق دل بپای بیداد است / بسکه از بیداد لذت یافت چشم از داد بست
عشق زور آور کند محمود شد صید ایاز / بنده را آزاد کرد و گردن آزاد بست
ترک چشمت بندگان را گشت و قتل من نکرد / تهمت آزادگی بر بنده آن جلاد بست
میل خاطر نیست شیرین را به خسرو ذره‌ای / غالباً دل را به آب دیدهٔ فرهاد بست

تا گرفتم جا بکنج غم من اندوه کش
در بروی شادمانی صرفی ناشاد بست

از سر زلفت کمر در کشتنم بیداد بست
در رهان یک رشته باهم دست و پائی داد بست

صورت عالم دل سخت نزا ظاهر نشد
رنگ بی رحمی مگر آئینهٔ پولاد بست

مردم از غیرت که پهلو صید زد بر پوستینش
چون به فتراک خودش آن نازنین صیاد بست

یار من لب بست از گفتار چون آب حیات
تشنه نز ناکرده لب سر چشمه از بنیاد بست

تا خیال زلفش ای صرفی گریبانم گرفت
در گلویم شد کمندی وره فریاد بست

نازنت آشوب عرب غمزه بلای عجم است
ورنه بر روی زمین حسن ملاحت چه کم است

ای خراب از ستم چشم تو اقلیم وجود
از شهیدان تو معموری ملک عدم است

بهر تحریر غمت چون قلم پولاد است
استخوانم که زتیغ مژهٔ تو قلم است

غیر یک داغ بهر برگ نه دارد لاله
سینه صد پاره و هر پاره بصد داغ غم است

تا دلم چون تو بگرفت دل بدخویم
بر من از خوی تو خواهان جفا و ستم است

هر چه از کلک قضا بر صفحات فلک است
همه از دفتر درد و غم من یک رقم است

جز بلا نیست رفیقی که شفیقم باشد
سایه وارم بره عشق قدم بر قلم است

می خورم خون جگر از غم هجران ورا
غم بی درپی و خونخوارگی دمبدم است

بهتر از عاشقیم هیچ خردمندی نیست
گرچه از عشق تو صرفی به جنون متهم است

خاک ساری را که اکسیر غم تو در گرفت
چهره اش شد زرد یعنی خاک رنگ زر گرفت

ترک چشمت شیوه جز فتنه انگیزی نداشت
لیکن آن هندوی زلف این شیوه را از سر گرفت

شام تا صبح است همچون صبح تا شام از رخش
آن مه خورشید رو تا طره از رخ برگرفت

شد قبا پیراهن جانم ز رشک جامه
کان تن نازکتر از گل برگ را در بر گرفت

چون صبا عنبر فشاند از طرهٔ مشکین او
خاک راهش نزد خوبان رونق عنبر گرفت

سرو نازم چون گذر در ره نه دامن بر فشاند
جبرئیل آن گرد را فی الحال در شهپر گرفت

دست صرفی کوته است از حلقهٔ زلفش دلی
با قد خم گشته همچون حلقه جا بر در گرفت

با تو ام هر دم نیازی دیگر است / از تو ام هر لحظه نازی دیگر است
تو شهٔ حسنی و خوبان بنده ات / هر غلام تو ایازی دیگر است
من به عشقت باختم جان و جهان / همچو من کو عشقبازی دیگر است
در علاج ما مکش رنج ای طبیب / درد ما را چاره سازی دیگر است
غارت سیم و زر است آئین ترک / کار چشمت ترکتازی دیگر است
میرسد هر دم به دل تیری ز تو / هر زمانم دلنوازی دیگر است
زاهد از صرفی نماز خود مخواه
عشقباز آن را نمازی دیگر است

شب فراق تو ام مونسی و یاری نیست / بجانم از غم هجران و غمگساری نیست
اگر نه عشق تو ورزم دگر چه کار کنم / که در جهان به از این کار هیچ کاری نیست
چو مبتلای بلای شب سیاه غمت / ز بخت تیرهٔ خود تیره روزگاری نیست
اجل تو منتظر جان من بسی ماندی / بیا که روز فراقست و انتظاری نیست
به کنج هجر تنم بی قرار چون نبود / که جان غمزده را در تنم قراری نیست
جدا ز روی تو خلقی است دردناک ولی / چو من ز تیغ فراق تو دلفگاری نیست
اگرچه بار غم اوست در دل صرفی
چه غم چو بر دل کس از تو هیچ باری نیست

کار تو بر دلم پیهم غم فزودن است / ای کار تو چو شیشه به سنگ آزمودن است
از تو اشارتی ز سر ناز کردن است / ور چشم جانستان تو صد دل ربودن است
گر مایلی بدین که دهم جان به پای تو / یک حرف از تو گفتن و از من شنودن است
خاطر بکن بلای شهادت مرا کشید / از تیغ نازت آرزوی رو نمودن است
چشم مرا که نیست قراری به هیچ جا / شب تا سحر گریختنش از غنودن است
طوفان اشک ما چو زمین را همه گرفت / ما را کجا بروی زمین جای بودن است
آسان مرا به پیش رخت جان سپردن است / مشکل نقاب زلف از آن رخ گشودن است
دشنامی از لب تو مراد من است و بس / مقصودم از زبان تو خود را ستودن است
صرفی بهر رهی که ترا دید جلوه گر / کارش رخ نیاز براه تو سودن است

ای دل از حال اسیران خودش آگاهی نیست همه او راست ولی آنچه تو میخواهی نیست
جان از سایه برآمد چو به گوش دل رفت نگه او را خبر از شیوهٔ همراهی نیست
کس ندیدیم درین شهر که او را ز غمش دل زار و تن بیمار و رخ کاهی نیست
همدمی کز غم و دردمنش آگاه کند غیر فریاد شب و آه سحرگاهی نیست
عشقبازی که نزد غوطه بدریای بلا یونسش نام ولی در شکم ماهی نیست
خسرو کشور عشقیم بجز ناله و آه کوس سلطانی ما و علم شاهی نیست

آگه از عشوهٔ لیلی صفتان مجنون است
صرفی غمزده هم خالی از آگاهی نیست

کاکل پرپیچ و تابش بر سر است دو ندانم تا چه او را در سر است
گر در راهش بر سرم باید ولی تاج دولت را نه لایق بر سر است
چون سر من بر درش افتاده است این زمانم لایق افسر سر است
لشکری آراسته حسن از بتان نازنین من درین لشکر سر است
از سرم در نگذرد هرگز رقیب بسکه او را پر ز شور و شر سر است
بارها یا بر سر من مانده یار یار منتهای یارم بر سر است

نیست جز بهر نثار مقدمش
صرفیا ما را اگر جان در سر است

تیغ شهر آن پادشاه مهوشان پاینده نیست کهنه پیری مرده به گر نوجوانی بنده نیست
روی بنمودی و بسپردند جان اهل جهان نیست جان داری که اندر روی کنون شرمنده نیست
سرکش چابک سواری کو که در جولان گهت زیر پای توسنت سر بر زمین افگنده است
تا به چشم از غمزه نازت داد تیغ جان ستان کس نمی بینم که چون من دل ز جان برکنده است
زعفرانی گشته رخسار من و در گریه ام زعفران را گرچه خاصیت بغیر از خنده نیست
زندهٔ فقر محبان را حقارت تا به کی کم ز دیبای شاهی قیمت این ژنده نیست

سلطنت های شهان صرفی سراسر بی بقاست
جز گدایان درش را دولت پاینده نیست

قدت چو الف قدم چو نون است داغ تو چو نقطه در درون است

سر دهن تو تا ندانیم
خود گوی که این دقیقه چون است

نبود خود آن که با تو گوئیم
هر چند غمت ز حد فزون است

دشنام اگر دهی نرنجیم
دشنام تو بنده را شگون است

تن بی تو چسان قرار گیرد
جان را چو نه صبر و نی سکون است

غیر غم تو درون دل نیست
گر هست غمی دگر برون است

در راه عدم قدم توان زد
اکنون که فراق رهنمون است

درد سرم این زمان مله عقل
کز عشق مرا سر جنون است

صرفی مطلب شراب عشرت
زین جام فلک که سرنگون است

لعل او را دید زاهد خون در دانه ریخت
آبروی زهد بر خاک در میخانه ریخت

اشک ریزان عاشق از کف سبحهٔ صد دانه ماند
طرفه تر بنگر اشک از رخنه هر دانه ریخت

آشنایان را بجرم عاشقی هر کس نکشت
دلبر من بی گناه خون صد بیگانه ریخت

یار من شد ساقی اما چون بمن نوبت رسید
بر سرم ساغر شکست و باده در پیمانه ریخت

شانه زلفش را کشید غیرت از دندانه اش
ساخت خنجرها و خون عالمی از شانه ریخت

من که در کاشانه خود خاک بر سر میکنم
بر سرم یاران محنت خاک این کاشانه ریخت

داشت قصد کشتن صرفی به تیغ غمزه اش
منت ایزد را که خونش غمزهٔ جانانه ریخت

المنة لله که ز تیغ تو بشارت
دادند بخون ریزیم اما باشارت

جائی که دل و عشق بهم راز بگویند
محرم نه اشارت بود آنجا نه عبارت

افتاد مرا کار به شوخی که نگاهش
عقل و دل و دین می برد از خلق بغارت

دلبر چو شهیدم کند آیند بجا کم
ارواح شهیدان همه از بهر زیارت

محراب نماز ار بود آن ابروی پرخم
خواهیم بخون دل خود کرد طهارت

آبی که از این چشم شرربار روان است
آتش نتوان یافت بدینگونه حرارت

تحقیر تو صرفی ز رگ او بسزد اما
زنهار کسی را تو نه بینی به حقارت

نیست در صورت بتان جز دوست — همه را عاشقیم و چون همه اوست
گرچه جائی به هیچ سویش نیست — همه جا جلوه هاش از همه اوست
نیست بیرون ز طالبان مطلوب — پس چرا هر وصلش این تگ و پوست
نیست خالی ز رنگ او روئی — گاه گل روی و گه گل خود روست
گه طبیب است و گاه بیمار است — گاه افسون گر است و گه جادوست
گل ز رنگ رخش بود رنگین — سنبل از بوی زلف او خوشبوست

بغم اوست مبتلا صرفی
نه اسیر بتان نیکو روست

دولت حسن و جوانی چند روزی بیش نیست — بنده آنم که مغرور جمال خویش نیست
رهزن دینند خوبان و مسلمان کش همه — خوب روئی را نمی بینم که کافر کیش نیست
کاش بودی خوی دلبر هم نکو چون روی او — دلبری نبود که بدخوئی و جفا اندیش نیست
آنچنان بدخو نگاری کو که بهر بیدلان — شیوهٔ بدخوئیش هر لحظه بیش از پیش نیست
عاشقی نبود که از تیغ جفای نیکوان — سینه اش چاک و دل مجروح و جان ریش نیست
کام عاشق از لب معشوقه شیرین بود — نوش لبهای شکر بار بتان بی نیش نیست

مهوشان را التفات دیدم بدرویشان ولی
التفات او بنصیب صرفی درویش نیست

بد نمی دانم آن جفا که از وست — هر چه از دوست میرسد نیکو است
هر که از دوست کام خود خواهد — عاشق خود بود نه عاشق دوست
من از او راضیم بجان بالله — گرچه او را بجان ستاندن خواست
غیر یک دوست کی روا دارد — هر که از عشق یک دل و یک روست
گرچه رو سوی کعبه آوردم — خاطر من بسویش از همه سو است
حلقهٔ کعبه ام بدست ای دل — حلقهٔ زلف او مرا به گلو است

گرچه صرفی به غم طرب نبود
طرب انگیز عاشقان غم اوست

ما را اگر شکایت او در میانه است — مقصود ذکر اوست شکایت بهانه است

دُر دید ناز و غمزهٔ چشم نوجوان و دل
هر گوشهٔ ز چشم تو یک دزدخانه است

ای تند خو نگاه در تیر جفای تست
رخشی که خوی تند تو اش تازیانه است

گر در زمانهٔ ات به زمین خسپیم عشق
میپریم مقتضای زمین و زمانه است

هستم همیشه یک دل و یک روی و یک زبان
در عشق چه هوشی که بخوبی یگانه است

ابرو کمان من که خدنگش ز غمزه است
دلها خدنگ غمزهٔ او را نشانه است

صرفی که در وفاست سگ آستانه اش
روی نیاز مانده برین آستانه است

گرچه سوز عشق بلبل ز آتش عشق گل است
گرمی بازار گل از سوز عشق بلبل است

گل همه تن گوش و نالان بلبل است از شوق او
با چنین گوشی چرا از ناله اش غافل گل است

جان شیرینم ربود آن دلبر و گوید لب است
رشتهٔ جانم ز سر آویخت یعنی کاکل است

در جنون عشق او گردن فرازان را همه
از دو زلفش پای در زنجیر و گردن در غل است

تا بزلف او معطر شد دماغ چشم من
رشتهٔ جانم بباغ عشق شاخ سنبل است

در سرود عیشش وصف آن لب میگون بگوی
از صراحی آشنا ای صرفی که قولش قلقل است

رنگ ذاتی دارد آن رخسار گلگون صرفیا
تو نه پنداری که آن از رنگ جام مل است

چون سراسر خود همه تن آتش سوزان گل است
پس چه غم او را ز آه آتشین بلبل است

بسکه مست جام عشق آمد ندارد غم لبیب
هیچ باک از خنجر خاری که پهلوی گل است

تارهای کاکلت رگهای جان خفته است
فتنه از سر زنده ای آشوب جان زان کاکل است

ای رخت گل طره ات سنبل چنین است آفتاب
سایه ات بر گل ز تاب آفتاب از سنبل است

تو ز خلوت خانه بیرون پای ننهاده هنوز
عالم از گوش جمال تو همه پر غلغل است

این همه جوش و خروش خم ندانم بهر چیست
گر نه از شوق لب لعل تو آتش در مل است

ای سمند ناز را بر خیل خوبان تاخته
صرفی بیدل نه در خواهش ز صاحب دل است

تعالی الله چه مشکل است اینکه رشک حور جنت
بلای جان و آشوب جهان و آفت دین است

مگو با پیر سستی نه زدن از منتهی باشد
که سیاحان راه عشق را کام نخستین است

فن عاشقی کشتی را بهنر از وی کس نمیداند
ولی دایم چرا پیشش رقیب از بهر تلقین است

بشه من من بشطرنج غمت جان باختستم اما
رقیب کج روت پهلو به پهلو همچو فرزین است

سمند ناز را چابک سوار من نه به جولان
برون از خانه دل مانده از خانه زین است

بهر کس چهره ای آئینه نور خدا منمای
سزاوار تماشای رخت چشم خدابین است

ز بهر آنکه او را تحفه جانت قبول افتد
دعا از تست ای صرفی و از جبرئیل آمین است

شمع را تا از رخ تو آتش سودا گرفت
در میان بزم خوبان کار او بالا گرفت

جامه ات گلگون کلاه است نیز گلگون سرو من
بیدلان را آتش عشق تو سر تا پا گرفت

دل به مهر جهوش ما را گرفت از جان خود
وه نمی دانم چرا یار دلش از ما گرفت

تا نداند هیچ کس کان ماه با من آشنا ست
ماه من بیگانه از من خویشتن عمدا گرفت

آنکه هرگز تیر آهم در دلش کاری نکرد
ناوک مژگان من در سینه من جا گرفت

رشته جان من است از غیرت داغم بجم
تا بدست آن زلف پرخم را دل شیدا گرفت

صرفی دیوانه چون فرهاد و مجنون از غمت
گاه پای کوه و گاهی دامن صحرا گرفت

تا بجایم قامت او جا گرفت
دل هوای عالم بالا گرفت

لاله از شوقت گریبان را چو گل
پاره کرد و دامن صحرا گرفت

خیل حسنت کرد ملک دین خراب
لشکر عشقت همه دنیا گرفت

غمزه ات چون دل همین بجان ما ست
خواهدش امروز با فردا گرفت

شب که قصه چشم گریان کرد خواب
روبرو سیل سرشک ما گرفت

در غمت فارغ شویم از آخرت
دل هم از دنیا و ما فیها گرفت

صرفی از فرهاد و مجنون نیست کم
بلکه بار هر دو را تنها گرفت

بمیدان لطافت گوی خوبی آن نه زنخدان است
کسی گر با تو لافی دارد اینک گوی میدان است

به چوگان با خمش تا شهسوار من شدی مایل
چو گو سرگشته چوگان تو گردون گردان است

بچوگان باختن تا شهسوار من شدی مایل
چو گوی سرگشته چوگان تو گردون گردان است

فلک تا میل چوگان بازیت دانسته و دیده
مهیا کرده از ماه و هلالت گوی و چوگان است

خدا را بر سرم چوگان بزن چابک سوار من
که در دنبے دلان راز خم چوگان درمان است

نه تنها من سر خود گوی چوگان تو می خواهم
که چون من این تمنا در سر چابک سواران است

بمیدانت نه تنها گوی را حال دگرگون است
که چوگان نیز در دست تو همچون گوی حیران است

بحمد الله که صرفی با قد خم گشته چون چوگان
دوان مانند گو پیش سمندت گاه جولان است

شکر خدا که دیدم بر کام دوستانت
روی نیاز سودم بر خاک آسمانت ستانت

شادم که گشته پیدا زان لعل گوهر افشان
کامم که بود پنهان در حقهٔ دهانت

صد خار محنتم بجان عمری خلیده اما
گلهای عیش چیدم آخر ز گلستانت

من پیشکش چه آرم کان لایق تو باشد
پیش تو جان کشیدن خواهم قسم بجانت

می خواستم که روزی باشی دوای دردم
شکر خدا که دیدم امروز همچنانت

گر رخصت تو باشد ور خاطرت نرنجد
جور و جفای هجران یک یک کنم بیانت

از لطف داد دلبر ره در حریم وصلت
هرگز نبود صرفی این لطف در گمانت

خواهم حیات باقی از تیغ جان ستانت
تیغم بزن که نبود از سود من زیانت

نخوت نبود اما فخر است آسمان را
گر همچو ماه منزل باشد بر آسمانت

از من چرا نشیند در خاطرت غباری
مژگان چو تیر سازم جاروب آستانت

باید سپردن آخر جان خودم به عشقت
از عشق لذت گویا جان در تنم امانت

از قید زندگانی ما را خلاص کردی
شکر خدا که برخود دیدم مهربانت

داری گمان که عاشق باک از جفا ندارد
هر چند بدگمانی بد نیست این گمانت

هر چند جور کردی ترک وفا نکردم
باری نکو بر آمد صرفی ز امتحانت

گر نداری قصد ما در کف کمان و تیر چیست
ور بقصد دردمندانی بزن تقصیر چیست

صد گره در رشتهٔ تدبیر من از زلف تست
چون نشاید این گره از رشته ام تدبیر چیست

خواب دیدم کامد آن بی رحم تیغی برکفش
گر نخواهد قتل من این خواب را تعبیر چیست

من زجان دلگیر و سعی تو به قبض جان من
ای اجل تعجیل کن بهر خدا تاخیر چیست

باده صافیست صفای دل دید ای شیخ شهر
جامی بر دست گیر این سبحه تزویر چیست

گر توانی صورتش از بهر تسکینم بکش
ورنه ای صورت گر چین حاصل از تصویر چیست

زر قسمت مقصود اغیار و مرادم وصل دوست
عاقبت صرفی نمیدانیم تا تقدیر چیست

میل دل من جز برخ نیکو نیست
آن کیست که او مایل رخسار نکو نیست

آشفتگی من ز غم سلسله موی است
کز عالم آشفته غمش یکسر مو نیست

هر تاری از آن طره پرپیچ کمندیست
کو آنکه از سیهاش کمندی به گلو نیست

در شهر ندید است کسی محتسب را
کز شوق لبت بر سرش از باده سبو نیست

از بسکه هوای خط مشکین تو دارم
موئی تنم نیست که آن غالیه بو نیست

جویم بخیال لبش از دیده روانست
غم نیست مرا گر لب جام و لب جو نیست

صرفی چو تو خود خوی گرفتی بجفایش
پس بر تو جفاهای تو از تست و از او نیست

دوش در میکده با مغبچه باده پرست
گفتم ای از می عشق تو دلم بیخود و مست

قدحی درده از آن می که بیک جرعه شوم
فارغ از عالم و از هرچه درین عالم هست

گفت خندان که بگو راست که مقصود تو چیست
از شرابی که بدان از همه خواهی وارست

گفتمش گر به کنان راست بگویم که مرا
نیست مقصود جز آن لب که دلم برد ز دست

گفت پیش آی که یک دم بنهم لب به لبت
که مراد دل تو خواهد از آن صورت بست

قصه کوته که چو پیشش شدم از روی نیاز
از سر ناز به جیب و به کنارم بنشست

لب خود بر لب من ماند و به کام دل خود
صرفی خسته رسید از لب آن باده پرست

کو آن که از شراب لبت می پرستی نیست
در چشم پر خمار تو مدهوش و مست نیست

بی اختیار دست بفتراک تو زدم
یعنی مرا عنان دل خود بدست نیست

دی هر که آمد است به هستی ز نیستی
از تیغ جان ستان تو امروز هست نیست

از بادهٔ وصال تهی جام آرزو است
کیس باده ام نصیب ز روز الست نیست

کو شکوه‌ای ز غمزهٔ زنان سپه شکن
کز یک کرشمهٔ تو در و صد شکست نیست

آن بت شکن که بود خلیل زمان خود
صافی بگو که از من بت پرستت نیست

روشن از عکس جمالت منظر چشم من است
هر دمی بنما دمی بنشین که جای روشن است

ای ز روی آتشینت جلوه گر نور ازل
سرو قد تو بباغ جان درخت ایمن است

همچو مجنون لیلی از سودای تو دیوانه است
دلبر من غمزهٔ تو آفت مرد و زن است

رخنه‌های سینه از تیر تو و جان مرا
از پی نظاره ات یک خانه و صد روزن است

غم ندارم کز فراقت جان بر ندانم کند
کز خیال تو به زندانم نشاط و گلشن است

خال تو هندو است اما کار او نه کیست است
چشم تو آهو است اما آهوی شیر افگن است

تن بجانم زنده است ای صافی و جانم بعشق
عشق در جان من بدل چو جانم در تن است

ای که هر را بنده میگوئی که میگوید که نیست
مهر را شرمنده میگوئی که میگوید که نیست

جانستان من شهید غمزهٔ خون ریز را
تا قیامت زنده میگوئی که میگوید که نیست

عیسی جان بخش را از بیم آن تیغ مژه
دل ز جان برکنده میگوئی که میگوید که نیست

آفتاب روی خود را در جهان بانی فزون
از مه تابنده میگوئی که میگوید که نیست

سرو سرکش را ز شرم قامت خود سایه وش
سر بخاک افگنده میگوئی که میگوید که نیست

شمع سان میگریم از سوز دل اما لب خوشی
گریه‌ام را خنده میگوئی که میگوید که نیست

درد بی درمان صافی را بملک عاشقی
دولت پاینده میگوئی که میگوید که نیست

جانم آن روز که در عالم علوی جا داشت
از سر زلف تو زنجیر جنون بر پا داشت

تن ز سودای تو امروز خراب است ولی
پیش از ایجاد تن من دلم این سودا داشت

این مسلمان پسرک دیده خشدی و سواز
شیخ صنعان که غم دختر ترسا داشت

شوخ چشمی که ز ما قطع نظر کرد و گذشت
مستی بود العجب از بادهٔ استغنا داشت

بمن غمزده کرد وعده بسی فردا شب
لیکن آن وعده ندیدم که شبی فردا داشت

نعشش از دوش باغیان در افشاند چه غم　　چشم مستش باشارت چو سخن با ما داشت

طلب شام اجل بر سر صافی بوده است
روز هجران تو آن سایه که بر بالا داشت

مخرام تند و تیز چنین ای جوان بالبیت　　عرض نیاز می‌کنمت یک زمان بایست

ای جان شب فراق چرا میروی ز تن　　تا روز وصل دیدن ناتوان بایست

ای سرو در هوای قدت آب میرود　　می ایستد چو گویمش آب روان بایست

دارم ز داغ های تو گلهای آتشین　　ای که مرد بدیدن این گلستان بایست

جانها گرفته اند عنانت ز هر طرف　　یک دم سمند ناز خرام خرامان بایست

چون کشته به تیغ جفا اهل درد را　　تا وقت دفن بر سر این کشتگان بایست

صافی فرای نافه روا و مکنند ز دل
تا بند وی نیافته ای کاروان بالبیت

کشته تیغ ترا نیست با حیا حاجت　　خضر وقت است و ندارد به مسیحا حاجت

دم بدم خون جگر میدهدم کاسه چشم　　نه بجام است مرا و نه بصهبا حاجت

یار چون رو بدل اهل تمنا دارد　　پیش او نیست باظهار تمنا حاجت

دوست چون گفت که جانت برم خواهد برد　　وعده دوست ندارد به تقاضا حاجت

حاجتم نیست بآن غمزه که جان بستاند　　دردمندیم که بدوا سازد خدایا حاجت

درد تو راحت جان آمد و آسایش دل　　دردمند تو ندارد بمداوا حاجت

ترک من خود بتو صافی دل و دین خواهد داد
از پی بردن آن نیست به یغما حاجت

بتو ساقیا مست ما را چه حاجت　　به می آن لب جانفزا را چه حاجت

رقیب آمده بهر تعلیم جورش　　به تعلیمت این بی وفا را چه حاجت

بقتلم مدد چشمت از غمزه خواهد　　به امداد فتنه بلا را چه حاجت

چرا لعل تو باده ناب خواهد　　بشو را آب آتش نقارا چه حاجت

دعا می‌کنم تا کنی میل قتلم　　به آمین کس این دعا را چه حاجت

شب و روز تا روشن است از خیالت　　به نور مه و مهر ما را چه حاجت

چنین رنگ و روئی که داری تو عرفی
به اظهار تو بد عصا را چه حاجت

نه از شرمت ای شمع محفل گریخت | شباشب چو منزل به منزل گریخت
اگر کوب هجران تنم مانده است | در آن طره از دست او دل گریخت
گریزان از غم خود چون کسی | که مجنون شد و از قبائل گریخت
ندارم سر صحبت [illegible] کسی | که دیوانه خواهد ز عاقل گریخت
ز صبر و قرار و خرد یان برست | چو وارسته کز مشاغل گریخت
به مرگ از فراق تو بردم پناه | طریقی ز دریا به ساحل گریخت
به فکر خلاصی ز تیغ غمت هم | چو صیدی که خواند ز بسمل گریخت
ز هر تار زلف تو بند دگر | چسان می توان زان سلاسل گریخت

بسته عرفیا ز چشم شیر تیز
چه نخوان از آن ترک قاتل گریخت

باده وصل تو به جام من است | آن لب جان بخش به کام من است
کرد قبولم به غلامی اش شهی | شاد هی کو نهین غلام من است
یار خط بندگی از من گرفت | نامه اقبال بنام من است
طرفه غزالی بود آن چشم مست | طرفه تر است اینکه بدام من است
شام گهم ماه وشی رخ نمود | روشنی صبح ز شام من است
وصل که دستم نه رسیدی به او | آهوی وحشی است که رام من است

یار نظر کرد به عرفی و گفت
بهره ور از رحمت عام من است

ز خوی تند تو چشمت ستمگری آموخت | ز چشم شوخ تو ناز تو دلبری آموخت
مگر نداد ترا رخصت سخن با من | ستم از لب چون سخنوری آموخته
پری به شیوه دیوانه ساختن مشکل است | ولی از یار من این شیوه دلبری آموخت
به قتل خسته دلان حاجت آن شیوه حسن | ندانم از که چنین بنده پروری آموخت
قلندری نه همین خلق و دلق باشد و بس | ز عاشقان تو باید قلندری آموخت

خطی است صفحهٔ خورشید عارض او را
سعادت از خط آن صفحه مشرقی آموخت

چرا نه یار وفا داریم قبول کند
که صرفی از سگش این آدمی گری آموخت

رحل و مصحف به نظر وه نه چنین می بایست
سبز خطی چو تو در خانهٔ زین می بایست

در زر و مال رقیب تو کم از قارون نیست
این قدر هست که در زیر زمین می بایست

روز من تیره بر کوکب بخت سیهم
پرتوی زان مه خورشید جبین می بایست

دیدهٔ ما است گهر بار جدا زان لب لعل
بهر این خاتم از آن لعل نگین می بایست

وقت بیداریت ای شیخ نه ننگم آورد
جلوه بر تو از آن آفت دین می بایست

یار هر جایی من جای به چشمم نگرفت
مردمک وار در و پرده نشین می بایست

صرفی از همت عالی است که مردی بر هاش
همت عالی تو برتر از این می بایست

جان در دمن که حقهٔ مرجان گشاد و بست
بهر نهفته داشتن جان گشاد و بست

بگشاد بر دلم در مقصود و بست باز
چون از خمار نرگس فتان گشاد و بست

وقت سوال غیر و دم التماس من
آن کان حسن لعل درافشان گشاد و بست

روشن از و جهان شد و تاریک هم از و
از رخ چو پرده آن مه تابان گشاد و بست

دلبر گره گشاد ز زلف و ببست باز
در حیرتم که بهر چه بود آن گشاد و بست

بهر دعا زبان و پی بندگی میان
صرفی به درگه شه دوران گشاد و بست

دلبر که رشحهٔ قلم از من و دریغ داشت
مردم ز تشنگی و دهن از من دریغ داشت

امیدوار لطف چنان باشم از بتی
کز محض ناخوشی سخنم از من دریغ داشت

از لطف گشت مرهم ریش دل رقیب
زخمی ز تیغ غمزه هم از من دریغ داشت

از تاب آفتاب ستم سوخت جان من
آن سرو سایهٔ کرم از من دریغ داشت

کی بعد مردنم سوی خاکم گذر کند
در زندگی چو یک قدم از من دریغ داشت

صد جان به یک نفس دهد اما شب اجل
یک پرسش آن مسیح دم از من دریغ داشت

صرفی مسرتی که مرا بود از غمش
فهمید یار ما و غمم از من دریغ داشت

سر بجیب و پا بدامان شکیبائی خوش است
بی سر و پا بودن اندر کنج تنهائی خوش است

دست از دامان جانان کوته و عمر دراز
از غم جان کاه هجران عمر فرسائی خوش است

میل خوبان نیست سوی نام نامان جهان
شهرت عاشق به بدنامی و رسوائی خوش است

تو غزالی ساخت دلگیرم ز شهر و اهل شهر
همچو مجنون خوی با آهوی صحرائی خوش است

حرف نادانی سزد سرمایهٔ دانشوری
شست و شوی لوح دل از نقش دانائی خوش است

سر نهادن بر ره تسلیم کار عاشقی است
در طریق عشق بازی ترک خودرائی خوش است

گر نخواهی نعرهٔ مستانه از صرفی شنو
نغمهٔ نی را شنودن از دم نائی خوش است

عنایت نامهٔ را یار نه نوشت
که بهر خاطر اغیار نه نوشت

دریغا بر کنار نامه رسم
سلامی بهر من دلدار نه نوشت

بصد منت خطی بهر محبان
اگر بنوشت جز آزار نه نوشت

رقیبا خط تو میبرد به من داد
به تو جز وعدهٔ دیدار نه نوشت

نگه بار قلم دستش نه برداشت
که بهر من خطی یک بار نه نوشت

ز نامم غالباً می سوخت کاغذ
که هرگز نامهٔ را یار نه نوشت

ز بیم خوی تندش صرفی احوال
ز خون دل بران دیوار نه نوشت

ز مشک کلک ازل خط بران عذار نوشت
ز رخ تو مصحف و تفسیر بر کنار نوشت

کتاب حسن بیان نسخ کرد کاتب جمع
چو برگ گل تو ز ریحان خط غبار نوشت

صحیفهٔ گنهم بود بروز جزا
صحیفه نیست که تعویذ جان زار نوشت

خوشم که یاد من خسته ام به حاشیه کرد
چو نامه به محبان خویش یار نوشت

برات لطف بود بر خسته اند رحمت
صحیفهٔ که ز بهر من آن نگار نوشت

ترا به بندگی صرفی این تردد چیست
که خط بندگیت خود باختیار نوشت

واجب العرضی ز هر بار می باید نوشت
اندکی از محنت بسیار می باید نوشت

وعدهٔ دیدار او را انتظار از حد گذشت
انتظار وعدهٔ دیدار هم باید نوشت

شرح غم اغیار و جور ناکسی بشنو ز من / جور هجر و طعنهٔ اغیار هم باید نوشت
امتحان مرهمی از ناوک مژگان او / بهر ریش سینهٔ افگار هم باید نوشت
طرهٔ طرار او ما را پریشان کرده رفت / این پریشانی بآن طرار هم باید نوشت
گر نه در بار ملال آن خاطر نازک فتد / حال خود صرفی به او یکبار هم باید نوشت

ز چشم تو به عالم فتنه و آشوب بسیار است / به بینایان نیست چشمی گرچه روی خوب بسیار است
ندارم جز لب او مطلوبی و نبود طالبی چون من / که جنس طالبان را در جهان مطلوب بسیار است
مثل یعقوب کشمیر است چون یعقوب کنعانی / اگرچه یوسف من در جهان یعقوب بسیار است
نمی خواهند اندک شادمانی هم محبانش / بحمد الله دل ما را غم محبوب بسیار است
دل صد پاره برنگ خود را چون خیالش دید / بگفت این خانه کی لایق بود معیوب بسیار است
در قدرت که می گوید این نادر دمندی چند / گرفتاران درد عشق را دل کوب بسیار است
به نزد محنت یعقوب صرفی اندکست اندکی / بجای خود اگرچه محنت ایوب بسیار است

از آن نامهربان بر بیدلان آزار بسیار است / تحمل کردن اهل وفا بسیار بسیار است
غمش تا آنکه جانم پاره کرد و سینه ام پرخون / مرا گفت ای فلان با تو هنوزم کار بسیار است
جز او یاری دگر هرگز ندیدم من از وفاداری / وای یاری مرا از بی وفائی یار بسیار است
همیشه نرگس آن مست جام حسن بیمار است / عجب گر تندرستان گشته زان بیمار بسیار است
دریغا اندکی هم مایل اهل محبت نیست / ستمگاری که میل او سوی اغیار بسیار است
رقیبان را چسان آن شاه خوبان ساخت هم صحبت / که همچون من گدای را از ینها عار بسیار است
وفاداری که می باید عزیزش داشتن صرفی / نمی دانم چرا پیش سگ او خوار بسیار است

گر نه آتش زد بجان آه من آتشناک چیست / ورنه تیغ انداخت بر دل سینهٔ صد چاک چیست
شهسوارا مردم از غیرت که پابوس ترا / گر نخواهد سرنگون صید تو در فتراک چیست
سوی مهر از کین اگر هرگز نمی گردد دلت / حکمت اندر گردش سیاره و افلاک چیست
ور بنای مهر هم اندازد خلل سیلاب اشک / غیر ازین تاثیر آب دیدهٔ نمناک چیست

ناخدا ترس است و هر مژگان او تیغی دگر
گر بریزد خون خلقی عالم او را باک چیست

گر تواند عقل پی بردن به سر آن دهن
بوعلی را حرف شک به صفحهٔ ادراک چیست

گر نه ایوان کمال حسن او را آستان
باشد از نه قصر گردون صرفیا لولاک چیست

گر هوای کس نداری نرگست نمناک چیست
هم چو گل از هر طرف پیراهنت چاک چیست

گر نه عشق آتش زده در خرمن آرام تو
آتشین رخسارهٔ من این آه آتشناک چیست

گر نه آب دیده‌ات را باعث است اندوه عشق
با لب می فام بی حیرت نه آب تاک چیست

گر نمایی پیش مهر و مه سر خود در سجود
بر جبینت همچو خورشیدت نشان خاک چیست

در سرت گر نیست سودای سر زلف کسی
گاه گاهی همچو زلف خود ترا این پیچاک چیست

ای تو معشوق همه عالم اگر عاشق شدی
کیست معشوقت بگو با من ز گفتن باک چیست

نیست حد من که گویم چون تو خود هم عاشقی
گر ندانی قدر عشق صرفی این ادراک چیست

آن جفا اندیش را در دل نمی‌دانم که چیست
می‌کشم جور غمش ولی حاصل نمی‌دانم که چیست

با وجود آنکه جایش در دل خود کرده‌ام
مانده است از من نهان حایل نمی‌دانم که چیست

خواهشش ترغیب قتل خویشتن کردن ولی
موجب ترغیب آن قاتل نمی‌دانم که چیست

چند می‌گویی رضا دادن به مردن مشکل است
من به مردن راضیم مشکل نمی‌دانم که چیست

دل ز بس غارتگری‌های بتان دلربا
چون نه بود اصلا به من من دل نمی‌دانم که چیست

بر رواق روشن چشمم قدم ننهاده
دلبر من عیب این منزل نمی‌دانم که چیست

می نه خورده صرفی و مدهوش و مست افتاده است
باده این مست لایعقل نمی‌دانم که چیست

دل ربود از من بتی اما نمی‌دانم که کیست
دلبر خود را من شیدا نمی‌دانم که کیست

طرفه شوخی آفت جان من دیوانه شد
طرفه ترکان آفت جان را نمی‌دانم که کیست

جا گرفته در دل من فتنه انگیزی ولی
آنکه دارد در دل من جا نمی‌دانم که کیست

نازنینی ریخت خونم را و پروا نه کرد
وه که آن خونخوار بی‌پروا نمی‌دانم که کیست

گل عذارانی که در شهر اند میدانم همه
وان گل اندام سهی بالا نمی‌دانم که کیست

گشته‌ام مفتون و غوغائی است اکنون بر سرم   باعث این فتنه و غوغا نمی‌دانم که کیست

صرفی از وی گشت رسوای جهان دیوانه‌وار
گو بدا این دیوانه و رسوا نمی‌دانم که کیست

کی بمیرم ای اجل از من چو جان خواهی گرفت   من به مهرش زنده‌ام آن را چسان خواهی گرفت

کشور دل را گرفتی چون کشیدی تیغ ناز   تیغ اگر این است ترک من جهان خواهی گرفت

عهد کردم من که از تیغت نخواهم سر کشید   ضامن جانم اگر از من ضمان خواهی گرفت

ای به بزمت بی‌حجابانه حریفان دگر   گر در آیم من حجابی در میان خواهی گرفت

جان بپایت دادم و دل گیر از آن گشتی ز من   من چه دانستم که از من دل بجان خواهی گرفت

می‌رود سوی رقیبان تیز تر و سیل اشک   تا مگر تو راه آن سرو روان خواهی گرفت

کی توانی برد جان از نرگس خونخوار او
گر چه صرفی از لبش خط امان خواهی گرفت

درج عقیق او که گهرها درو کم است   زد زهرخنده که شکرها درو کم است

تیر نگاه دلبر ابرو کمان من   دارد نشانه‌ای که جگرها درو کم است

از خیل غمزه‌اش صف جانها شکسته‌اند   اما شکستنی که ظفرها درو کم است

چون طالبان دوست سفر در وطن کنند   جای وطن گزین که سفرها درو کم است

موسی و یک درخت دمن وادی عجب   کز جنس آن درخت شجرها درو کم است

زاهد به اعتقاد تو عیبی است عاشقی   عیبی است خوش‌نما که هنرها درو کم است

صرفی خجسته باد سحرخیزیت ولی
شام مرا نگه که سحرها درو کم است

خریدار غم و دردت بجان این آرزومند است   خود تو فرما بدین قیمت ازین چند و ازان چند است

اگر گویم بیا و نقد جانم را بگیر از من   نه پنداری مه من کز صلاهای سمرقند است

کم از خورشید نبود آن پدر کز مادر دهرش   چو تو ماهی جهان‌آرای عالم‌تاب فرزند است

دلم از کعبه سوی بت چون نیاید قبله جانم   که عشق تو کمند جذبه‌اش در گردن افگنده است

گشادی تاری از زلف و بلای خلق شد حسنت   بلای حسن را با هم بدین یک تار پیوند است

به عاشق تهمت دیوانگی مانند بی‌عقلان   ازین تهمت به زنجیر ملامت گو همی در بند است

جنون عشق عقل حق شناست بخدای صرفی
اگر انصاف باشد پند گویت لایق پند است

چنان گمم که به عالم سراغ من غلط است
نشان یافتن من ز داغ من غلط است

شهید عشقم و خواهم به عرش رفت ز خاک
به خاک من ز ملایک سراغ من غلط است

چنین که کلبهٔ من پر ز آه سرد من است
امید روشنیش از چراغ من غلط است

روان به باغ چنانم ز عشق آب بقاست
گذر نسیم فنا را به باغ من غلط است

ز آنکه طالب یارم همین مدعی و بس
به محشر از طلب او فراغ من غلط است

رسید مست من گشته ظاهر از رنگش
که مستیش ز شراب ایاغ من غلط است

به مشک ساخته صرفیا جدا ز رخش
غلط مگوی که ضبط دماغ من غلط است

شب فراق فروغ چراغ من غلط است
چراغ کلبهٔ من غیر داغ من غلط است

چو یاد اوست بدل چون بزیر دیده ز اشک
به آب پرورش نخل باغ من غلط است

دهان او که دلم را ربوده ناپیدا است
به کوی او دل خود را سراغ من غلط است

اگر غم تو نباشد چه در عیش در جنت
به جنت از غم عشقت فراغ من غلط است

جنون عشق دماغ مرا قوی تر ساخت
ازین جنون خللی در دماغ من غلط است

ببین که کاسهٔ چشمم همیشه پر خون است
تهی چو ساغر نرگس ایاغ من غلط است

چو زیستم من گم نام بی نشان صرفی
پس از وفات به خاکم چراغ من غلط است

ببین چه واقعه ام وقت بسمل افتاده است
که تیغ از کف آن ترک قاتل افتاده است

منم ز دست دل از یار خویش شرمنده
که جای او دل و از جای خود دل افتاده است

اجل چو دید که جانم ربود غمزهٔ او
گذشت و گفت که در جای مشکل افتاده است

به کامم ای خضر آب حیات تو تلخ است
مگر در آب تو زهر هلاهل افتاده است

به روی مه ز خجالت بماند داغ سینه
به آفتاب رخت چون مقابل افتاده است

ز جان خود که به تن بی تو ماند در گله ام
که در سلوک ره عشق کاهل افتاده است

گریختی به سفر صرفی از بلا و ببین
که پیش پیش تو منزل به منزل افتاده است

مژهٔ گلگوں کہ ز خون دل محم دیدهٔ ماست
سیل از آتش دل تافتہ در دیدهٔ ماست

جاں فدا کردن ما را نہ پسند د چہ کنم
شوخ دشوار پسندے کہ پسندیدهٔ ماست

بر در یار سخن تا شنویم افتاده
سخنے نیست دریں باب کہ نشنیدهٔ ماست

از حکایات مجانین نہ بود نکتۂ عشق
کہ بہ میزان خرد گوہر سنجیدهٔ ماست

قطرهٔ خون دلے کامده از دیده بروں
نو گلی نیست کہ از باغ وفا چیدهٔ ماست

تا ہم از درد نہاں دل خود بے خبریم
بر تو ظاہر بود آں راز کہ پوشیدهٔ ماست

دید چوں بر رخ من گرد سفر خنداں گفت
عرفی بادیہ پیمای جہاں دیدهٔ ماست

یار عقل از سرم ای دل غم یارے بر داشت
للّٰه الحمد کہ از راه تو خارے برداشت

چشم از گردهٔ او بہ خدا بینا شد
سرمہ بود کہ از راه غبارے برداشت

راه سنجیدہ بہ یک بار تواں رفت ولے
مے تواں بار غم چوں تو نگارے برداشت

از حسد باد سحرگاه تن زار مرا
چوں غبارے ز ره شاه سوارے برداشت

تیغ خوں ریز تو ام سر ز بدن ساخت جدا
بر سرم منت تیغ تو کہ بارے برداشت

تا غرور گل نورس شکند باد صبا
سنبل تر ز رخ لالہ عذارے برداشت

قطع صد بادیہ عرفی بہ ره کعبہ کنی
مے تواں یک دو قدم در ره یاری برداشت

مدار من دم تحریر وصف عشق مے است
صریر خامۂ من خوشتر از صدای نے است

بیا ز باطن خم زاہدا کن استمداد
صفای باطن او را گواه صاف مے است

طریقہ ہمہ بے مہر من ستمگار است
نہ دانم ایں کہ جدا ایں طریقہ تا بکے است

بجاں اہل محبت بلا ز بالایش
رسیده است یکے و رسد دگر ز پے است

بہ قتل اہل وفا یار منکر است ولے
ز تیغ غمزهٔ او یافتم کہ کار وے است

ز بسکہ تافت خم زلف او رگ و پئے من
نہ ہیچ رگ تہی از تاب او نہ ہیچ پے است

جدا ز شمع رخش عرفی آه تو سرد است
ز آه سرد تو وقت ہنوز فصل دی است

در شکایت یار ما از نالہ نہ از من است
گو بدایں تا بدل از جورم شکایت کردن است

گشت خلقی را ز خون آلوده تیغش کس ندید | از فنون نرگس جادوی این یک فن است
تا مگر افتد ز رویش پرتوی بر دیده ام | شادمانم کز خدنگش سینه روزن روزن است
بسکه از دست غم او پاره شد پیراهنم | کس نمی داند گریبان است این یا دامن است
روشن از نور ازل چشمم شب دیدار اوست | من چه می گویم که خود بر اهل بینش روشن است
گرچه عقلم رهبر راه سلامت آمده | چون کنم یا رب که چشمش فتنه جوی و رهزن است

چارهٔ حال تن بیمار من کردن چه سود
صرفی بیمار از بیماری جانم تن است

دمبدم در عالم خوبان نصیب من غم است | گرچه عالم عالم است اما بغیر از آنهم کم است
آن نهال غم که آبش دادم از خون جگر | ایمن است از صرصر آهم که بیخش محکم است
لایق آموختن نبود فنون دلبری | دل ربای من به فنهایی که دارد ملهم است
سینه از یک زخم تیغت ریش مانند جگر | زخم دیگر آرزو دارم که آن را مرهم است
داستان جم چه می گوئی ز وصف جام او | هر که جامی بر کف است او در آن وقت خود جم است
مست جام عشقم و در عالمی افتاده ام | عالم مستان این صهبا برون زین عالم است

صرفیا از مدت ایام عشق اندوزیم
مدت دنیا ز اول تا به آخر یک دم است

با من دل شده جانانم نیست | چه کنم بخت بفرمانم نیست
غیر خاری که درآمد به جگر | حاصل از گشت گلستانم نیست
گرچه ز آن زلف پریشان حالم | آگه از حال پریشانم نیست
تن فرسودهٔ من زنده بجان | جز به غم زندگی جانم نیست
دل کباب است و غمت مهمانم | ما حضر لایق مهمانم نیست
حیرتی طرفه مرا در غم تست | هیچ کس نیست که حیرانم نیست

مهربان تو علی الرغم رقیب
گو بهش صرفی و میدانم نیست

گذری سوی چمن یار مرا افتاده است | سرو چون گشته ز پا افتاده است
موجب صحبت من وصل وی و آن مشکل است | کار بی بار دری اکنون بخدا افتاده است

از سر زلف تو آویخت به کاکل دل من
از بلا رسته ولی هم به بلا افتاده است
بند بندت بکشم گفت نکرد است ولی
بندم از بند ازین سهم جدا افتاده است
همه خوبان جهان بر سر جور و ستم اند
از جهان قاعدهٔ مهر و وفا افتاده است
من به کنج عدم و دل به خم طرهٔ او
من کجا و دل آواره کجا افتاده است
ای بسا دل که فتادست ز یک چین بزمین
چو به زلفش گذر باد صبا افتاده است
سیر صحرای چمن یار کند با اغیار
صرفی از غصه به صحرای فنا افتاده است

ز تیغش سینه ام ریش و جگر چاک و دل افگار است
ولی می گوییم با تو هنوزم کار بسیار است
من دیوانه در عالم به نوعی گشته ام رسوا
که رسوایان عالم را بسی از چون منی عار است
به اندوه و بلا عشقت خریدار است جانم را
متاعی بس حقیر است این عجب کان را خریدار است
در ایام جمالت می کند کار اجل چشمت
اجل را می توان گفتن که در عهد تو بیکار است
عجب مرغیست زاهد کز غمت خواهد بپر میزد
بدین دام بلا صد طایر قدسی گرفتار است
نمی داند کسی غیر از اجل با وصل جان بخشت
علاج درد مندی کز غم هجر تو بیمار است
بنالد زار گرید زار صرفی و بمیرد زار
چنین کان غمزده زار و تنش زار و دلش زار است

بت پرست از صدق مذهب خوبی بتو اقرار داشت
سر صد تسبیح در یک تار از زنار داشت
من کجا و آرزوی صحبت جانان کجا
چون سگ آن آستان از صحبت من عار داشت
می خرامید و جهانی هر طرف نظاره گی
زان میان گاهی نگاهی جانب اغیار داشت
دی چرا بر سر کله کج ماندی بگذشتی از سرم
گر نه با من ناز بیش من سر آزار داشت
رنج بی شوقان نمود آن شوخ بی تمیز من
گشت محروم آنکه شوق دولت دیدار داشت
ریخت خونم را به تیغ ناز و جانم زار بود
کار خود کرد دست بدخویی که با من کار داشت
غم ندارد صرفی از خواری که در دنیا و دین
یافت عزت تا سگ کوی تو او را خوار داشت

تحفهٔ جان دادن به یار دلستان کار من است
آنکه دلبر دست و جان هم می برد یار من است
التفت از روی دل اصلا بکس دلدار نیست
التفات او بغیر از بهر آزار من است

لایق دیدار اگرچه چشم بیدار آمده — کی چنین دولت نصیب چشم بیدار من است
بار اندوه مرا طاقت نه داری کوه کن — در گرانی صد چو کوه بی ستون بار من است
هیچگه ترک ستمگاری مباد آیین او — گر بگویم من که یار من ستمگار من است
دل ربوده است در به چین طره میدار دلنگاه — دل ربائی من بحمد الله که دلدار من است

چاره از قوتی ندارد صرفیا کس در جهان
قوت من خون بهای چشم خونبار من است

جز آن رخسار گندم گون تمنای دل من نیست — جوی از زرع امیدواری حاصل من نیست
مقام خاص از بهر یکی از عشق بازان نیست — به ملک عشق جز کوی ملامت منزل من نیست
من دیوانه حال خود چرا با عاقلان گویم — که کار عقل فکر اندیش حل مشکل من نیست
ز جمع خوب رویان مایل آن نازنین شوخم — همین بس دولت من گرچه خود او مایل من نیست
تن خاکی ز خاک راه او گل گشته از اشکم — سزاوار محبت خانه غیر از کهگل من نیست
بحمد الله که تا چشمم به نور عشق روشن شد — حجاب هستی از دیدار جانان حایل من نیست

جنون عشق از نقصان عقلم کی بود صرفی
جز این دیوانگی حاصل ز عقل کامل من نیست

ث حرف الثاء ث

که دارد با لب لعل تو در ایجاد احیا بحث — در این اعجاز نتواند با او کردن مسیحا بحث
چه گویم غمزه و ناز ترا در گوشه چشمت — که با هم در فن عاشق کشی دارند بیجا بحث
بیا بر بام خود تا در تجلی های موسی سوز — مه من گوشه بامت کند با طور سینا بحث
به کنج ابروان در گوشه بدنامی افتادیم — نه دارد با کسی دنی کسی را هست با ما بحث
به درس عشقبازان قیل و قال اصلا نمی باشد — دگر باشد نه مثل آن که باشد در دو ملا بحث

اگر گویند ستانم جان و بخشم دل به یک غمزه
مسلم دارم و کاری ندارم صرفیا بحث

ما نه دادیم به جانانه دل و جان به عبث — غمزه و ناز نه بوده است ز جانان به عبث

گریه‌ام در دلش آخر اثری خواهد کرد
نه بود چشم من نم زده گریان به عبث

گر نه در جان رقیبان تو سوراخ کنند
تا به کی می‌کشم این ناوک افغان به عبث

من دهم در عوضش هر سخن او صد جان
لعل او پیش رقیب است درافشان به عبث

بی لبش زندگی من چو محال است محال
باشد از من طلب چشمهٔ حیوان به عبث

صاحب خانه گرت رو ننماید حاجی
سعی کعبه چه کنی قطع بیابان به عبث

گر نه جان در قدم یار توان کرد فدا
صرفیا نیست نگهداشتن آن به عبث

به بیقراری دل عشق یار شد باعث
به عشق یار دل بیقرار شد باعث

چو جان من به غم هجر صبر نتوانست
بمردنم ز غمش جان نزار شد باعث

غم فراق برآشفت روزگار مرا
دلم فراق نزار روزگار شد باعث

اگر نه گشت به من مهربان رقیب چرا
ترا به فضل من دل فگار شد باعث

همیشه کار من از دیده است خونباری
مرا به غم تو درین کار و بار شد باعث

اگر مفارقت من غرض نبود ترا
تو خود بگلی و به باغت چه کار شد باعث

به ترک گشت گلستان و باغ صرفی را
هوای کوی تو ای نوبهار شد باعث

جز جفایش نیست آیین الغیاث
یا غیاث المستغیثین الغیاث

مونس ما درد تو بالبت و نیست
غمگسار جان غمگین الغیاث

تلخ کامی ها نصیب ست زلال
آمده زان لعل شیرین الغیاث

قاتل من از پی هم می‌کشد
بر سر ما خنجر کین الغیاث

باختم در عشق خوبان هر دو کون
رفت هم دنیا و هم دین الغیاث

عقل و جان و دل همه درمانده اند
در خم آن زلف پرچین الغیاث

عشق از خوبان بلا خون جگر
فوت صرفی کرده تشنیع الغیاث

رهزن دین و بلای عقل و جان میرزا غیاث
فتنهٔ ایام و آشوب جهان میرزا غیاث

زنده اند آنان که از تیغش شهادت یافتند
زنده می‌سازد به تیغ جانستان میرزا غیاث

گر بباید جان شهید تیغ او نبود عجب
بلکه بی بخشد حیات جاودان میرزا غیاث

در زمان جنبش آخر فتنهٔ برخاسته
قصه کوته فتنهٔ آخر زمان میرزا غیاث

کرد بس فریاد کردن جان بلب آمد مرا
کاش گردد آگه از درد نهان میرزا غیاث

کی تواند بود بی او زنده عالم صرفیا
جمله عالم هم چو تو یک جسم و جان میرزا غیاث

فقیه شهر می را خورد و خواند مثلث
بهانه کرده و نام شراب مانده مثلث

فتاده بیخود و بیهوش نیز نه مست شراب
چو صوفی از کف معشوقه ام ستانده مثلث

عجب که خاصیت رنگ باده خاک گرفت
دمی که ساقی من بر زمین نشانده مثلث

بلای آمده بود از دو چشم یار ولی
رسید غمزه و آن را به کار رسانده مثلث

رقیب در فن تکسیر صرفیا شده مایل
که تا به صفحه یکیں تشکل من نشانده مثلث

ج حرف الجیم ج

گر کنی تسلیم ای خلق تو چون زلف تو کج
نه ترا هیچ گناه و نه مرا هیچ حرج

فتنه را بجهان یار ز سر راست کند
هر که او پادشه حسن کلاه ماند کج

حج ما طوف در یار و گذشتن ز دو کون
استطاعت که بود موجب فرضیت حج

ساربان ناقه سوارم چه نیاز است بخواب
ناقه آهسته تزک ران که بجنبید هودج

پردهٔ هستی اگر مانعم از دیدن تست
دارم از خنجر خون ریز تو امید فرج

محکم از رشتهٔ مهر است رگ زندگیم
چه اگر تیغ جفابت کندم قطع و درج

برتر از قاعدهٔ بحث و جدل حال من است
بهر ردم چه کنی مولوی انتای زجج

صرفیا عشق و بلا هم نفس یک دگر اند
این دو حرف است برون آمده از یک مخرج

ای دو ابرو بت کج و زلف تو کج خلق تو کج
راست آمدی بکجیها بیت دل ما محرج

ما براه کعبهٔ کویش سر خود باختنیم
سر برهنه حاجی آمد پی احرام حج

گر در وصلت برشی من رقیبان بسته اند — چاره ام صبر است و آمد صبر مفتاح الفرج
آستان دلبرین کعبهٔ اهل وفا است — آن حجاج الصفا با تو نه من کل فج
گاه می خواهد گهی میراند آن بد خو مرا — چون کنم یارب که بنود طور او بریک نهج

صرفی امید امان جان نباید داشتن
دیدن الحب الذی احبته نهب المهج

روشش دلبر من با من کج — گردش چرخ فلک هم کج مج
به کف شوق در وصل زنم — فارغ البال اذا لج ولج
کف زنان آمده جنازه که است — ستی از مستی صاحب هودج
غمزه را غارت دین سنم فرما — که روا نیست بدین هیچ حرج
من نه دانم روشش تا فتنت — خود تو فرما بچه طور رچه نهج
خلق محتاج بیک جلوهٔ تو — دا انا الصب الیها احوج

کعبه ام در کلیسه آمد صرفی
چه کنم قطع بیابان یی حج

ای به تو چشمهٔ حیوان محتاج — تن بجان و به لب جان محتاج
تا تو تازی بکنی تیر اجل — چون خدنگیست به پیکان محتاج
محترز خلق ز آفات ولی — من بآن آفت دوران محتاج
بهر تخلیص خود از قید بدن — جان بیک غمزهٔ جانان محتاج
مژه اش ناوک دلدوز و دلم — به همان ناوک مژگان محتاج
طرفه کاریست که در دینداری — به بیابان است سلیمان محتاج
طرهٔ تست عجب زناری — ای به زنار تو ایمان محتاج
ساکن گلشن کویت نه بود — به تماشای گلستان محتاج
تشنه محتاج بآب است ولی — من به تیغ تو دو چندان محتاج
طرفه راهیست ره عشق ببین — که به مور است سلیمان محتاج

بهر جمعیت خاطر صرفی
دل بآن زلف پریشان محتاج

جان که بیمار تست چیست علاج / مگر آمد علاج ها اخراج
آرزومند عمر باقی نیست / جز به آن تیغ جانستان محتاج
با درو دو چشم جادویت / شیوهٔ سامری گرفته رواج
ای به شاهنشهی تو کرده خروج / تو ز اقلیم جان گرفته خراج
تو شه تخت حسن و بر سر تو / زیبد از افسر تجمّل تاج
دل به غارت کرشمه ات بُرده / غمزه ات کرده عقل و دین تاراج
صرفی از کعبه بسته اند احرام / بهر طوف حریم او حجّاج

اوست گنج حسن و زلفش مار بر بالای گنج / وین دل صدپاره آن ویرانه کآمد جای گنج
در زنخ سیم از سر شکم بین سوی گنجم مخوان / باز رو سیم جبینم کی بود پروای گنج
طالب وصل ترا راحت نمی باید گزید / رنج خوشتر هر کرا در سر بود سودای گنج
دیده ام بیدار می باشد به شبهای وصال / گفته اند آری نیاید خواب زیر پای گنج
هم چو عطشانی که سازد آب شورش تشنه / هست زردار یکه باشد دایما جویای گنج
در سر اهل غنا غیر هوای گنج نیست / زیر پای مفلسان بین گنج بر بالای گنج
در هوای گنج اشک از دیده ای صرفی مریز / گوهر اشک تو بهتر از دُرِ یکتای گنج

شوخی که در زلفش دلم دارد شکنجه از شکنج / نازک دل است و تندخو بر آتشی و زود رنج
ای دل به عقل خود مجو کنه کمال حسن او / قدرش ز عقلت برتر است او را بدین میزان مسنج
آیین رسم تا بکی طور جفا طرز ستم / تا چند طور و طرز تو رسم دلال آیین و غنج
دیوانه ات را گر کسی پرسد گر انگشتیست چند / هرگز نمیداند که این شش شش بود یا پنج پنج
چشم حقارت صرفیا مگشای بر آیات فقر / هست از زمین فقر با خاکی که بر سر کرده گنج

حاجی برو به کعبه گو بیش گذار ارج / کانجا است یک طواف به از صد هزار حج
در راه کعبه نعرهٔ لبیک تا به کی / احرام آن حریم ببند و بیار حج
گر جلوه گر ز کعبه نگردد جمال دوست / بی هوده است عمر نباید بکار حج

قربان حج خویش مرا کرده ترک من
یکسر حج نه بلکه کرده ادا بیشمار حج

صرفی چو آستان تو از کعبه کم نبود
یارب چرا بمکه ادا کرد یار حج

هزار سنگ سیم بر تو گر زنند مرنج
تو باش در عوض از کان لطف گوهر سنج

زبسکه غافلی از بندگی نمیدانی
که بر تو چند نماز است فرض شش یا پنج

مگو که زنده درویشی خالی از معنی است
که گفته اند به ویرانه جای دارد گنج

براه کیس بگلت پای سعی تا زانو
به کاسه هوست دست آز تا آرنج

همیشه نفس ترا اجتناب با شیطان
تو همچو مست شرابی که در وی افتد بنج

زنفس خود طمع حسرت آن چنان باشد
که از درخت زقوم آرزو کنی نارنج

چگونه مانع تیر قضا تو اندیشد
شبیهی که باشدش از نیش پشه صد رنج

زاختیار برون کار شاه و لشکر او
بود چو جنبش شاه و پیاده در شطرنج

زسردی اجل ایمن چو نیستی صرفی
چگونه گرم کنی جای در سرای سپنج

احمد آباد است و هر سو نازنینان فوج فوج
بیدلان افتاده در دنبال ایشان فوج فوج

خاکساران برره خوبان فتاده خیل خیل
خوب رویان داده رخش ناز جولان فوج فوج

گر درین شهرم نماند دل بجا عیبم مکن
دل ربایان بین بهر جانب خرامان فوج فوج

شیخ چشم من فرستاده پی غارتگری
خیل ناز و غمزه را در کشور جان فوج فوج

تا بت من رهزن دین مسلمانی شده
رو سوی بتخانه آورده مسلمانان فوج فوج

خیل لهها را تعاقب کرده چشمش بسته بود
چون شدند از رزمگاه او گریزان فوج فوج

شهسواران را به چوگان تکبر همچو گوی
رانده رانده راند ترک من ز میدان فوج فوج

دل یکی بود و نیابش کرده ام از بهر غمی
چون کنم کامد مرا زینگونه مهمان فوج فوج

از ملایک نیست صرفی را بکوی دوست راه
بسکه گرد آن شب و روز اند گردان فوج فوج

ای به دور لعل میگون تو صهبا را رواج
یعنی از لعل لبت دین مسیحا را رواج

کشتگان تیغ نازت از لب تو زنده باز
از لب جانبخش تو اعجاز عیسی را رواج

دردمندان ترا درد تو آمد قوت جان / درد یار عاشق نه بود مداوا را رواج
خریدار غم و دردیم نه عیش و طرب / نیست در بازار ما زین گونه کالا را رواج
پیشهٔ ما جان سپاری و وفاداری و بس / کاش بودی نزد خوبان پیشهٔ ما را رواج
در سرای ما چه جوئی دولق ورد و نماز / نیست در میخانه تسبیح و مصلا را رواج

یا بجای عرفی دمانش را به فن تعمیه
او همی خواهد از و فن معما را رواج

جائی که خود دهم بر بودن چه احتیاج / در بردنش به عشوه نمودن چه احتیاج
من راضیم بانیکه کنی میل کشتنم / قول رقیب را بشنودن چه احتیاج
با آنکه در نقاب اسیر تو عالمی است / از رخ ترا نقاب کشودن چه احتیاج
زنگ غبار چشم به وقت تجلیت / خود می رود ز دل بزدودن چه احتیاج
دردم ز عشق تست بجلسهٔ که ممکن است / این درد را دگر به فزودن چه احتیاج

بی خوابیت راحت چشم تو عرفیا
زینگونه چشم را به غنودن چه احتیاج

گر جستجو کنم دل گم گشته را مرنج / ور می برم گمان که تو نی دلربا مرنج
تقصیر در وفا طلبد التماس عفو / این طرفه ملتمس که ز اهل وفا مرنج
جان من شکسته پریشان ز زلف تست / گر انتقام می کشد از وی صبا مرنج
پیوند اگر به رشته کوتاه عمر کرد / تا نی کنیم از سر زلفت رها مرنج
از التماس مهر و وفا در گذشته ایم / گر آرزو کنیم ز لطفت جفا مرنج
گر قبلهٔ خدای پرستی بسا زمت / از من میپوشش رخ برای خدا مرنج
خواهم بکام دولت وصلت بصد دعا / ور دم دعای دولت تست از دعا مرنج
چون غیر تو طبیب دل دردمند نیست / گر گویمت به درد دلم کن دوا مرنج
دامن کشیدی از کفم امروز گر زنم / در دامن تو دست بروز جزا مرنج
آورده ام بلا به دعاها ز آسمان / تصدق داده بنده ترا ای بلا مرنج

محرم نیست کاشنای تو عشق ستمگر است
سهل است عرفیا ستم از آشنا مرنج

ح حرف الحاء ح

چون جام مے بدست گرفتم علی الصباح
کردم بنام مغبچهٔ خویش افتتاح

خطی است گرد لعل مسیحا دمش ز مشک
مضمونش آنکه نزد مسیحا است می مباح

محراب ابرویش چو مؤذن بدید و گفت
حیوا علی الصلوٰة و حیوا علی الفلاح

هرگز نه رنجد از ستم مهوشان دلم
الجور لایزال ملیحا من الملاح

جز باده نیست راحت جانهای اهل دل
راحت نه دیده ایم به عالم به غیر راح

پاکان بر آستانهٔ میخانه اند خاک
من غفر الحدود علیهما فلا جناح

آمد صلاح شیوهٔ اهل فلاح لیک
صرفی بود فلاح تو از توبهٔ صلاح

گفتم حدیثم آمده جان بخش چون مسیح
هذا حدیثکم حسن بل هو الصحیح

شام است از دو زلف سیاه تو تیره حال
والصبح فی الجمالة من وجهک الصبیح

اغیار بهره ور ز نمکدان لعل تو
روحی فداک یا صنمی ما هو الملیح

چشمت به غمزه کرد اشارت به قتل ما
الرمز بالمبالغة اولی من الصریح

گفتی که نالهٔ تو مؤثر چنین چرا است
هذا الانین تخرج من قلبنا القریح

شد تازه از شمایم روحم مشام روح
اذ هبت من ریاض وصال الحبیب ریح

ما را به تیغ غمزه کشد یار صرفیا
اذ قتلنا بمذهب الهوی کریح

چنین که هست کنون در سرم هوای قدح
چرا نه هر چه صراحی بهم بهای قدح

بس است بر سر خاکم پیالهٔ لاله
دلیل آن که منم کشتهٔ هوای قدح

اگر به میکده نبود قدح مرا غم نیست
که کاسهٔ سر خویشم بود بجای قدح

به جرعهٔ ز قدح تا نشده دهانم تر
فزود جای بتنم بوی جان فزای قدح

خدایرا برسان ساقیا قدح به لبم
که جان رسید مرا بر لب از برای قدح

اگر چه صرف قدح نقد جان شود گو شو
که باد جان من و صد چو من فدای قدح

غلام همت آن رند میکشم ساقی
که نقد هر دو جهان داد در بهای قدح

خم شراب که او مرشد طریق صفا است | نشان باطن صافش بود صفای قدح
درآرزوی شراب لبش بود صرفی
همیشه درد من درد کش دعای قدح

حیات بخش بپنهان آمده به قالب روح | اگر نه این عمل آموختی به قالب روح
به جان سپاری اگر تن نمود تقصیری | چرا ز غمزه نشد آن شوخ تند معاتب روح
چو دوش گفت که قتلت علی الصباح کنم | ره گریز گزیده از تنم شبا شب روح
چو غمزه اش سبب عاشقی است غمزه او است | معلم سبق عشق و طفل مکتب روح
ادب پذیر شو صرفیا بدان وقتی
که از ادیب محبت بود مؤدب روح

دلا منه سر خود را بزیر بار صلاح | صلاح کار نمی بینمت بکار صلاح
چو رندی آمده ناموس را مکن تعمیم | اگر به میکده بگذریختم زنار صلاح
ز شوق لعل بتان می پرست و شیخی | که یافت دست ورع خرقه اش نثار صلاح
صلاح را نکنم اختیار و رنکنم | کشم شراب محبت باختیار صلاح
بدور آن بت کافرشان باده پرست | نماند رونق دین رفت اعتبار صلاح
صلاح اگر چه دلم را قرار داده ولی | نمانده ام من دیوانه برقرار صلاح
صلاح گشته ترا موجب فساد مزاج
به بند رخت خود ای صرفی از دیار صلاح

ای آفتاب من به هوایت دمیده صبح | از شوق طلعت تو گریبان دریده صبح
خورشید سر زدن ز تنم دامنش گرفت | تا بعد می به مهر مه من گزیده صبح
در آرزوی دیدن روی سپید دم | ای آفتاب شب همه شب ره بریده صبح
آخر نتیجه سوم کذب است تیره گی | نور تمام از نفس صدق دیده صبح
از راه صدق دیده جمال تو عاقبت | ای مه تمام شب چو درین ره دویده صبح
در مهر و رزی تو بمن تا شده رقیب | از آفتاب تیغ سیاست کشیده صبح
صد محنت و بلا شب هجران کشیده
خوش باش صرفیا که ز وصلش رسیده صبح

خ حرف الخاء خ

چون صراحی به لبش دیده قدح را گستاخ
تنگ دل شد که چرا مشرب میناست گستاخ

گر کند دلبر من جلوه بر آن گوشهٔ بام
نه برایند مه و مهر برین مینا کاخ

تند باد خشم او گر به گلستان گذرد
افکند نشاهد گل را به زمین از سر شاخ

متأثر نشد از ناوک نازش زاهد
سبحه را گرچه جماد است ببین صد سوراخ

گر نثاره قدمت جان کند ای مه صرفی
از ادب نیست ولی لطف تو کردش گستاخ

تیر آهم که گذر کرد ازین مینا کاخ
سپر سبز فلک راست ازان صد سوراخ

طوطی خط تو ساخت بدان لب منزل
زان دهان تنگ شکر یافت نے عیش فراخ

کرد غم های جهان را ز دلم عشق برون
کنس البیت وقد نظفه عن اوساخ

نفخ روحم بر تن آن سیب ذقن کرد بلے
سیب از روی طبیعت بود ای جان نفاخ

گر نه در بزم وصال آن شه خوبان طلبد
چه حد صرفی مسکین که در آید گستاخ

ای عشق ترا در دل من جائے فراخ
تنگ بر من ز غمت این همه دنیای فراخ

درد و اندوه غمت نیست بهر تنگ دلی
لایق لشکر عشق تو بود جائے فراخ

از غم آهوی چشم تو شد ای طرفه غزال
تنگ تر آهوی چین آن همه صحرای فراخ

ای که وصلش طلبی و نتوانی جان داد
چیست با حوصلهٔ تنگ تمنای فراخ

تنگ نائیست عجب ملک وجود ای صرفی
به عدم رو که در انجا است بناهائے فراخ

ز هجرت عیشم ای شیرین پسر تلخ
به کامم بے لبت شهد و شکر تلخ

تو نی مے خورده مست خواب شیرین
مرا از زهر هجران خواب و خور تلخ

بلا و فتنه آرد سرو قدت
دهد نخل امیدم بار و بر تلخ

جدا زان لعل جان بخش آب حیوان
به کامم تلخ تر آمد ز هر تلخ

لب تو هرچه گوید با من ای جان
همه خوبست اگر شیرین و گر تلخ

ز شور عشق آن لب‌های شیرین | همیشه گریه‌های چشم تر تلخ

به کامم صرفی ای جان نوش دارو
ز زهر قاتل آمد بیشتر تلخ

د حرف الدال د

عیسی و خضر اگر همنفس من گردند | درد من دیده بجان طالب مردن گردند
عاشقی را بنود پرستشی از مذهب و دین | خواه سجاده‌نشین خواه برهمن گردند
همت ما چو شود دست و گریبان با فلک | مه و خورشید نهان در ته دامن گردند
از تماشای جمال دگران دوخته به | دیده‌هایی که بدیدار تو روشن گردند
عاشقان را که نمکدان بود از جوهر جان | حاش لله که بمکس با دیده تر گردند
شمع بزم غم و محنت منم و سوختگان | همه پروانه صفت گرد سر من گردند

گر نه دل خون کنی و جان نه دهی در غم دوست
صرفیا جان و دل تو بتو دشمن گردند

شوقت به هزار جان نه گنجد | مشتاق تو در جهان نگنجد
چشمت کشد و لبت دهد جان | مرگ آید و در میان نگنجد
از مهر رخت ستارهٔ من | در عرصهٔ آسمان نگنجد
در خلوت خاص دل به جانان | خود کیست بدن چو جان نگنجد
تیر تو بود در استخوانم | مغزی که در استخوان نگنجد
تیغ تو به قتل ما شده تیز | جایی که اجل در آن نگنجد

صرفی به حریم وصل جانان
از هستی تو نشان نگنجد

چو غنچه کز دهن تنگ او خموش آمد | هزار نکته ام از وی به جان گوش آمد
عجب که پیرهنم پاره پاره و زخمش پنهان | هر انگه کرم عشق پرده پوش آمد
فزود جان من از قلقل صراحی می | که خندهٔ لب ساقی از آن بجوش آمد

به شیشهٔ می اگر سنگ محتسب می زد — بدور آن لب میگون سبو بدوش آمد
درون اهل محبت ز شورش می عشق — بسان خم می آتشین به جوش آمد
ز شیشهٔ فلک و جام خور به رتبه فزون — سفال دردی رندان باده نوش آمد
به گوش دل خبر دوست میرساند عشق — به نزد بیخبران نام او سروش آمد
فروخت است به مهر تو خویش را عاشق — سگ تو طعنه زد او را که خود فروش آمد

دهن به مهر بود عرفی و به مستی شوق
چو خم باده دهن بسته در خروش آمد

عشق بازان می گلگون نه تنها نوشند — به خیال لبت آمیخته صهبا نوشند
زاهدا می بچش از رفع مرض عجب بنوشش — که مباح است اگر بهر دوا نوشند
مست اگر می بی گلرخی را نکشد معذور است — گل رخان باده ازین واسطه تنها نوشند
باده وصل یار بی تمنا نرسد — مگر این باده هم از جام تمنا نوشند
زاهدان ذوق می ناب اگر دریابند — کاسه کاسه همه بر روی مصلا نوشند
ساقیا جام و قدح تشنگی اند ترا — چه تسلی دهد این طایفه دریا نوشند

عرفیا باعث می شد خط آن لب لیکن
میکشان باده به فتوای مسیحا نوشند

قتل خویشم شب اندوه چه دلخواه آمد — ناگهان قاتل من سلمه الله آمد
دل ره هجر برید به سر زلفش رفت — زلف جادو که مانده شده را راه آمد
نه همی طی ره عشق خضر در همه عمر — وای بر عمر دراز تو که کوتاه آمد
اگر از محنت عشقت به تنم یک جان کاست — تازه صد جانم از آن محنت جانکاه آمد
حکمت رفتنم از کعبه سوی بتخانه — داند آن کس که نه سر ازل آگاه آمد
بر شب تیرهٔ من طعنه مزن ای ناصح — ظلمتش نور ده صبح چو خور و ماه آمد

عرفی از همرهی آه به لب ماند از ضعف
جان که تا بر لبم از تقویت آه آمد

قضا اگر با جل حکم قتل عام کند — اجل ز چشم تو صد تیغ تیز وام کند
دلم به زلف تو پیوست آن چنانکه فراق — نمی تواند اگر قصد انتقام کند

هزار دل شده افتاده بر رهش تا دوست
کرا به غمزه کشد نامزد کدام کند

چنین که طوق وفایش بگردن است مرا
سگ خودم که نخواهد دگر چه نام کند

چو موسیم نه بود آرزوی تجلی طور
گهی که جلوه مه من به طرف بام کند

گل و سمن بدمد از نشان هر قدمش
بهر زمین که سهی سرو من خرام کند

بیک نظاره ات از هوش میبرد صرفی
مریخ اگر نه بهر دیدنت سلام کند

دردا که آه و ناله ما را اثر نماند
آئین مهر و رسم وفا را اثر نماند

هستم بلاکشی که ز روز محبتم
زور آوران خیل بلا را اثر نماند

عاجز ز حل مشکل من صد چو بوعلی است
قانون حکمت حکما را اثر نماند

خوبان ستمگرند و لیکن وفای من
شد غالب آنچنانکه جفا را اثر نماند

صرفی سرشک ما بدلش کارگر نشد
طالع نگر که کوکب ما را اثر نماند

ز زخم تیغ تو خورم دل احباب خواهد شد
ولی نترسم که تیغت ز آتش دل آب خواهد شد

نشان قامت خم گشته ام بر بستر محنت
ز بهر سجده اهل وفا محراب خواهد شد

بیاد آن لب عناب گون اشکی که میریزم
پی بیمار هجران شربت عناب خواهد شد

سر موئی که از حال پریشان خودت گفتم
گویم
ازین گستاخی من زلف تو در تاب خواهد شد

به سوی تربتش نتوان کشیدن دلبر خود را
قد خم گشته من گرچه چون قلاب خواهد شد

یکی از دیگری نامهربانی بیشم یاد میکرد
متاع مهربانی در جهان نایاب خواهد شد

اگر با غیر گردد دُرفشان لعل گهربارش
روان از دیده صرفی عقیق ناب خواهد شد

مجردان به ره عاشقی چو گام نهند
نخست بر سر خود پا درین مقام نهند

به بزم عشرت می ساقیان باده عشق
ز کاسه سر خویشم بدست جام نهند

کنند خاک نشینان ببام عرش عروج
اگر ز همت خود نردبان ببام نهند

با آب خضر دهم قند کینه جویان را
اگرچه زهر هلاهل مرا بکام نهند

چو تیغ آه کشند اهل عشق کو خوبان
ز تیغ خسته دلان تیغ در نیام نهند

جنونِ نو خرد افزونت آمده صرفی
نه عاقلی و نه مجنون ترا چه نام نهند

دهی خوشا قوم که از جان بتنی ساخته اند
جان فدای چو کو نازک بدنی ساخته اند

عرق افشاں به چمن آمده گل چهره کیست
که ز هر قطره ازاں یاسمنی ساخته اند

بے تو نیست عجب کوه مخم جان کاه است
که ز هر تشنگی ازاں کوه کفنی ساخته اند

مژدهٔ وصل تو دادند مرا باور نیست
بهر تسکین دل من سخنی ساخته اند

رفته تا پیرهن غرقه بخوں گشته دوست
حلهٔ خود از نیساں کفنی ساخته اند

میل نازک بدنی دارم ازاں قوم تبسم
که چو یعقوب به گل پیرهنی ساخته اند

هر کجا صومعهٔ بود بتاں اے صرفی
پیر آں صومعه را برهمنی ساخته اند

چو یار بهر صبوحے ز خواب بر خیزد
قدح گرفته به کف آفتاب بر خیزد

هزار خوں به لگے کند ستمگر من
ز خواب ناز چو مست شراب بر خیزد

اگر نهد به چمن نونهال من قدمے
به جائے سبزه ازاں مشکناب بر خیزد

حجاب چهرهٔ مقصود ما است هستی ما
خوش است اگر ز میاں ایں حجاب بر خیزد

به محشر از نفس گرم عاشقاں چه عجب
اگر ز ابلق جهنم عذاب بر خیزد

چه شیوه است نه دانم که سرو من از ناز
گهے نشیند و گاه از عتاب بر خیزد

به خاک فتنه اگر فتنه جوی من برسے
ز خاک باز بصد اضطراب بر خیزد

از بلا نیست دل خستهٔ ما در فریاد
بلکه از درد دل ما است بلا در فریاد

من نه آنم که بنالم ز جفا و ستمت
از رقیبان تو هستم بخدا در فریاد

من گرفتارِ غم و دل به خم زلفت اسیر
همه کس چوں من از تیغم همه جا در فریاد

پیشهٔ او ستم و شیوهٔ او خوں ریزے
عالمے زاں مه بے مهر و وفا در فریاد

دل پر درد تو صرفی بدو چو راضی نیست
همه از درد دل او زد وا در فریاد

زغم از هجر و ز شادی به وصل یار خواهم مرد
بهر حالے که باشد عاقبت ناچار خواهم مرد

همیشه من جدا و متصل اغیار با یار است / ز درد هجر یا از غیرت اغیار خواهم مرد
چه گویم کز عتاب ناز او دوشینه چون مردم / اگر خود زنده ماندم هم چنین بسیار خواهم مرد
چه می‌گوئی طبیبا از برای صحتم بی او / چو صحت یافت کز هجرش من بیمار خواهم مرد
به کار عاشقی پیوسته مشغولم من بیدل / عجب نبود که در مشغولی این کار خواهم مرد
اگر گاهی رخش را بینم از دهشت رود جانم / وگر یک دم نه بینم روی او را زار خواهم مرد
رقیب از صحبتم ننگ و سگ او عار میدارد / نه دارم غم ز ننگ او ولی زین عار خواهم مرد
چنین کز حالم ای بدخو تغافل می‌کنی هر دم / همه یک بار می‌میرند و من صد بار خواهم مرد

دریغ و آه ای صرفی نه دل با من نه دلدار است
چه باک از بیدلی لیکن از غم دلدار خواهم مرد

گر به کویش گذری پای ز سر باید کرد / قصه کوته ز سر خویش گذر باید کرد
غمش آمد به حریم دل و فرمود که جان / لایق صحبت ما نیست بدر باید کرد
هنر عشق ز عشاق بیاموز ولی / سالها خدمت ارباب هنر باید کرد
بیدلانش شده ام تنگ دل از ملک وجود / عزم جزم است کزین ملک سفر باید کرد
سوی خوبان نگه هر که نتواند جان داد / ورنه زین طایفه البته حذر باید کرد
عاشقی و قدح عیش به کف یعنی چه / کاسه دیده پر از خون جگر باید کرد
آخر کار تو آن دیدن رخ یار ولی / اول از هر دو جهان قطع نظر باید کرد
ناوک غمزه خوبان کمانی ابرو را / ای دل از جان هدف از سینه سپر باید کرد

ناله ات رفت که آگه کنم او را ز غمت
صرفی آن رفت کنون فکر دگر باید کرد

در چشم خود ز خاک رهت توتیا کنند / آنان که خاک را به نظر کیمیا کنند
با منکران رویت حق روی خود نما / تا در رخت نظاره نور خدا کنند
آنان که لذت غم و درد تو یافتند / نی آرزوی عیش و نه فکر دوا کنند
کز عشق کشته های تو باشند زندگان / هر زخم یک خدنگ تو صد جان فدا کنند
ای آنکه عاشق است خریدار وصل تو / ارزان بود اگر به دو کونش بها کنند
چون جلوه گر تویی چه بجنت چه در جحیم / اهل جحیم میل بجنت چرا کنند

صرفی بلاکشان طریق محبتش
از جان خود نشانه تیر بلا کنند

گر نه ما را محتسب جام تنعم بشکنند
از هوا سنگی بنا گه افتد و خم بشکنند

گرچه در راه محبت سنگلاخ محنت است
کی سمند همت عشاق را سم بشکنند

خود فروشان اهل عالم از عشق خواهم جذبه
تا مگر بازار تعلیم و تعلم بشکنند

ده چرا یا رب مرا از تلخ کامی میکشد
نوشخندی من که شکر از تبسم بشکنند

قیمت لولوی تر قدر عقیق ناب هم
لعل شکر بار او گاه تکلم بشکنند

کس نمی بینم که از چشمش دلش نشکسته است
چشم شوخت تا یکی دلهای مردم بشکنند

هر کجا صرفی ز روی باد زلف پرخمش
خار در پای دلت از خم کژدم بشکنند

از خدا خواهم بتر کز دین پشیمانم کند
عشق ایمان سوز او از نو مسلمانم کند

در ره دین عشق کفر اندیش خواهم تا مگر
ظلمت کفرش مدد در نور ایمانم کند

فهم اسرار غم خوبان ز دانش برتر است
جذبه از عشق می خواهم که نادانم کند

تا غمش سازد خلاص از عالم کثرت مرا
تن بکاهد دل ز باید غارت جانم کند

من ضعیف و ناتوان بار محبت بس گران
قوتی بخشد غمش کین مشکل آسانم کند

حسن را رازیست با عشق و نمیداند خرد
غمزهٔ خوبان خبر زین راز پنهانم کند

نیست سامان ره عشق تو جز جان باختن
مشفقی کو چون اجل تا فکر سامانم کند

از قدح بینم جمال ساقی بزم ازل
گر پر از صاف تجلی جام عرفانم کند

میکشم صرفی شراب عشق هر دم جام جام
ترسم آخر نشئه اش فارغ ز ایمانم کند

چو لاف قامت تو شاخ گل ای سرو دلجو زد
نسیم نوبهار از غنچه هستی بر سر او زد

هر آتش بدل زد آنکه جایش جز درین دل نیست
غریب است اینکه دل میسوزد اما او نمی سوزد

بهر یک ناله ای چون فتنه در دمندان میتواند کرد
نمیدانم چرا آن شوخ چندین چین در ابرو زد

غبار راه او گشتم که گیرم دامن او را
ولی از ناز دامن بر میان آن سرو دلجو زد

چو شد وابسته هر تار مویش رشته جانم
بهم آزار جانم صد گره بر تار هر مو زد

بپا پیش قد تو سرو شمشاد استاده
اگر ایمائی بخدمت می کنی خواهند زانو زد
چو رویت یار ما نیکو است خویش هم دلی ترسیم
که از خوبان دیگر صرفیا بدخوئی آموزد

چون جانب چمن گذر آن سرو ناز کرد
شمشاد و سرو را قدمش سرفراز کرد
کوتاه ساخت رشتهٔ عمرم به پیچ و تاب
مشاطه که دست بزلفش دراز کرد
در دیده ام جمال حقیقت نمود رو
تا چشم من نظاره ز حسن مجاز کرد
رو کرد مدعی به تو تا شسته دل ز غیر
بیدین مگر بغیر طهارت نماز کرد
هرچند کردمش پی هم صد نیاز پیش
بیش از نیازهای من آن شوخ ناز کرد
بگشود یار من دهن از بهر پرسشم
بر در دهن خود در مقصود باز کرد
محراب ابروان ترا دید غالبا
صرفی که سجده ها بزمین نیاز کرد

چه عجب بر لب اگر جان فگاری برسد
عجب اینست گر لب بر لب یاری برسد
رشتهٔ جان من از چنگ اجل کی گسلد
که بدان رشته ز گیسوی تو تاری برسد
نه مرا پا که بسر منزل مقصود رسد
نه مرا دست که در زلف نگاری برسد
گر رسد بر سرم آن سرو روان جلوه کنان
بجز آن دیدهٔ غم تازه بهاری برسد
خاک راهش شده آب از مژه میریزم از آن
که مبادا به دل یار غباری برسد
سر برآرم دگر از تربت خود لاله صفت
بر سر خاکم اگر لاله عذاری برسد
صرفیا گر تو بایوان وصالش نرسی
زار می نال مگر نالهٔ زاری برسد

کاشکی غیر فلک کارگزاری برسد
تا مگر عاشق زاری به نگاری برسد
کارم از عشق خرابست بیا دستم گیر
اگر ای بخت ترا دست بکاری برسد
بگدازدم و آید ز ره دیده برون
این بود گریهٔ بالی که بجائی برسد
بسکه رسوا شده ام قصهٔ دیوانگیم
چه عجب گر ز دیاری به دیاری برسد
گرد شبدیز تو پندارم و بر دیده نهم
اگر از رهگذری گرد سواری برسد
همدمی با سگ تو می کنم و می ترسم
که مبادا ز منش عیبی و عاری برسد

بکشا لب زپی پرسش صرفی بچه شود
گر به کام دل نشود عاشق زاری برسد

بخوبی چون تن خوبان چو گل پیراهنی آمد
تنت در پیرهن مانند جانی در تنی آمد
زپا افتاده اند از چشم شوخت شیر دل مردان
غزالان چشم تو خوش آهوی شیر افگنی آمد
چه حد من باهم چون توئی همدم توانم شد
سگانت را چه عار از صحبت همچون منی آمد
تو می بینی بهم سوی غیر و من همی میرم
ندانم چون زیم چون هر زمانم مردنی آمد
خوش آمد جان نثارم را وطن در گوشهٔ چشمت
که از جنگ اجل آن گوشه خوش مامنی آمد
زلیخا را ره سخت عاشقی پیمود مردانه
تعالی الله که مرد این چنین راهی زنی آمد
چه حد گل که در خوبی نوا آید با تو دعوی زد
که او قانع ازین خرمن به مشت ارزنی آمد
بتی آمد مسلمانان که کارش غارت دین است
چه سازم چون کنم در راه دینم رهزنی آمد

دل صرفی که دارد جا درکاشانهٔ سینه
برای دیدنت از دیده او را روزنی آمد

دلم امید آن دارد که باز آن سرو ناز آید
خرد گوید محالست اینکه عمر رفته باز آید
بدندان خیال ار میگزم لبهای شیرینش
نزاکت بین که ظاهر زان دو لب آثار گاز آید
نه دلداری که بنماید به حال بیدلان لطفی
نه غمخواری که مای بیچاره گان را چاره ساز آید
نماز عشقبازان کی درست آید مگر وقتی
که طاق ابروی دلدار محراب نماز آید
بسی تقصیر خواهد بود عذر آن همه مشکل
ببیک نازش اگر از درد مندان صد نیاز آید
خیال روی آتشناک او دارم بدل اما
مبادا همچو شمع از آتشش دل در گداز آید

چو حسن صورتش بی حسن معنی نیست ای صرفی
خوش است از عشق ما هم بر حقیقت از مجاز آید

بعمر خویش هلاک تو زندگان که نباشند
چه زندگیست چه عمر است بهتر آنکه نباشند
چنین که دام دل است و کمند جان زلفت
تو خود بگو که اسیر تو می توان که نباشند
چسان شهان سر سروری با فسر شاهی
سری نهاده بر آن خاک آستان که نباشند
بجز نعیم ازین واعظان شهر که خود را
بجز الخلق نمایند آنچنان که نباشند
تو بی نشانی و یاران از تو صرفی گم نام
نشان چه جو نه بیابند بی نشان که نباشند

چو از سرو قدش آب روان را یاد می آید — سر خود می زند بر سنگ و در فریاد می آید
شب هجران که در فکر قد او می برد خوابم را — به خوابم در نظر گه سرو و گه شمشاد می آید
دلم در کوی او رفته بشادی میبرد غم را — از ینسو میرود غمگین ازان سو شاد می آید
بیک غمزه تو مجنون می توانی کرد لیلی را — بلی آید ز شاگرد آنچه از استاد می آید
رقیب سنگدل را رخنه ها در دل تو ام گردد — که کوه بی ستون را کنده از فرهاد می آید
بجنت گر ز باغ کوی او بوی برد رضوان — پی دربانی آن شوخ حوری زاد می آید

مکن روی ارادت سوی شیخ خانقه صرفی
که پیر می فروشت از پی ارشاد می آید

دمیان بر بست شمشیر و به قتلم وعده داد — گفت اینک در میان تیغ الست بهر اعتماد
سرو ناز من دهن بکشود بهر پرسشم — غنچه امید من بکشاد از شاخ مراد
با غم آهی که دیدم از رخش نور ازل — بسته ام عهدی که زان عهد الست آمد بیاد
عالمی دارم بعشق او از آن عالم برون — هر که بیرون نیست از آن عالم درین عالم مباد
درد عشق او که دارم سینه پر خون از آن — خواستم از دل بجو لش سازم اما دل نداد
گرچه از عشق نکو یابان در بلا افتد دلم — بر بلای عشق دل ناچار می باید نهاد

بر سرم افتاد در کویش رقیبان را گذر
هر کسی یارب بیفتد آنچه بر صرفی فتاد

گرچه بر ما ستم خوی تو بی حد باشد — گر نکو خوی نه گویم ترا بد باشد
الف قد تو ای سرو خوش آمد ما را — این نه حرفیست که از روی خوش آمد باشد
تا یکی حرف رقیبان تو بر لوح قبول — چند بر نام محبان رقم رد باشد
سرو شمشاد چرا پیش قدت سر نکشند — که نکو نیست که هر کس بسر خود باشد
صورت دلبر عاشق کش خود میخواهم — نقش لوحی که مرا بر سر مرقد باشد
بنده خسرو عشقیم و شه ملک وفا — گر کشند دست ز زنار تو مرتد باشد

بسر زلف چو زنار تو صرفی دل بست
گر کشد دست ز زنار تو مرتد باشد

چو من زاهد ترا جویان عجب باشد اگر باشد — به معبود منش ایمان اگر باشد عجب باشد

محالست اینکه جز واجب کسے داند بانش را
وجودش نیز در امکان اگر باشد عجب باشد

دو چشمش را که بے باک اند کافر کیش مردم کش
ترحم بر مسلمانان اگر باشد عجب باشد

ندیدم هیچ لعلی و عقیقی چون لبت آرے
بعالم جوهری چون جان اگر باشد عجب باشد

دل صرفیست ای گل عندلیب گلشن کویت
چو بلبل مایل بستان اگر باشد عجب باشد

دل من زنده بے جانان اگر باشد عجب باشد
بدن را زندگی بے جان اگر باشد عجب باشد

رخش را ماه عالم تاب گویم یا بخے گویم
بایں خوبی مه تابان اگر باشد عجب باشد

همه در حیرت اندے دوستان اما کسی چون من
بکار خویشتن حیران اگر باشد عجب باشد

مجو از من سر تدبیر کار خویش و سامان هم
که عاشق را سر و سامان اگر باشد عجب باشد

تو سهی نازک نهال باغ خوبی سرو ناز من
نهالی چون تو در بستان اگر باشد عجب باشد

اسیر اینکه میل دل باو دارند ای صرفی
دل او مایل ایشان اگر باشد عجب باشد

بیا ساقی که باز آن سرو قد گل عذار آمد
بده جامیکه بستان دلم را نو بهار آمد

رسیدم آن که هر دم زارمے نالیدم از هجرش
بحمد الله که آخر نالهٔ زارم بکار آمد

زعین مردمی مانند نور دیده چشمم
نیامد تا نه چشم از غم او اشکبار آمد

بکام من شد از باغ جهان سیب زنخدانش
نهال آرزو و نخل امیدم ببار آمد

قرارے در تنم بے او نبود این جان محزون را
بحمد الله که آن آرام جان بے قرار آمد

بوصل یار خود خرسند و شادی و عشرت چه اندیشم
کنون غمگین چرا باشم که یار غمگسار آمد

برآورد ایزد امید تو اے صرفی بلے نومید
نگردد هر که بر درگاه تو امیدوار آمد

سمند ناز را جولان کنان آن شهسوار آمد
غبار آسا برقص از ذوق آن این خاکسار آمد

ز ذوق جام وصلش پای کوبان کف زنان گویم
بحمد الله که یار آمد بحمد الله که بار آمد

کرم کن یک دو جامے از شراب کهنه ام ساقی
که بازم نو عروسے کامرانی در کنار آمد

دماغ دل معطر گشت مشام جان معنبر شد
چو از گلزار وصل او نسیم مشکبار آمد

برآمد سوی ما آن دلربا کو جان ما لب تا لب
دگر نه جانب اهل وفا بهر چه کار آمد

بجان بودم ز درد انتظار وصلش ای صرفی
بحمدالله که خود درمان درد انتظار آمد

کس از خوبان وفاداری نه بیند
جز آیین ستمگاری نه بیند

بعشقت خواری ما عزت ماست
عزیز عشق تو خواری نه بیند

رخت را چشم خواب آلود بختم
اگر بیند به بیداری نه بیند

خوش آن لحظه که چشمت سویم از ناز
چنان بیند که بیداری نه بیند

عزیز من به مصر حسن یوسف
بجز دور تو خریداری نه بیند

گر از غم میرد این بیچاره بی یار
ز کس یاری و غمخواری نه بیند

به یاران دگر دل را چه کار است
اگر یار خود از یاری نه بیند

گرفتارم به عشق تند خویی
بدینسان کس گرفتاری نه بیند

مثال ای صرفی از بیماری تن
دلت باید که بیماری نه بیند

آن ماه مهربان من اصلا نمی شود
هر چند سعی می کنم املا نمی شود

وه چون کنم چگونه بدانم که عاقبت
دلدار یار بشنودم یا نمی شود

تا غنچه دهان نه گشاید به پرسشم
هرگز گل مرادم از و وا نمی شود

دادیم جان و دل که بستر شود وصال
خندان به ناز گفت باینها نمی شود

دزدیده است نقد دلم را دهان او
دزدی ربوده است که پیدا نمی شود

از بسکه پر ز قول رقیب است گوش تو
در گوش تو حدیث مرا جا نمی شود

صرفی دوای درد خود از غیر او مجوی
بیمار عشق به ز مسیحا نمی شود

امید وصل هر کس را ز سرو گلعذار خود
مرا چون لاله بر دل داغ نومیدی ز یار خود

همه محرم حریم وصل را با خاطر خرم
منم در کنج حرمان با دو چشم اشکبار خود

زیاران یافت کار هر یک از عشاق سامانی
منم بی یار خود درمانده حیران بکار خود

سکونی و قراری نیست در تن جان زارم را
ندانم چون دهم تسکین جان بی قرار خود

فراق یار نتوانیم کردن اختیار اما
بدست خویش ما را نیست اصلا اختیار خود

سیه روز و پریشان روزگارم از سر زلفش | بروز خویشتن گریم یا بر روزگار خود

امید وصل آن مهوش چو ما را نیست ای حرفی
کنون ناچار باید ساخت با شبهای تار خود

دی سخن گو آن دهان تنگ در گفتار آمد | غنچه را حیرانی آن مانع گفتار بود
من دل خود را ندادم جز بیاد غمزه است | ورنه جان من بعالم خوبرو بسیار بود
چون کشیدند بهر قتلم چشم تو تیغ جفا | غمزه مشغول ریز هم با آن جفاجو یار بود
غیر ما غمخواری هر بیدلی خوبان کنند | یاد آن روزی که ما را هم کسی غمخوار بود
این زمان باید مصاحب شد مرا در کوی تو | با کسی کز صحبت او پیش از این عار بود
خرقه رهن می بدور لعل میگون تو کرد | زاهدی کان خرقه او را پرده پندار بود

دوش دیدم عاقبت دیدار جانان را بخواب
دیده بخت من ای حرفی مگر بیدار بود

هلال عید نگو بر فلک هویدا شد | کلید میکده گم گشته بود پیدا شد
رسید عید مه من نمود رخ ساقی | بیار باده که بزم طرب مهیا شد
رقیب کرد تقاضای عیدی از لب او | مرا که شمه او مانع تقاضا شد
دلم که بلبل دستان سرای باغش بود | ز قند ناب لبش طوطی شکرخا شد
چو روز عید در آمد بجلوه دلبر من | نظاره گی همه تن دیده تماشا شد
مرا که بود تمنای وصلش این عجب است | که روز وصل دو چندانم آن تمنا شد

بزم وصل دل مرده زنده شد حرفی
که ساقی می جان بخش من مسیحا شد

ابروانت دو هلال است و مه روی تو عید | جز به دوران تو دو ماه نو و یک عید که دید
غرق خون جگریم با قد خم گشته خود | چه هلالی که نماید به شفق در شب عید
نه هلالست که کرد از ره تعظیم فلک | از زر ناب برای در میخانه کلید
گر ندارد هوس آن که نگاه تو شود | شهر هوا را بچه رو پشت مه عید خمید
وعده وصل تو در عید مرا بود ولی | وعده نزدیک رسیده است وفا مانده بعید
روز عید آن همه تیری که فکندی به هدف | لله الحمد که جز بر جگر من نرسید

پیش آن پادشه حسن به رسم عیدی
صرفی دل شده جز تحفهٔ جان را بکشید

عید آمد و یاران همه خورم بوصل یار خود | مسکین من بیدل بجان از فرقت دلدار خود
وصل تو عید اهل راز از روی خود کن پرده باز | عید است و محروم مساز از دولت دیدار خود
وارستگان در قید تو مرغان قدسی صید تو | ای دام مکر و کید تو از طرهٔ طرار خود
گر خواهد آن نامهربان آزار جان بیدلان | خواهد دل ما هم بجان از بهر او آزار خود
بازار لطفم اگر بر سر نهد آن سیمبر | دریا ای او ریزم گهر از چشم گوهربار خود
نرگس صفت در بوستان ساغر بدست دوستان | بر سینهٔ من لاله سان داغی ز گل رخسار خود

حلوای عیدی آرزو داریم چون صرفی ازو
ای کاشکی بگشاید او لعل شکر گفتار خود

مژدهٔ دیدار تو با دردمندان داد عید | ای وصالت عید مشتاقان مبارک باد عید
خلق را جز یک دو عیدی نیست در سالی تمام | با وصال تو مرا هر هفته هشتاد عید
شادمان هر کس بروز عید ماه من ز لب | بی جمالت کی تواند کرد ما را شاد عید
روز عید از جلوهٔ خوبان جهان پر زیب و زین | هیچ کس هرگز بدین خوبی نه دارد یاد عید
موجب شادیست عید و بی تو ام غمناک ساخت | باز در عالم نگه طرحی دگر بنهاد عید
جز تماشای رخت در عید مطلوبم نبود | وه نه دانم که مطلوبم نخواهد داد عید
بسکه فریادم به عید است از غم نادیدنت | کرد زبانی داشته گر فی چو من فریاد عید

روز عید من روی سودن بر درش مقصود بود
وه که ای صرفی در مقصود نگشاد عید

پر از دود آسمان زین آه دود آلود می گردد | پی باران همه ابر بلا آن دود می گردد
چه غم گر دیر می آید جانان وعدهٔ وصلم | پی آن بی وفا از وعدهٔ خود زود می گردد
نه زخم زجر یار و می میرم ازین غیرت | گر اغیار جفا اندیش ز آن خوشنود می گردد
نکو روئیست مقصود دل و در جستجوی دوست | به درها سی نکویان بهر این مقصود می گردد
چنین کان بی وفا مایل با اغیار بد آموز است | چسان من هیچوم مقبول او مردود می گردد
بسودای محبت جز زیان نقد هستی نیست | ولیک این یک زیان سرمایهٔ صد سود می گردد

به فکر آن دهان و ذکر پنهانش عجب نبود
اگر صرفی گهی معدوم و گه موجود میگردد

بود چون غنچه پیکانش که خون آلود میگردد / وزین یک غنچه حاصل صد دل مقصود میگردد
چسان بیند مه من سوی خوبان دگر چشمم / که میل آتشین مژگان خون آلود میگردد
دل خامم را چه داند تا نسوزم ز آتش عشقش / که بعد از سوختن معلوم بوی عود میگردد
اگر میخواهد آن مه صحبت ما دیر میخواهد / ولے دلگیر میگردد ز صحبت زود میگردد
نباشد موجب خشنودی او غیر جان دادن / فدایش صد هزاران جان اگر خوشنود میگردد
به شمشیرش چه حاجت بهر قتل ما دل افگاران / که از یک غمزهٔ او عالمے نابود میگردد

چو میگردد دل از ملک وجودم دور ای صرفی
بیک دم جمله اسباب سفر موجود میگردد

چون سخن آن غنچه دهن میکند / در دهن غنچه سخن میکند
دلبر من تیغ جفا مے کشید / بیدل او فکر کفن میکند
ز آرزوی نافه به خال بتان / خون دل آهوی ختن میکند
فرش ره سرو خرامان من / باد ز نسرین و سمن میکند
از حرم سینه مسافر شده / جان به در دوست وطن میکند
ساغری رهزنی زاهدان / زان دو لب توبه شکن میکند
موی شگافی به فن دلبری / طرهٔ آن نادره فن میکند

یار که صرفی پی قتل من است
پیروی خاطر من میکند

ز بهر عاشقی زاری که در کوی بتان اُفتد / بلای گر نباشد بر زمین از آسمان اُفتد
به رغم من مشو یار رقیبان جفا پیشه / مکن کارے که کار دوستان با دشمنان اُفتد
نه گویم سوز دل با شعلهٔ شمع چراغ امشب / نکه نه بود که سر عاشقی در هر زبان اُفتد
بجانان کارم افتاده است و شد حالم بسی مشکل / کسی حال مرا داند که کار او بجان افتد
نخواهم طوبی جنت گر نپس مردن / به خاکم سایهٔ قد تو ای سرو روان افتد
ز شادی بشگفد گل باغ باغ و باغ هم گل گل / چو سرو و گل رخ ما را گذر در بوستان اُفتد

به تعریف میان او کشد در شعر طبع من
اگر صرفی ز اهل طبع شعری در میان افتد

شراب آتشین نوشی و شوری در جهان افتد
ترا بر لب رسد می خلق را آتش بجان افتد

زمان حسن تو آخر نخواهد شد ولی ترسم
که از حسنت بعالم فتنهٔ آخر زمان افتد

نهان راز لبت داغ سینه ام لیکن چو از شوقت
گریبان پاره سازم پرده از راز نهان افتد

وجود آن دهان نبود یقین اما گمانی هست
که دل وقت تکلم کردن او در گمان افتد

مرا در کوی جانان کار با اغیار افتاده است
مبادا آنکه کار هیچ کس با ناکسان افتد

اگر دم در کشم از شعلهٔ غم جان و دل سوزد
وگر آهی برارم آتشم در خانمان افتد

چو تیری بر جگر ای صرفی آید زان کمان ابرو
کند دل دعوی آن بردی و جان در میان افتد

دردمندی که غم عشق تو در جان دارد
دلکی سوخته و چشمک گریان دارد

همدم عاشق مسکین نبود جز غم تو
دم زدن بی غم عشق تو چه امکان دارد

هر که سودای سر زلف تو باشد به سرش
روزگار سیه و حال پریشان دارد

غم دنیا به یکی و غم دین یاد گری
دردمند تو تنها این دارد و نه آن دارد

نفسی بی غم عشقت نتواند بودن
صرفی دل شده تا در تن خود جان دارد

زینسان که یار در دل افگار در رود
ترسم غمم از دلم بدل یار در رود

جائی که مضطرب به هوای وصال اوست
آسان ز تن برآید و دشوار در رود

از شرم زلف یار در آید به ناف مشک
وز نگه به ناف آهوی تاتار در رود

بالا بلند من چو خرامد بسوی باغ
سرو از خجالتش سوی دیوار در رود

چون جز خیال دوست نگنجد بدیده ام
خواهم چنان به دیدهٔ دیوار در رود

از گرد راه دامن خود بر فشان چنان
کیس تو تنها بدیدهٔ خونبار در رود

صرفی که بار عقل و دل و دین ز سر نهاد
خواهد به کوی عشق سبکبار در رود

از سینه ناوکش بدل زار در رود
در جان خسته از دل افگار در رود

در کوی تو چو جلوه کند نور آفتاب
از شرم تو به سایهٔ دیوار در رود

از مقدم حبیب وز بیم اهی رقیب
یک غم ز دل برآید و بسیار در رود

ترسم که باز تهمت خونش کنند خلق
گر یار من به دیدهٔ خونبار در رود

تا جز بروی او نتوانم گشاد چشم
در دیده‌ام ز هر مژه مسمار در رود

ای نو بهار خوبی او ایمن از خزان
تا کی ز گلشنت به دلم خار در رود

خواهیم میل گشتن صرفی به خاطرش
بارے بدین سبب به دل یار در رود

گر ز کوی خویشم آن نامهربان بیرون کند
مهر خود را از دلم یا رب چسان بیرون کند

طالب وصلیم و نتواند مه من مهر من
کی تمنا را ز جان بیدلان بیرون کند

گر زند گل لاف خوبی در زمان حسن او
تند باد غیرتش از گلستان بیرون کند

دل غم و اندوه جانکاه فراق یار را
روز وصل از راه چشم خونفشان بیرون کند

پیرهن پیر نصیحت گو چو من خواهد درید
آخرش از پردهٔ زهد آن جوان بیرون کند

شاید این شوقیکه دارم مے نگنجد در جهان
گر غمش اهل جهان را از غمش بیرون کند

جای بودن تنگ خواهد گشت از غمهای او
تا نه صرفی از درون سینه جان بیرون کند

از دوری او بتر چه باشد
مشکل‌تر ازین دگر چه باشد

از جور و جفای او نرنجم
گر دوست خوش است هر چه باشد

او مست شراب ناز دایم
از حال منش خبر چه باشد

کاریکه درین زمان توان کرد
از عشق تو خوب‌تر چه باشد

گویند بعشق بیم جان است
کی ترسم از آن اگر چه باشد

سوزی به دلت چو نیست ناصح
انفاس ترا اثر چه باشد

از بهر خدنگ غمزهٔ او
جز سینهٔ من سپر چه باشد

جز عشق بتان هنر نداریم
صرفی به ازین هنر چه باشد

فراق ز تو بخود اختیار نتوان کرد
باختیار جدائی ز یار نتوان کرد

سرشک چشم منست از حد شمار برون / ستاره های فلک را شمار نتوان کرد
ز شاخ عمر گل عیش بی تو نتوان چید / که در خزان هوس نوبهار نتوان کرد
خدای را برو ای پندگو مده پندم / فسانه های ترا اختیار نتوان کرد
همیشه عاشقی روی خوب کار راست / به هیچ وجه دگر هیچ کار نتوان کرد
چنین که بی تو خزانست باغ عمر مرا / نظر به لاله و گل در بهار نتوان کرد
چه تاب صبر چه جای قرار بی رخ تو / جدا ز روی تو صبر و قرار نتوان کرد
چه چاره گر ز قضا کار ما بسی زار است
که عرفیا به قضا کارزار نتوان کرد

شاهد گل در چمن از یار یادم میدهد / خار در پهلو نشست از اغیار یادم میدهد
کافر عشقم بجای سبحه زنار به / گر شکست زلف بتی زنار یادم میدهد
گر به گورستان بگیرم جای همچون کوهکن / کبک خوش رفتار از آن رفتار یادم میدهد
ور به صحرای جنون مانند مجنون ره زنم / آهوی مشکین ز چشم یار یادم میدهد
از شفا بیماری بهتر که در کنج فراق / جان من زان نرگس بیمار یادم میدهد
می فزاید جان درون سینه بیمار من / چون از زخم تیغت آن [illegible] یادم میدهد
گرچه صد پروانه سوزد شمع را عرفی چه غم
وه که بی پروائی دلدار یادم میدهد

مرا چگونه قراری جدا ز یار بود / مقرر است که بی یار چون قرار بود
باضطرار جدا از تو ساخت گردونم / چگونه از تو جدا کس باختیار بود
چرا نه دمبدم از دیده خون بیفشانم / چو سینه چاک و جگر ریش و دل فگار بود
به خاک من افکن ای سرو سایه از کرم / دمی که منزل من گوشه مزار بود
چو میرم از غم آن گل درون مرقد من / ز خار خار غمش صد هزار خار بود
روم ز راه وفا بر درش ولی آنجا / چو من کمینه سگی را چه اعتبار بود
غبار خاک رهش نور دیده عرفی است
اگر تیرگی دیده از غبار بود

کدام دل که ز عشق تو دردناک نشد / کدام سینه کزین درد چاک چاک نشد

چناں ز درد دل زار من شود آگه
چه هیچ که دل آں شوخ دردناک نشد

چو دیده همره من یار را رقیب چه سود
چرا نه مرد از یں غصه و هلاک نشد

بر آستانه سر نهاده اند همه
کدام سر که بر یں آستانه خاک نشد

چسگی نه بهره برد زاهد از شراب طهور
چه هیچ که لب او تر ز آب تاک نشد

دلم ز ناوک تو بهره نه داد بجهان
زهی حریص که راضی باشتراک نشد

چگونه عکس رخش در دلت فتد صرفی
ز زنگ غیر چو آئینه تو پاک نشد

یاد آں روز که بر دیده من جای تو بود
سرمه چشم من از خاک سگ پای تو بود

یاد آں روز که منزل بر دلم داشته ئی
سرو بستان دلم قامت دلجوی تو بود

یاد روزی که دماغ دل ارباب وفا
عطر پرور ز سر زلف سمن سای تو بود

یاد آں روز که بودم به رهت خاک صفت
بر سرم سایه اقبال ز بالای تو بود

یاد آں روز که مرغ دل من طوطی او را
پر ز سخن از لب آں لعل شکرخای تو بود

یاد آں روز که درمان خود از وصل تو یافت
دردمند تو که عمرے به تمنای تو بود

یاد آں روز که چوں وعده نگاهے کردی
صرفی دلشده گستاخ تقاضای تو بود

ز قاصد واقف از دردم کجا آں ماه خواهد شد
اگر دردم بتاثیر است خود آگاه خواهد شد

مسیحائی المثل گر بے تو خواهد همدمی کردن
مریضان محنت را صحبت جانکاه خواهد شد

بجست و جوی جانم گر بلائی بر زمین آید
ز بهر رهنمونی دل با او همراه خواهد شد

اگر من جاں دهم بے لعل جاں بخشت عجب نبود
ز غم عمر دراز خضر هم کوتاه خواهد شد

نه من تنها دراں چاه ذقن افتاده خواهد بود
بسے یوسف رخاں را نیز جا در چاه خواهد شد

اگر بدخواه من رخسار نیکوی ترا بیند
ز بدخواهی پشیماں گشته نیکوخواه خواهد شد

بمیر از عشق او صرفی که خواهد شد دولت زنده
اگر سوگند مے خواهی ز من پاینده خواهد شد

بعد عمرے دیشب آں احوال پرسیدن چه بود
پس چو عرض حال خود کردیم نشنیدن چه بود

چوں نهادی سرو من پا بر سر آں خاک راه
دامن خود را چو گل از ناز در چیدن چه بود

بود مقصود تو خاطر جوئی اغیار و بس | ور نه بے موجب ز قول خویش گردیدن چہ بود
چوں بہ حال بیدلاں دوشینہ میدیدے ز لطف | وہ نے دانم بسوئی بندہ نادیدن چہ بود
چوں گنہگاراں ز کوی خویشتن راندی مرا | جرم ایں بیچارہ غیر از عشق ورزیدن چہ بود
نالہ سازاں کو شنیدیم و بہ غیرت آمدیم | کاں چناں انجا کہ مے نالید نالیدن چہ بود

گر شب غم گریہ صرفی فتادے کارگر
شمع ساں بر گریہ ہای خویش خندیدن چہ بود

سحرم مژدہ دیدار از دلدار آمد | صبحم جلوہ کناں بر سر من یار آمد
دیدہ بخت من از دیدن او فاصر بود | تا چہ یارب سبب دولت دیدار آمد
ہر سحر کار تو بود آہ کشیدن ای دل | عاقبت آہ سحرگاہ تو در کار آمد
ہستم ای دیدہ گریان تو ممنون کہ کنوں | اثر گریہ زار تو پدیدار آمد
سینہ ریشم و دل افگار و لے شکر خدا | مرہم سینہ ریش و دل افگار آمد
گشت ہم صحبت من گر چہ سگ کویش | صحبت ہیچو منی موجب صد عار آمد

بوسۂ داد ز سیب ذقن آں تازہ نہال
صرفیا نخل تمنای تو در بار آمد

بہ لب دلبر من شکر بشکند | بہ دنداں رواج گہر بشکند
غزال ختن صید چشمت بود | خطت قیمت مشک تر بشکند
نقاب از رخ خود اگر افگنی | رخت رونق ماہ و خور بشکند
براہ رقیباں اگر بگذری | دل من ازیں رہگذر بشکند
ز غیرت قد دلکشت سرو را | بر انداز دازپا و سر بشکند
غمے دارم از تو کہ صد کوہ را | ز بار غم تو کمر بشکند
دہد زینت گلشن حسن را | چو سیلے بہ گلبرگ تر بشکند
چرا نشکند قدر قند از لبش | اگر وقت تکلم شکر بشکند

ملاف از سپاہ خرد صرفیا
کہ چشمش بہ تیر نظر بشکند

گر یارم ازاں کوی براند چہ تواں کرد | ور سوی خودم یار براند چہ تواں کرد

گر نالهٔ زارم نکند گوش چه چاره
در حال من زار نه زاند چه توان کرد

زین گونه که تیغ مژه اش آفت جان است
ور جان محبان بستاند چه توان کرد

گه لطف و گهی جور از او میرسد آری
گر عمر بیک حال نماند چه توان کرد

خواهم غمم خود گویمش اما اگر آن شوخ
این قصه شنیدن نتواند چه توان کرد

چون از لب جان بخش نداد آب حیاتم
گر شربت مرگم بچشاند چه توان کرد

صرفی که به کام دل دشمن زفراق است
گر دوست به کامش نرساند چه توان کرد

رقیب را و ترا رحمی ای پری نبود
که کار دیو و پری آدمی گری نبود

هزار بنده چو من داری ای ایشه خوبان
ولی طریقهٔ تو بنده پروری نبود

تو شاه کشور حسنی و خوب رویان را
بخدمتت هنری غیر چاکری نبود

به لعل یار فروشیم جوهر جان را
ولی چه سود که آن ماه مشتری نبود

ربود دل ز من اما نه کرد دلداری
بتی که شیوهٔ او غیر دلبری نبود

لب تو معجزهٔ عیسوی کند ظاهر
اگرچه کار تو لاف پیمبری نبود

ز چشم جادوی آن شوخ کن حذر صرفی
که مثل او به فن سحر سامری نبود

اگر گاهی به سوی بیدلان جانانه می بیند
نمی دانم که می بیند بسویم یا نمی بیند

نگار من که حسن او ز عشق ماست مستغنی
بسوی عاشقان خود ز استغنا نمی بیند

همی گوید مه من بهر تسکین دل زارم
که خواهم دید روزی بسوی تو اما نمی بیند

نگاهی از دو چشم اوست اصل هر چه مطلوب است
ولیکن او بسوی طالبان اصلا نمی بیند

بچشم لطف می بیند بهر سو نازنین من
نمی دانم چه واقع شد که سوی ما نمی بیند

شدم رسوای شهر و از من او را عار می آید
ز عار آن مه دگر سوی من رسوا نمی بیند

مرا امروز گفت آن مه که فردا بینم احوالت
یقین میدانم ای صرفی که فردا هم نمی بیند

مشکلی که ز چشم تو بحالم نظر افتد
افتد به طفیل دگرانم اگر افتد

سر مانده بخاک ره او در همه وقتم
باشد بسر وقت من او را گذر افتد

گر شد قدم از بار غمش خم عجبی نیست	گر کوه درین بار بود از کمر افتد
باشد شرری ز آتش پنهان درونم	هر قطرهٔ خونی که ازین چشم تر افتد
هر چند که آهم همه سوز و همه درد است	مشکل که ازین سنگدلان کار افتد
خود گو سبب اینکه چرا عاشق بیدل	هر چند که نزدیک شود دورتر افتد

ای صرفی غم دیده تیغش اثره کین
تا چند بر افتد بتو یارب که بر افتد

دردا که به کوی تو رسیدن نگذارند	ور خود برسم سوی تو دیدن نگذارند
بسمل چو تمام نکند تیغ جفایت	بر خاک در آن کوی طپیدن نگذارند
بر کام جهانی لب لعل تو و مارا	یک جرعه از آن باده چشیدن نگذارند
از سحر رقیبان عجبی نیست که مارا	بادی هم از آن کوی وزیدن نگذارند
فریاد منت آرکه از تیغم کند اما	فریاد که فریاد کشیدن نگذارند
صد دام حیل گشایند که سویم	مرغی هم از آن سوی پریدن نگذارند

حرفی ز لبت چون شنود صرفی بیدل
آواز سگت را چو شنیدن نگذارند

بهوس قطع بیابان بلا نتوان کرد	ور بود جاذبهٔ عشق چرا نتوان کرد
گر نه از جذبه بود ناقهٔ صحرا پیمائی	سفر جاذبهٔ عشق بپا نتوان کرد
ناصحم گفت کن از بهر خدا ترک بتان	ترک این طائفه هرگز بخدا نتوان کرد
دوستان را ز در خود همه می میراند	دشمنان را هم ازین گونه جفا نتوان کرد
بر درش مردن خود را ز خدا می خواهم	بر در کعبه جز این هیچ دعا نتوان کرد
از وفای دگران است جفایت خوشتر	به جفای چو توئی غیر وفا نتوان کرد

تار زلف خود اگر از کف صرفی بکشی
رشتهٔ جانش از آن تار جدا نتوان کرد

سرو گل رخسار من مست شراب ناب شده	عارض گلگونش از می لاله سیراب شد
نی بخوابش می توان دیدن که او در خواب نیست	نی به بیداری که چشم بخت ما در خواب شد
نیم حرفی عرض حالش کردم و گفتا خموش	چند میگوئی که بیرون از حد اطناب شد

روز گارم را بر آشفت و نه گفتم با کسے
وہ سخنے زانم سر زلفش چرا در تاب شد
کوکب بخت سیاہم بین و بخت کز گشتم
تیرۂ تاریک ازاں خورشید عالم تاب شد
بہرہ ور خلقے ز خوان نعمت دیدار او
وہ کہ خون دل ازیں خواں روزی احباب شد
جذبۂ شوق و محبت نہ ری و کاری بکن
چوں مہیا بہر تو صرفی ہمہ اسباب شد

گر وعدہ وفا بمن آں دلبر با کند
ہرگز امید نیست کہ آخر وفا کند
خواہد نگار من کہ کند ترک نازیم
یارب سبب چہ باشد الٰہی چرا کند
با آہ و گریہ اند محباں کہ اینچنیں
آب و ہوای عالم عشق اقتضا کند
پیوند بگسلد دلم از بند زلف او
تیغ اجل چو بند ز بندم جدا کند
آید بہ گوشی و رود از گوش دیگرم
ناصح مرا چگونہ بدل پند جا کند
زاہد بہ اجتہاد تو ہر پیر بند گو
فرض است اگر نصیحت من گو قضا کند
صرفی مہی کہ نور خدا ظاہر است ازو
بیگانہ ات ز خود بخود آشنا کند

عزیزان یوسفے دیگر بعالم باز پیدا شد
کہ حسن او بلای صد چو یعقوب و زلیخا شد
بحسن از یوسفی مصری مہ من کم نخواہد بود
کہ مصر حسن ازاں یوسف لقا شہر بخارا شد
ز بہر جلوہ چوں برخاست سرو خوش خرام من
بعالم فتنہ از قامت او باز پیدا شد
رقیب از وی جدا افتاد وا و شد مہربان با من
بحمد اللہ کہ اسباب وصال او مہیا شد
بسے برتر بود از سعد اکبر کوکب بختم
کہ روشن روز من زاں آفتاب عالم آرا شد
چگویم شکر ایں نعمت کہ وقت نکتہ پرداز کے
ازاں لبہای شیریں طوطی طبعم شکرخا شد
تمنا بود ما را رو بخاک پای او سودن
بحمد اللہ کہ صرفی حاصل آخر آں تمنا شد

روزے کہ سر در آرزوی روے او رود
یارب مباد کز سرم آں آرزو رود
خو کردہ ام بعاشقی و خوی من وفا است
مشکل کہ جان من ز بشر خلق و خو رود
گر در شراب چاشنی بنود از لبت
زہریم چگونہ فرو از گلو رود
زاہد بہ دور لعل لب او ز میکدہ
در خانقاہ شیخ سبو بر سبو رود

در جستجوی وصلم و بسیار اندک است / گر صد هزار سال درین جستجو رود
در باغ حسن دلبر من تازه رس گلیست / اما نه چون گلی که ازو رنگ و بو رود

عرفی دعاییش از من و دشنام من ازو
ای کاش عمر من به همین گفتگو رود

عاشق که خون دل به رخ از چشم آورد / بارے ازین جهان چو رود سرخ رو رود
گل ساخت خاک کوی ترا آب دیده ام / باشد که پای من بگل انجا فرو رود
بندد هزار آهوی مشکین بیک کمند / گر در خطا ز زلف تو یک تار مو رود
چشم مرا سرشک کند شست و شو ولے / کی نقش نور دیده بایی شست و شو رود
گرد رهش بروے منست آبروے من / ترسم که از سرشک من این آبرو رود
هر دم اگرچه مے شنوم صد هزار پند / در دم ز یاد من آن پند گو رود

عرفی بر آستان تو ماند و رقیب رفت
همچون سگی که در به در و کو به کو رود

خیزد هزار فتنه بهر سو که او رود / ده چون کنم که دل پیی آن تند خو رود
تیرش ز سینه بگذرد و جا کند به دل / پیکان ز دل برآید و در جان فرو رود
دُردی کش شراب غمش سیر کی شود / در لای خم اگر بمثل تا گلو رود
از زلف عنبرین تو بوئی که بشنوم / جان همره صبا شده دنبال او رود
زنجیر موست یار و دل هوشمند من / دیوانه ایست اگر پیی زنجیر او رود
این تشنه لب در آرزوی آب تیغ تست / مپسند گر جهان بهمین گفتگو رود

گفتی چرا نه عرفی ازین کو رود درون
گفتم برون رود ز جهان گفتگو رود

گر تو غزال من به چمن جلوه گر شود / از خاک آن چو سبزه برون مشک تر رود
گویند سرخ رو شود آخر اسیر عشق / آرے شود ولیک به خون جگر شود
چون شانه چاک چاک شده سینه ام ز رشک / گستاخ زلف او چو نسیم سحر شود
خواهم که از نظاره رخش بشنود خبر / ساقی در آن به گوش که او بی خبر شود
او کرده ناز و غمزه و من داده جان و دل / من راضیم اگر به همین سر بسر شود

با این بلا و محنت و جانکاه شاکرم | نزسم مباد حالم ازین هم بتر شود

جز بسملت دگر چه بود مهربانیش

آن شوخ مهربان بتو صرفی اگر شود

دوستان بر درش از زاری من یاد آرید | وز وفاداری ارباب وفا یاد آرید

چون شب وصل سرود طرب آغاز کنید | از فغان های شب فرقت ما یاد آرید

گر ز گل برگ جمالش بنوائے برسید | از غم بلبل بی برگ و نوا یاد آرید

کس ندارم که بجانان بدهد یاد از من | از من و بیکسیم بهر خدا یاد آرید

نیست امید که آن شوخ ز ما یاد کند | او اگر کرد فراموش شما یاد آرید

سر بپایش چو نهید از سر زاری چه شود | که ز حرمان من بی سر و پا یاد آرید

صرفی غمزده را ملتمس از لطف شما است

آن که در حضرت سلطان ز گدا یاد آرید

دلبر من عاقبت بیگانگی با ما نمود | آشنائیها که بوده است آنهمه گویا نبود

گر نه گیری نقد جانم را زبان من بود | از زیان من ترا یارب چه خواهد سود

ایکه میگیری ز من بیگانه اکنون خویش را | پیش ازین با آشنائیها نمیدانم چه بود

طرفه جانکاه هست و درد بیدوائی عاشقی | طرفه تر کز درد جانکاهش حیات من فزود

تا خدنگ غمزه‌ها او را دل من شد هدف | تنگ تر بر من ز سوفار است میدان وجود

میکشی تیغ جفا و میزنی تیر بلا | تا بکی عشاق را خواهی بدینها آزمود

سوخت صرفی در ز دودش بوی درد آید بلی

بوی خوش ظاهر نه گردد تا نخواهد سوخت عود

جامه گلگونی که آتش در همه عالم فکند | در کلاه سرخ او شد آتش خونی بلند

قطع پیوند دلم از بند زلفش مشکل است | گر به تیغ کین جدا سازد رقیبم بند بند

قطع پیوند دلم از بند زلفش مشکل است | گر به تیغ کین جدا سازد رقیبم بند بند

قند پی یاد لب او تلخ در کامم چو زهر | در دهان من ز یادش زهر شیرین تر ز قند

ای گرفتار سر زلفت همه صاحب دلان | هیچ دل را نیست امید خلاصی زین کمند

شاد مانند از غم تو بیدلان غمزده | در ره تو آمده دوائی خستگان دردمند

شهسوار من چگویم از سمند ناز تو ‌‌‌ — تیز چون تیر و روان مانند تیر است آن سمند
چشم ما در انتظار یک نگاهت شد سپید — ای سیه چشم این تغافل ها خدا را چند چند
جز تو نپسندد دل ما دلربائے را بلے — دلربائے را کسے شاید که باشد دل پسند

صرفی بیدل که کار او بجان کندن رسید
مے کند جان بے نوا ما دل نخواهد از تو کند

مژده اے دل که یار مے آید — دلبر غمگسار مے آید
شاد زی بلبل خزان دیده — که کنون نوبهار مے آید
بوی زلفش مگر صبا دارد — که بسے مشک بار مے آید
نقد جان نیست بهر ایثارش — ورنه آن خود چه کار مے آید
جان کنم پیش او ولے او را — از چنین تحفه عار مے آید
در نظر مے نمایدم گردے — مگر آن شهسوار مے آید

چشم دارم که شاهد مقصود
صرفیا در کنار مے آید

حسن سید کمال را نگرید — آن کمال جمال را نگرید
گل رخ من که او ز آل نبی است — در رخش رنگ آل را نگرید
سرو شمشاد را چه مے بینید — قد آن نونهال را نگرید
بهر مرغان قدس دانه و دام — بر رخش زلف و خال را نگرید
رخ من زرد و حال من زار است — رنگ بینید و حال را نگرید
شب ماه آمد آن هلال ابرو — ز ابروئے او هلال را نگرید

در خیال دهان او صرفی
آن خیال محال را نگرید

یاد ایامے که چشم روشن از روی تو بود — توتیای دیده ام خاک سر کوی تو بود
یاد ایامے که بد دم در سجود عاشقی — قبله ام روی تو و محرابم ابروی تو بود
یاد ایامے که بر سر خاکساران ترا — سایهٔ رحمت ز سرو قد دلجوی تو بود
یاد ایامے که مقصود دل و مطلوب جان — حاصلم از حسن روی و خوبی خوی تو بود

یاد ایامیکه فارغ بودم از مشک و عبیر
در دماغم نکهت زلف سمن بوی تو بود

یاد ایامیکه بود آئینهٔ رویت به پیش
سوی من روی تو بود و روی من سوی تو بود

گرچه روزی چند دور افتاد صرفی از درت
هرکجا باشد بجان و دل دعاگوی تو بود

تا مه رساندم آه ز رشک هلال عید
کز میل ابروی تو چرا قامتش خمید

مردم ز رشک مه که برهنه چو محرمان
بهر طواف کعبهٔ کویت مگر دوید

برجبیس اگر نه مهر ترا گشت مشتری
سهم سعادتش ز کجا ماه من رسید

خورشید زرد فام اگر نیست عاشقت
این رنگ عاشقانه چرا گشت ازو پدید

انجم ز دیده ریزم دا این غم که پشت چرخ
خم چون شد ار نه بار غم عشق تو کشید

از رشک زهره ام بفغان همچو چنگ و عود
کان مه به بزم عیش سرودش مگر شنید

روزی به ماه روزه مه من نیامده است
صرفی امید آمدن او بود بعید

اگر دلدار خواهد صحبت اغیار چه توان کرد
وگر با بیدلان خود نه کرد و یار چه توان کرد

من دلخسته میخواهم که خاطر خواه او باشم
ولیکن گر نخواهد خاطر دلدار چه توان کرد

ز طعن ناصح و جور رقیب او در آزارم
اگر دلبر هم آید بر سر آزار چه توان کرد

اگر بر من کشد تیغ جفا آن شوخ چه توان گفت
وگر تیغش کند جان مرا افگار چه توان کرد

تنم زار است و جانم نیز زار است از غم هجران
من بیدل اگر میرم ازین غم زار چه توان کرد

اگر با من نباشد یار میخواهم کشش با خود
وگر از صحبتم او نیز دارد عار چه توان کرد

جهانی آرزومند و بند اما در استغنا
اگر ننماید ای صرفی بکس رخسار چه توان کرد

یاسمن مانده بخاک ره او روی سپید
نسترن ساخته جاروب ز ریش موی سپید

پیش ابروی سیاهش چه برآئی مه نو
دلربائی نتوان کرد به ابروی سپید

ترک من هندوی خال تو سیاهست بلی
نتوان ترک سیه یافت ز هندوی سپید

بجز سر خم نگه از خون جگر گشته روان
چکنی کوهکن از شیر روان جوی سپید

هوس سبزه بلیجی است مرا ای صرفی
چه عجب گر بکند خاطر من سوی سپید

ایضاً غزل

ماه من تا چند کار تو جفا و کین بود ‌ ‌ شرط یاری و طریق دوستداری این بود
زیر لب خندان مرا گفتی که چندین گریه چیست ‌ ‌ گریه‌های تلخ من زان خندهٔ شیرین بود
در همه عالم بلا و فتنه و آشوب از وست ‌ ‌ آفت جان، فتنهٔ دوران بلای دین بود
حاش لله گر حبیب خود برنجد خاطرم ‌ ‌ گرچه بی مهر و ستم کیش و جفا آئین بود
عاشق صادق نباشد آنکه در راه طلب ‌ ‌ گر بباز دجان ز جانان طالب تحسین بود
نازنین من چه داند شیوهٔ جور و جفا ‌ ‌ گر نه اغیار بد آموزش پی تلقین بود
نسبت رخسار او صرفی بگل کردم ولی
نترسم از خویشش اگرچه این سخن رنگین بود

گر ز غم ای چشم پرخون گریه زارت بود ‌ ‌ خنده‌های عیش را این گریه کفارت بود
مردم چشم چیان خواهی درون پرده ماند ‌ ‌ گر تمنای تماشای رخ یارت بود
بر جفا صبر تو بسیار است و لطفش اندکیست ‌ ‌ اندکش بسیار تر ای دل ز بسیارت بود
دوستداران بسکه بی رحم اند ای همدم اگر ‌ ‌ تیغ غم صد پاره ات سازد که غمخوارت بود
کی توانی کرد ای طالب سلوک راه دوست ‌ ‌ گر درین ره جذبهٔ عشقی مددکارت بود
فکر دکانی مکن ای عقل در بازار عشق ‌ ‌ تو نه پنداری که اینجا کس خریدارت بود
خواهی ای صرفی که آید یار در خوابت ولی
کی چنین خوابی نصیب چشم بیدارت بود

آئینهٔ خدای نما جام می بود ‌ ‌ جز غافل از خدای و ز انکار کی بود
همدم چه میشویم به یاران پر نفاق ‌ ‌ آن همدمی که خالی از انسیت نی بود
از آه سرد دمبدم ما چه کر و فر ‌ ‌ فصل تموز سرد تر از وقت دی بود
تاریکه خود ز زخمهٔ دلدار خستگیم ‌ ‌ ای کاش در تنم چو رگ و مثل پی بود
صرفی چه چاره است برین آستان مگر
مردن بر آستانه رفو کار وی بود

بیک خرگاه جمعی از بتان لاله رخسارند ‌ ‌ بسان برگ‌های گل چو در یک غنچه جا دارند
چنان کز باد با هم شاخهای گل در آمیزند ‌ ‌ ز مستی یک دگر را در کنار خود همی آرند

همه از بادهٔ ناز و شراب حسن مدهوشند
همه بند قبا وا کرده و آشفته دستارند

اگرچه هست جام بادهٔ نازند پیوسته
ولیکن در طریق فتنه و آشوب هشیارند

بدست اصلاح می آرند دلهای محبان را
ز قتل دلربایی شمه از دست بگذارند

بشرط بوسه که نرد و که شطرنج می بازند
اسیران نقد جان را از پی آن شرط بسپارند

شه این خیل میرزا شاهم است و این همه خوبان
بزلف پر خمش چون صرفی بیدل گرفتارند

سر پوشیده جانرا چو عیان ساخته اند
ظاهر از صورت تو معنی جان ساخته اند

بدن صاف تو از عین لطافت آبی است
که برای چمن حسن روان ساخته اند

در تمنا است که پاشیده شود در ره تو
آب خضر بلکه بظلمات نهان ساخته اند

با شهیدان تو نوحه گری ها بکنند
ترک من تیغ ترا نیز زبان ساخته اند

دردمندان تو با خون جگر خورسند اند
که ز اسباب تنعم به همان ساخته اند

اهل سودای محبت که همه جانبازند
سود نادیده ز سودا به زیان ساخته اند

صرفیا رشته بجان تازه لقای عجبی است
که دران پرده نهان جان جهان ساخته اند

رفت یار و ماه رحمی بر گرفتاری نکرد
عمر بگذشت و دریغا بخت ما کاری نکرد

دم بدم آزار ملای او بقصد جان ماست
بر لب آمد جان ولیکن ترک آزاری نکرد

نیست کار دردمندان جز وفا اما دریغ
کان جفا آئین نگاهی بر وفاداری نکرد

شد فگار از تیغ مژگانش همه دلهای ریش
وه که فکر مرهم ریش دل افگاری نکرد

حال عشاق فسردت زار و آن که نامهربان
هیچگه لطفی بحال عاشق زاری نکرد

قند ناب است آن لب شیرین ما بیمار او
شربتی زان قند ناب از بهر بیماری نکرد

تا نه داغی بر دل صد چاک خویش از غم نهاد
صرفی دل خسته میل لاله رخساری نکرد

وه که جورت بر من افزون گشت و دیگر کم نشد
خواستم کمتر غم هجران ولی آن هم نشد

حسنت از بهر جنون من دلیل روشن است
تا نه تا طبع دید رخسار ترا ملزم نشد

مردم از هجر و شد آسان لو غمت جان کندنم
مهربانم وقت جان کندن کسی جز غم نشد

کشتی اگردون که بود از موج اشکم مضطرب | تا نه کوه محنتم شد لنگرش محکم نشد
عالم جان شد همه ویران ز سلطان غمت | تا نه ویران گشت از وی آباد این عالم نشد
ای خوش آن بیمار کز درد تو جان میکند جان | با مسیحا یک نفس بهر شفا همدم نشد

در نیاز ما و ناز اوست اسرار شگرف
صرفی این اسرار را هرگز کسے محرم نشد

هر کرا در دل غم آن کنج خوبی خانه کرد | خانه خود کرده ویران خانه در ویرانه کرد
در دل زارم خدنگ غمزه اش محکم نشست | تیر آهم در دل سنگینش اصلا جا نه کرد
گرچه مردم را پری دیوانه مے سازد و لے | خود پری را زلف چون زنجیر او دیوانه کرد
نوحه و فریاد ما از ماتم هجران تست | خانه ما از غم هجر تو ماتم خانه کرد
طره اش در هم شد ای دل چون با و پیک صبا | عرض احوال پریشان تو گستاخانه کرد
اول از انگی فرزانگی در باختم | آخر آن دیوانگی دیوانه را فرزانه کرد

صرفی از سوز دل خویشست دایم در گداز
کسب سوز سینه از آتش نه چون پروانه کرد

نازنینان نیاز مند تو اند | رستگاران اسیر بند تو اند
شهسواران نهاده سر به رهت | خاک چو ان که سمند تو اند
همه آزادگان چو سرو سهی | بنده قامت بلند تو اند
تلخکام من و مگس طبعان | بهره ور از لب چو قند تو اند
دل و جان و خرد به زلفت اسیر | همه وابسته کمند تو اند
پنبه در گوش از سر شیشه | واعظان میکشان زبند تو اند

همچو صرفی دوا نے طلبند
بیدلا نے که دردمند تو اند

مرا کشت چون دلستانم برآمد | نه ترسم ز غم تا نه جانم برآمد
در آمد صنوبر به یک کنج بستان | چو از خانه سرو روانم برآمد
من خسته جز نامرادی ندیدم | مرادے که از جهو شانم برآمد
بقدت تو بستم دل و گشت پر خون | ز شاخ امید ارغوانم برآمد

بعهد تو ام عهده بیا به شفقت
ازین عهده کی می توانم برآمد

مرنج از فغانی که کردم بکویت
که بی اختیار این فغانم برآمد

بسعی رقیبانم او کشت صرفی
مراد دل از دشمنانم برآمد

براه شفقت گهر صد بلا است بر ما باد
قدم نزدیم درین راه هر چه بادا باد

بجان رسیدم و اسباب قتل خود خواهم
زمانه و غمزهٔ تو آن همه مهیا باد

شدم ضعیف غباری و تا بدین صورت
بخانهٔ تو توانم درآمدن با ما باد

اگر نه بر سرم امروز سایهٔ همی فکنی
دمی که خاک شوم حاصل این تمنا باد

دمی مباد ز سودای قامتش خالی
سرم که خاک رهٔ آن بلند بالا باد

جهان همه ز غم مهوشان خراب شده است
خوش آن زمان که کشم رخت ازین خراب آباد

حجاب چهرهٔ مقصود نام و ناموس است
چو صرفی آنکه طلب گار او است رسوا باد

غم درین شهر از برای جستجوی من رسید
جسته جسته آخر از هر سو بسوی من رسید

هر کجا گردی آمد از جانها و دلها لشکری
با سپاه غمزه ترکت از هجوئی من رسید

ز آتش غم سوختم در مجمر عشقت چو عود
سوخت چون من عالمی هر جا که بوی من رسید

شد روان اشکم ز روی چشم ظاهر شد غمت
تا چها خواهد ز چشم من بروی من رسید

مردم از درد فراق و ابرو بلا نازل بلا
بر سر من از برای کشت و شوی من رسید

از شراب آتشین خو کرده بهر کشتنم
باز گرم اگرم هست گرم خوی من رسید

گر خبر الست از جنون حالت دل سودا زده
مژده ای دیوانگان زنجیر موی من رسید

بزم میخواران به دور لعل او گرم است لیک
زان میان سنگ ملامت بر سبوی من رسید

بر گلوی خشک من بنهاد تیغ آبدار
یا ز آب رفته ای صرفی بجوی من رسید

شد دلم دیوانه چون زنجیر موی من رسید
در بلا افتاده جان تا فتنه جوی من رسید

آب تیغت خوشتر از آب حیاتم در گلو است
آنکه تیغ آبدارت بر گلوی من رسید

غالبا از بهر قتل صرفی ای دین و دل
شوخ چشم تیز خشم و تند خوی من رسید

ایضاً غزل

دلم از دیار هستی سفر اختیار دارد
که ز بهر مقدم او عدم انتظار دارد

سپه اجل میاگو که بصحن سینه جانم
ز خیال او حصاری عجب استوار دارد

بدلم گرفته منزل غم او که جا نشاند
اگر این هوس ندارد به دلم چکار دارد

برو ای قرار از من مکن التماس صحبت
که به بیقراری خود دل من قرار دارد

ز فریب های زلفت خبر است موبه مویم
که بحلقه حلقه او دل من گذار دارد

چکنم هوس کنارت چکنم من این هوس را
به همین که دل خیالی ز تو در کنار دارد

اثری غریب دیدم بت من ز تیغ تیزت
که خطور آن بخاطر جگرم فگار دارد

بکشی دگر بسوزی بس از او رهی بیادم
سخن رقیب بشنیت اگر اعتبار دارد

من اگر بنالم ای گل تو چرا ز من برنجی
سزد ار کسی بنالد که بسینه خار دارد

چو توئی طبیب دلها دل دردمند صرفی
طلب علاج کردن ز مسیح عار دارد

چسان اوکار قتل بیدلان آن تند خو دارد
زبان تیز چون لب هر گواهی تیغ او دارد

جفایش لشکر درد و بلا بر من کشیدن
وفای من سپاه صبرم او و باد و برو دارد

نگار من اگر در لب سخن از ناز نگشاید
بچشم و ابروی خود با اسیران گفتگو دارد

بلا و فتنه را سر کرده آمد نازنین شوخی
که مژگان بلا انگیز و چشم فتنه جو دارد

چه پرسی حالم از هجران چسان حالی کسی باشد
گلستان ... یا ز تیغ تیزتر ... در گلو دارد

وصالت آرزو دارم ... مشکل

همین بس دولت صرفی که این آرزو دارد

ای برلب از غم تو مرا جان دردمند
بر حال من اگر نه بگردی بیکی بخند

خاک ره تو سرو نشد نونهال من
چون لب پست همت است چه سود از بلند

تو در سمند ناز بهر سو دعا کنان
صد جبرئیل دست نفراک آن سمند

من خاک راه بر سر من پا نهی نهی
پی التفات تو بد بنگو نه تا بچند

از رشته را امید کمندم دراز تر / از کنگر وصال دلے کوته آں کمند

روشن ضمیر گشتم از آں تیغ جانستاں / کز چاک سینه شعله درون دلم فکند

خواهند صرفیا همه کس مهرباں مهی

خاطر پسند ماست نگار جفا پسند

حاجت بنده که جاں بگسلد از تن پیوند / تو برآرندهٔ حاجاتی و من حاجتمند

بیکے جلوه سمند تو ستاند صد جان / تیغ تو تیز و ترا تیز تر از تیغ سمند

چه حد من که تمنای وفا از تو کنم / از کرم های تو هستم بجفای خرسند

آنکه از خنده دهد جان و ستاند نگهش / نگهی خنده کناں بر من بیدل افگند

فرقتش بر من غم دیده بسے دشوار است / چه تواں گفت باں دلبر دشوار پسند

اثر صحبت من بیں که چو من دیوانه / ناصحے گشته که می خواست مرا گوید پند

کلکِ صرفیست شکر بار نه هر کلکِ دگر

آری آری نتواں یافتن از هر نے قند

آں عهد شکن در سخن کیست که داند / بد عهد نه آموختن کیست که داند

بے شمع رخت کلبهٔ ما تیره و تار است / از نور ده انجمن کیست که داند

از فرقت او دیده خزاں باغ حیاتم / او تازه بهار سخن کیست که داند

از غمزهٔ پنهانی او فتنه بعالم / عالم همه حیراں که فن کیست که داند

پیماں شکنی گرچه مرا کشت پس از من / عاشق کش و پیماں شکن کیست که داند

جز غم کدهٔ فرقت او مسکن ما نیست / نزهتگه وصلش وطن کیست که داند

جاں از تن صرفی پئی آں سرو رواں رفت

بر خاک ره افتاده تن کیست که داند

ملک را به که گفت از بشر در اجتهادِ خود / رخت را دیده و برگشته است از اعتقادِ خود

عجب روزِ سیاهی بر من کلک قضا بنوشت / مگر گرداند سیاهی های بخت من مدادِ خود

مرادش قتل ما ما حیاتے مے کشد ما را / که مانع آید و نگذارد او را از مرادِ خود

چو در دنیا دل خود را بآں بیداد گر دادم　　مروت بنو وار خواہم از و در حشر دادِ خود

غبار آسا تنم باد اگہ در کویش بر و یادم　　ببیں بر باد بنہادم بنای اعتمادِ خود

دل غمناک من در سینہ تنگم بجاں آمد　　بچاک سینہ از تیغ تو مے بیند گشادِ خود

بیادِ او چناں خود را فراموش کردہ ام صرفی

کہ یادِ خود اگر خواہم ہمے آید بیادِ خود

کاکلت را کافت جانست بر سر جا بود　　کام بخش است آں دہاں تنگ و ناپیدا بود

بر سر ما گر فتد از سرو قدش سایہ　　رحمتے بر بیدلاں از عالم بالا بود

چشم ناصح را چہ حظ از پرتو رویش بلے　　بے نصیب از پرتو خورشید نابینا بود

میل مہر بیدلاں ہر دم فزوں گردد نہ کم　　یار اگر بد گوی و جور آئین و بے پروا بود

مثل او رسم وفاداری نچشیدہ اند کسے　　بے وفائی ہای او نسبت بمن عمدا بود

طعن رسوای زد است امروز بر من پندگو　　دارم امید آنکہ او در زمرہ رسوا بود

چوں کشد صد خنجر و شمشیر کیں بر من رقیب　　در برابر تیر آہم بسکہ بیس تنہا بود

خانہ دل را متاعی نیست جز کالای عشق　　بر در دل پاسباں جاں بہر ایں کالا بود

گر ستم بر تو رقیب کینہ جو امروز کرد

صبر کن صرفی ببیں کامروز را فردا بود

پیش ہر مرغے کجا خواہد سگش آرام کرد　　شیر مرغے گو کہ آں سگ را تو اند رام کرد

من بدل گفتم کہ دارم قصد جاں دادن بدوست　　جاں چو قصدم را شنید از دل دراں آرام کرد

کشتہ جانانہ مے یابد حیاتِ جاوداں　　زیں حیات جاوداں تیغش مرا اعلام کرد

از اجل پیغام مشتاقانہ مے آید بمن　　محنت ہجران او تبلیغ ایں پیغام کرد

اے مسلماناں چہ مے گوئید از اسلام و دین　　ترک من تاراج دین و غارت اسلام کرد

ناز کردم بر فلک از وصل بر من کینہ داشت　　رفت وصل و کینہ ام ظاہر دریں ایام کرد

مرد نست و مرد نست انجام کار عاشقی　　عشق در آغاز کار ایما بدیں انجام کرد

صوفیان میکش ز بزم وصل مست می شدند　　عاقبت آں میکشاں را ہجر خوں آشام کرد

اوّل ای صرفی همین عشاق نیست و بس
آخر آن یه رحم فیض خاص ... نام کرد

هستی سر و من گر خدا را سست آرد
بقدر اشتیاق خود جان بسپارد

کنم سجده پیش آن عاشق همین است
نماز ... که هر نفس ... گذارد

ز آه من ابری که بند عجب نیست
که سنگ بلا همچو باران ببارد

چو عاشق ز جان ... هجران ...
ز ایام عمرش چسان می شمارد

دوات از سیاهی ده ... آب ...
گر خامه خواهد که وصفت نگارد

منم با رقیبت بدو ... مگو بد
بلی هر کسی ... آنچه کارد

بیا در قدم ... که صرفی
با امید تو چشم در راه دارد

دل غیر باده ... نه دارد
اسباب ... کم نه دارد

جامم ز سفال خاک ... است
جامی که ... جم نه دارد

از تیغ غمت دل فگارم
... الم نه دارد

... که ... وجود ... گردد
... نه دارد

من بار ... گشتم ...
... نه دارد

جود ... که ...
... نه دارد

... عشق صرفی ...
... نه دارد

از بیدلی ... با دل ... گوید
با جور ... حرف ... گوید

جا ... آب ...
سرو ... ماجرا که گوید

خواهم که جان ... دلبر
با ... ادعا که گوید

درد دل فگارم ... است
با آن طبیب دلها ... که گوید

چون من کسی که دلبر ... دلها ...
... چاره ... قصه با که گوید

بادا اگر رقیبان پیغام ما فرستند | پیغام نشان بگویند احوال ما که گوید

هر کس سلام هر کس با یار من رساند

از بیکسی چو صرفی باد دعا که گوید

ما عاشقیم و خوبان رحمی به ما ندارند | ما را چکار با آن دارند یا ندارند

جز مهر ماه رویان ای پند گو نورزیم | ما را بدین هنر سان کایشان وفا ندارند

ما را بعشق خوبان پروای جان خود نیست | خوبان اگرچه هرگز پروای ما ندارند

آیین خوب رویان جور و جفاست اما | عشاق بی وفایی هرگز روا ندارند

هر چند دلربایان دارند قصد جانم | جز در میان جانم بالله که جا ندارند

بهر خدا است ما را سودای خوب رویان | این قوم اگرچه اصلا ترس از خدا ندارند

از جور نازنینان جان نیاز مندان | بر لب ز درد اما آه و فغان روا ندارند

مردان راه عشق اند آنانکه همچو صرفی

در عاشقی مرادی غیر از بلا ندارند

ای خوش آنان که ز کونین کناری گیرند | ترک این شیوه کنند و پی کاری گیرند

نکته زان میم دهن گویم و گر فهم کنند | خورده بر حرف چنین نکته گذاری گیرند

چند که دامن صحرا و گهی دامن کوه | به که چون غنچه صفتان دامن یاری گیرند

بیقراران غم عشق ترا ممکن نیست | که به آرامگه و سر قراری گیرند

بسر خود نتوان ماند قدم در ره عشق | خرم آنانکه پی شاهسواری گیرند

صرفیا من سگ آن طائفه گوشه نشین

که درین دیر کهن گوشه غاری گیرند

شب عید ماه جمالش به بینند | دو ابروی همچون هلالش به بینند

چو بینید روی گل و قامت سرو | شگفته گلی بر نهالش به بینند

از آن رخنه کز تیر او سینه دارد | بدل جا گرفته خیالش به بینند

دلم را خیال وصال نگار نیست | خدا را خیال محالش به بینند

کمال صباحت بود روی او را | ملاحت بوجه کمالش ببینید

چو صرفی است بدحال از شوق رویش
از آن مصحف حسن فالش ببینید

تا چند سر حسنش در پرده بوده باشد | ای کاش از رخ خود برقع گشوده باشد

گویند غایبانه نیکو است عشقبازی | من غیب را چه دانم شاید که بوده باشد

بر عهد بی ثباتش دل دارد اعتمادی | مسکین مگر بتانرا اماره بوده باشد

نشنیده ام کند یار افغان و ناله ام را | صد بار اگرچه بردم آن را شنوده باشد

مهر از چه رو منور بالای آسمان است | روزی مگر براهش رخسار سوده باشد

دل در درون سینه برجای خود ندیدم | شاید که دل ربائی آنرا ربوده باشد

خورشید در خیالت در عین اضطراب است
صرفی مگر رخ خویش او را نموده باشد

به عرض خسرو خوبان ز من دعا که رساند | مقیم کوی دعا را بمدعا که رساند

عریضه که بنویسم بخون دیده مژگان | بدان جناب ز من آن عریضه را که رساند

دعای دولت او در دعا ز روی نیاز است | دعای ما که بگوید نیاز ما که رساند

شه فقیر نواز است از عنایت عامش | نوازشی به فقیران بینوا که رساند

دوای درد دل من نوید دولت وصل است | بدرد همچو منی آنچنان دوا که رساند

نیاز نامه چو قاصد ز ما برد سوی جانان | هزار گونه نیازش کنیم تا که رساند

اگر بدولت پابوس او رسم عجبی نیست
امیدوار بود صرفی از خدا که رساند

قتل مردم نرگس بیمار جانان میکند | طرفه بیماری که قتل تندرستان میکند

گرچه رخ ننمائیم بازآنکه کار آفتاب | سایه ملو بر سیه روزان هجران میکند

خوردم آن دل کز غم جانان بود خونش حلالش | غمزه اش هرگه که عزم غارت جان میکند

میبراید جان باستقبال تیر غمزه اش | خانه آباد آنکه عشقش غارت جان میکند

چوں بمسجد مے خرامی ترک کافر کیش من | رخنہ در دیوار دیں آں تیر مژگاں میکند
نے زیم نے میرم از عشقت کہ او جان مرا | کہ مشعبد وار پیدا گاہ پنہاں میکند

عشق اگر خواہد بت ناموس صرفی را شکست
مرشد راہیست دگرے را مسلماں میکند

شاہ خوباں جہاں آمدہ سلطاں مقصود | بجہاں اوست مرا از ہمہ خوباں مقصود
گرچہ در باغ جہانست سہی قد بسیار | ما نداریم جز آں سرو خراماں مقصود
اوست مقصود دل ما و تمنا داریم | کہ بہ بینیم بکام دل خود آں مقصود
گر تماشای گلستاں گذرد در دل من | گلشن کوی تو باشد ز گلستاں مقصود
نہ بد نیا و نہ در آخرتم بیغم او | در دو کونم ز دو کون آمدہ جاناں مقصود
در شب تیرہ خود خواہم اگر مہتابے | نیست جز روی تو ام از مہ تاباں مقصود

تشنہ خاک کف پای تو آمدہ صرفی
ہمچو خضرش بنود چشمۂ حیواں مقصود

دل بکوئیش رفت واز شہر خودم آوارہ کرد | باز اگر افتد بدستم خواہمش صد پارہ کرد
یارم از غیرت شکست آئینہ را گر سادہ کے | عکس خود را دیگرے پنداشت چوں نظارہ کرد
اشک ریزاں تا کمر غرقم در آب چشم خود | نیستم در باغ کوئیش دہر نا ہموارہ کرد
تیغ تیرش وار ہانید از محنت جاں کندنم | شکر للہ چارہ کار من بیچارہ کرد
گر بگریاند غمش چشم مرا نبود عجب | مے تواند چشم را بیدار سنگ خارہ کرد

بر فلک چوں رفت فریادم ز مہر مہوشاں
صرفی اول غمزہ اش ایں شیوہ را انکار کرد

عاشق ز بخت چارہ کار آرزو کند | خرمای تر ز دست چنار آرزو کند
نخل امید ہمچو منے بر کجا دہد | از شاخ بید کس بر و بار آرزو کند
بے یار مایل طرب و عیش بر کسے است | کاندر خزاں ہوای بہار آرزو کند
در آرزوے تو ز جہاں دل کنارہ کرد | اما چساں ترا بکنار آرزو کند

قطع نظر کنند ز جهان و جهانیان
چشمی که دیدن رخ یار آرزو کند

خواهم که توسنش نه رود از نظر ولی
هرگز کسی ز باد قرار آرزو کند

صرفی دل از بلای فراقست در گریز
بیمار ما ز مرگ قرار آرزو کند

از زخم ناخن پاره پر خون هر از خسار شد
آیینه را از دیدنم خون جگر افگار شد

او دمبدم بر من جفایی کرد و میگفتند خلق
جور بتی بر عاشقی بسیار شد بسیار شد

قتل جهانی ترک من آید ز تنها غمزه ات
یا رب مگر ور گشتنم ناز تو با او یار شد

کوشید و نتوانست زد ره مؤمنان را برهمن
از عشق ایمان سوز تو یا لله که منت دار شد

جان می ستاند غمزه خونخوار تو بیش از اجل
از دستبرد غمزه ات دست اجل بیکار شد

چون چشم گریانم غنود آن ماه را دیدم بخواب
از آب چشمم دیده بختم مگر بیدار شد

طالع نگر از کوی او افتاده ام صرفی برون
چون اشک شادی موج زن هر سو شست و بیدار شد

گیرم که ز یاران خود آن یار کند یاد
اما نه ز یاران وفادار کند یاد

گر مشفقی از بنده کند یاد چه حاصل
خواهم که ز من یار ستمگار کند یاد

از درد دلش اگر زار بمیرم من بیدل
آیا ز من و درد من زار کند یاد

گوید سخنی را که ز من یار برنجد
گاهی ز من ار پیش وی اغیار کند یاد

زینسان که دلم برده مرا کرده فراموش
مشکل که ازین دلشده دلدار کند یاد

همدم ز من از صد گل و یک خار نیامد
از خاطر او گل رود و خار کند یاد

صرفی مگر این قاعده در شهر بتان نیست
کز یار جدا مانده خود یار کند یاد

تیرت درون سینه رنجیده میرود
از سینه اش بجان من آن تیر میرود

دیدم ترا بخواب بگفتم رسم بوصل
معذور دار سهو به تعبیر میرود

پیوسته میکشم جفایت بجان ولی
شرمنده توایم که تقصیر میرود

گر میرود دلم بخم زلف تو مرنج
دیوانه البتست در پی زنجیر میرود

کاکل بدوش و طره به رخ جلوه میکنی
از دست عقل رشته تدبیر میرود

چون وصف زلف پرخمت آغاز میکنم
صد تاب در زبان دم تقریر میرود

بردی دل من و به تنم جان گذاشتی
مرگم رسید جان ز تو دلگیر میرود

از دوست شکوه ای دل نالان اگر کنی
از ناله تو نشاء تأثیر میرود

حال مرا مبگه ملایک رقم کنند
یارب چگونه خامه تحریر میرود

رزقم می و به توبه مرا حکم می کنند
این بحث در صحیفه تقدیر میرود

صرفی چو تیغ هجر نوشتند بر سرت
آیا بسر نوشت تو تغییر میرود

عشاق عهد عیش محقر نه بسته اند
یعنی که دل بطوبی و کوثر نه بسته اند

هرگز بهیچ حال چه بیدار چه بخواب
چشم دل از نظاره دلبر نه بسته اند

گر جای ما نگشته طربخانه وصال
تقصیر ماست ورنه بتان در نه بسته اند

جمعی که بی نصیب ز دیدار مانده اند
در جستجو کمر بمیان در نه بسته اند

شاهان و تاجدار محبت به لوح دل
نقش کلاه کسری و قیصر نه بسته اند

فقر است در ره تاج شه ملک عاشقی
دلبر چنین بافسر سنجر نه بسته اند

صرفی که فارغ است ز مال و منال نیز
پای دلش بسلسله زر نه بسته اند

جان بر لب از رفاقت آه و فغان بماند
نقصان همت است که از همرهان بماند

خون ریز زندگیم بر امید وصل
جان در میان خوف و رجا همچنان بماند

نیمی گداخت جان ز غم اما چه لایق است
از بهر تحفه تو اگر نیم جان بماند

افسانه ام ز قصه مجنون زیاده است
در دهر یادگار من این داستان بماند

جان رفت و خاک راه عدم گشت قامتم
شکر خدا که بهر سگت استخوان بماند

یک حرف پندگوی چو کوهی است بر دلم
بیچاره ذره ذره ته بار گران بماند

صرفی ز عشق نام برآورد در جنون
او خود نماند و نام وی اندر جهان نماند

بخواب امشب بدستم گیسوی خوشبوی دلبر بود — پس از بیدار گشتن دست من بر مشک و عنبر بود
بدستم زلفش افتاده است و در خواب و به بیداری — دماغم بلکه این کاشانه هم از وی معطر بود
کشید آن زلف را دستم بخواب و بعد از آن عمری — ز دست من بتان را التماس مشک اذفر بود
بخواب آن آفتابم رخ نموده است و نه ز هیبت این — که چون بیدار گشتم خانه ام از وی منور بود
کمان بردم که گر بینم بخواب او را نه بینم غیر — ولی چون دیدمش او با رقیبان ستمگر بود
شبی در خواب شیخا دیده بودم دلبر خود را — لیسی قدر شب من از شب قدر تو بر تر بود

به از صد روز عید است آن شب میمون که ای صرفی
بخوابش دیدم و کام دلم زان لب میسر بود

طرفه اشکی که ازین دیده جگر گون بچکید — طرفه تر کز نفسم وقت سخن خون بچکید
گل دمیده است از آن شوره زمینی که در آن — قطرهٔ از عرق آن رخ گلگون بچکید
بعد بیدار شدن خواب گهم پر خون بود — چون بخواب اشک ز چشم من محزون بچکید
قصه قصاد که خون از رگ لیلی برود — او بزد نشتر و خون از رگ مجنون بچکید
هر که غمخانهٔ من خواند دلش سنگین بود — خونش از دیده بدانستن مضمون بچکید
خون چکید است ز چشم ترم افزون از حد — فتنه از چشم تو از خون من افزون بچکید

صرفیا بسته شد از سوز درون خون جگر
وه ندانیم که از دیده برون خون بچکید

سر نوشت درد من عشقت این مضمون بود — کاین سر از تیغ تو افتاده بخاک و خون بود
گه قبول و گاه ردم میکند آن بی وفا — وه نمی دانم که آخر خستم کارم چون بود
چون کشیدی تیغ بهر قتل من تأخیر چیست — بر تو بر من هم مبارک باشد و میمون بود
شکر الطافت نیاید از رقیبان جان من — جور بر عاشق کنی و او از آن ممنون بود
مدرک هر سر نه گردد سر عشق و عاشقی — صرفیا عالی تر از ادراک افلاطون بود

غزل

حال زارم شنیدنی دارد
بلکه از لطف دیدنی دارد

می کند جان مریض هجرانت
بر سر او رسیدنی دارد

چون ندانست قدر وصل دلم
درد هجران کشیدنی دارد

مست حسنے نمیکشی مے عشق
لیکن اندک چشیدنی دارد

نبود آسان بیار پیوستن
از دو عالم بریدنی دارد

لب جام است بهره ور ز لبش
لب ز غیرت گزیدنی دارد

دل صرفی که آرمید بعشق
از خلایق رمیدنی دارد

ز هر چاک دل مجروح صد تیرت برون آمد
ولے تیرت که بیرون آید آغشته بخون آمد

خدنگ تو که جان من باو چسپید و محکم بود
برون آمد ز دل اما نمیدانم که چون آمد

بفتراک تو صید دل سرنگون و من درین غیرت
که بهر پابوس تو مگر خود سرنگون آمد

غمت کز بهر قتل من بکف تیغ اجل دارد
زبون او نگشتم گرچه بخت من زبون آمد

باب دیده دادم پرورش نخل محبت را
عجب نخلے که برگش حسرت و بارش جنون آمد

بافسون کے توانم کرد تسخیر پری روئے
که چشم جادوئی او آفت اهل فسون آمد

مکن نسبت بمن فرهاد را در عاشقی صرفی
که سنگ راه او در عشق کوه بے ستون آمد

دلم او را طلبیده است که دلدار بود
نه که دشمن بمن و دوست باغیار بود

کے گمان داشتم از یار که آخر بکند
قطع یاری ز من و با دگران یار بود

در رهِ مهر و وفا ما همه ثابت قدمیم
آه اگر یار جفاجوی ستمگار بود

عمر کردم بطلب صرف و نمیدانستم
که بکام دگران دولت دیدار بود

عزت آنست که کارے بره عشق کنی
حیف از اوقات عزیز است که بیکار بود

خوی او دیده و دانسته باو دادم دل
گله اش کے کنم از بر سر آزار بود

صرفیا گر نه وفادار بود یار مرنج
نتواں یافت نگارے که وفادار بود

مه نو آں چناں شرمنده از ابروی جانان شد
که تا ماهی ز بس شرمندگی از خلق پنهاں شد

بت من کفر کیش و نور بیچوں از رخش پیدا
عجب گر زدی مسلماں کافر و کافر مسلماں شد

شراب شوق جانئی ماست لیکن از یاد لب لیش
زمینش هر کجا کندیم بیروں آب حیواں شد

زنار زلف تو شیرازه خواهد دفتر عمرم
وگر نه در دمے از آه من خواهد پریشاں شد

مسلماناں در آمد در دلم هر دم بتے دیگر
چه سازم چوں کنم ملک دل من کافرستاں شد

ز زنار سر زلفش بکفر عشق افتادیم
ولے از ظلمت ایں کفر تاباں نور ایماں شد

تعالی الله چه نازاست اینکه چوں بگریستم صرفی
نظر بر گریه ام آں شوخ را افتاد و خنداں شد

ذ حرف الذال ذ

گرفتم خامه بنویسم اندوه تو بر کاغذ
نه آه هم سوخت خامه ز آب چشم گشت تر کاغذ

نویسیم سوی جاناں حال زار خویشتن لیکن
نگنجد قصهٔ درد و بلاے عشق در کاغذ

سر تنک سیمگون و روی چوں زر چیست میدانی
برائے وصفت از سیم مداد است و ز زر کاغذ

بخط صفحهٔ رویت نه دیدم هیچ رخسارے
بلے نتواں نوشتن ایں چنیں خطے بهر کاغذ

به سویت نامه رفت و دل ز نوک خامه ام صد چاک
ز رشک آنکه از نظاره ات شد بهره ور کاغذ

اگر نبود غرض تحریر اوصاف رخ خوبت
چرا آورده اند از صفحهٔ شمس و قمر کاغذ

مصور صورت او چوں کشد صرفی که از حیرت
ز یک دستش قلم افتاد و از دست دگر کاغذ

مثل وفا جفای تو ای دلستاں لذیذ
زهرم ز دست تو چو شکر در دهاں لذیذ

مانند صاف باده عیش است مست من
درد شراب درد تو در کام جاں لذیذ

شیرے که از لبت چکد ای طفل نازنین
کے نعمتے دگر بود اندر جهاں لذیذ

مثلِ غمت کہ نعمت خوان محبت است
شیرینیم از حلاوت یاد لبت دہان
بے تو نیافتم ز مئی ناب لذتے

بالله که نیست شیرهٔ جان آنچنان لذیذ
ای نام تو چو شہد و شکر بر دہان لذیذ
خون جگر که می خورم آمد بجان لذیذ

صرفی بطرف باغ بود موسم بہار
از دست گل رخان می چون ارغوان لذیذ

حرف الرا

در ہر چہ بینم آن رخ نیکو است جلوہ گر
یک لحظہ بے مشاہدہ روی او نیم
ای باغبان نہ سرو گلست این نہ بوستان
خلقے بہر طرف شدہ سرگشتہ بہر او

در صد ہزار آئینہ یک رو است جلوہ گر
یعنی بہر چہ مے نگرم او ست جلوہ گر
کان روی خوب و قامت دلجوست جلوہ گر
وین طرفہ تر کہ دوست بہر سوست جلوہ گر

تا در میان حجاب خودی ہست صرفیا
مشکل کہ در دل تو شود دوست جلوہ گر

گویند غیر عشق کن اندیشہ دگر
ہر چند یار من ستم اندیشہ بیوفا است
در باغ دل چو نخل خیال قدت نشست
گر دیدہ ہر یکے ز زیانہای واعظان

وہ چون کنم کہ نیست مرا پیشہ دگر
حاشا کہ جز وفا کنم اندیشہ دگر
شد بہر آن ز ہر رگ جان ریشہ دگر
بہر خراش خاطر ما نیشہ دگر

صرفی بعشق طرفہ غزالے چو وحشیان
سرگشتہ گشتہ است بہر بیشہ دگر

دہنت تنگ شکر بلکہ از ان شیرین تر
گرچہ صورت گر چین جان کشدا تا ہر گز
بشکر خندہ کشا لب بہ سخن پردازے
خندہ ہا و سخنان تو ہمہ شیرین است

لب شیرین تو جان بلکہ ز جان شیرین تر
صورتے از تو نیاید بجہان شیرین تر
کہ سخن گفتن او خندہ کنان شیرین تر
حرکات و سکنات تو از ان شیرین تر

عشق ظاهر نه کنم گرچه بسی پر شور است
شورش عشق تو هر چند نهان شیرین تر

گرچه از نام شکر کام نگردد شیرین
هردم از نام تو داریم دهان شیرین تر

شعر صرفیست بوصف لب شکر شکنت
از کلام همه شیرین سخنان شیرین تر

بخدا از تو رسیدم نه ز جای دیگر
بخدایی که جز او نیست خدای دیگر

نبود نور زخدا را چو رخت آئینه
دارد آئینه روی تو ضیای دیگر

ای که حسن همه عالم ز جمالت عکسی است
عالم حسن ز تو یافت صفای دیگر

فیض نور از مه رخسار تو یابد خورشید
نیست مثلت بجهان ماه قفای دیگر

دردمند توام و درد تو ام باد افزون
به از این درد مرا نیست دوای دیگر

بیدلان را ز دو چشم و لب تو پیوسته
هر زمان است فنای و بقای دیگر

غیر ذکر خم ابروی تو هم شام و سحر
نیست در گوشه محراب دعای دیگر

سرو من بود بلای دل و جان بالایت
کاکل تو ز سر انگیخت بلای دیگر

بلبل نغمه سرای چمن کوی توام
چون من انجا نبود نغمه سرای دیگر

بهوای قد تو سرو و صنوبر نگرم
شکر لله که مرا نیست هوای دیگر

خاک کوییش شوم ای صرفی اگر خاک شوم
که از آن کو نتوان رفت بجای دیگر

مگو رقیب تو از ماست در وفا بهتر
اگر رقیب به از ماست سگ ز ما بهتر

چسان شوم ز تو بیگانه و چه کار کنم
که هست پیش تو بیگانه ز آشنا بهتر

کنند کسب جفا مهوشان ز یکدیگر
بتان ماهوش از یک دگر جدا بهتر

میان مردم عالم نشستنت حیف است
ترا چو مردم چشم بدیده جا بهتر

بلاست قامت سروی که جان بجانم ساخت
بلای بجان من بیدل این بلا بهتر

خدنگ غمزه بزن چند بیم آن گشتم
که گفته اند ز بیم بلا بلا بهتر

چو نیست قاعده اهل عشق راحت خویش
ز من وفا و از آن بی وفا جفا بهتر

چو سے کند ہمہ برعکس مدعای کسان | اگر نمی کنمش عرض مدعا بہتر
جفای او بکشم و منع او از آن نکنم | ز من وفا و از آن بی وفا جفا بہتر
اگر ز عشق دلت درد ناک شد صرفی
دوا مجوی کہ آن درد را ز دوا بہتر

ہر لحظہ بہر کشتنم آمد غمی دگر | ہر دم مرا ببردن خود ماتمی دگر
تو مست بادہ و ز تو صد شور در جہان | عالم ز تو خراب و تو در عالمی دگر
گاہی اگر دمی بزنم خالی از غمی | آید ہزار غم پیہم تا دمی دگر
سودای زلف خم بخم لست در سرم | افتاد از آن بہر رگ جانم غمی دگر
پنہان ز غیر جان بتو خواہم سرود نیست | این راز را بغیر اجل محرمی دگر
ہر لحظہ پر عرق شود از تاب می رخت | ہر دم گل جمال ترا شبنمی دگر
جام جہان نما بکف آورد از قدح
صرفی کہ در زمان خود آمد جمی دگر

احمد آباد و بہر گوشہ نگاری دیگر | نتوان یافت باین حسن دیاری دیگر
سینہ چاکست بہر گوشہ بصد داغ بلا | ہر طرف جلوہ کنان لالہ عذاری دیگر
کار این خلق ہمہ عاشقی و معشوقی است | کس درین شہر ندیدیم بکاری دیگر
ہیچ گہ نیست خزانی و مدام است اینجا | ہر دم از لالہ رخان تازہ بہاری دیگر
اہل این شہر ہمہ مست می لعل بتان | جز بدین می نبود بادہ گساری دیگر
زندہ از لعل بتانند ہمہ احیایش | زندگان را بجز این نیست قراری دیگر
کشتہ خنجر عشق اند ہمہ امواتش | پر از انست بہر گوشہ مزاری دیگر
گرچہ این شہر پر از ماہ وشانست ولی | جز ابو الفتح نخواہیم نگاری دیگر
گرچہ فارغ ز بیاریم آن بی پروا | حاش للہ کہ شوم مایل یاری دیگر
بی رخش گر بگل و لالہ گشاییم دیدہ | باد بر دیدہ من ہر مژہ خاری دیگر
ہمہ را سینہ ز تیر غمش افگار ولی
مثل صرفی نبود سینہ فگاری دیگر
ای بدل جای تو بی منزل یاری دیگر | نکنم غیر بجای تو نگاری دیگر

دل پر از داغ و جگر پاره مرا کرده غمت — نگذشتم آرزوی لاله‌عذاری دیگر
مست من تا لب میگون ترا زاهد دید — نتوان یافت چو او باده‌گساری دیگر
تو غزالان جهان چون همه خود صید تواند — پس چه حاجت که روی بهر شکاری دیگر
کار من عشق و مکن منعم از آن ای ناصح — حاش لله که شوم در پی کاری دیگر

هیچ یاری به وفاداری صرفی نبود
مکش او را ز پی خاطر یاری دیگر

روان شد از دو چشم اشک و راه عشق شد ظاهر — بلی راز بکه بگذشت از دو ظاهر می‌شود آخر
از آن بدخو که جز قتل محبانش بخاطر نیست — من دل خسته دارم آرزو یک گوشهٔ خاطر
چه سحر است اینکه چون چشم او سیاه او شد از وی سحر — بر نگی برنجت خون من که هرگز کس نشد ظاهر
بیک غمزه رباید صد دل و کس را خبر نبود — بغیر دل‌ربائی نیست چون او دیگری ماهر
اگرچه صبر کردن در غم هجر تو نتوانم — ولی کس نیست چون من در بلای عاشقی صابر
بسحر و فن دلت را جانب خود کرده مایل — مرا اگر فن سحر آموختی آن نرگس ساحر

نگویم غیر از راست در وصف سهی سروان
اگرچه راست کم گویند صرفی مردم شاعر

صبح وصل آمد بجای شام هجران غم مخور — خواهمت روزی سپردن جان جانان غم مخور
گرچه ای یعقوب محنت‌ها چو ایوب رسید — یوسف گم گشته باز آمد بکنعان غم مخور
جان حزین و دلم حزین در سینه لیک — کلبهٔ احزان شود روزی گلستان غم مخور
چون عزیز آخر بتخت مصر خواهی ساخت جا — گرچه همچون یوسفی آخر بزندان غم مخور
شد پریشان حالت از سودای زلف مهوشی — جمع خواهد گشتن این حال پریشان غم مخور
گرچه او جان از تو بستاند تو دورانه‌ی مشو — مشکل تو عاقبت خواهد شد آسان غم مخور

گرچه ای صرفی ز عزت مشکلی داری مشو
مشکل تو عاقبت خواهد شد آسان غم مخور

در میان ناخنان سیم فامت جام زر — باز باغ حسن تو نرگس برآورد است سر
گفته‌ام پس از حرکت اگر می آیمت — من بایں هم راضیم اما هلاکم کرد اگر
از خیال آن لب شیرین فزون شد سوز دل — آری آری در طبیعت گرم می‌باشد شکر

کی توانم جام جم از بادهٔ وصلت کشید   چون لب خشکم بیک قطره نشد زان باده تر
غیر تو خوبان همه منظور نااهلان شدند   حسن ایشان هم بود دلکش ولی فیه النظر
گر بعالم نیست مانندی ترا نبود عجب   ای بخوبی از همه خوبان عالم خوب تر

گر هنرمندی رو از کشمیر ای صرفی برون
کاندرین کشور هنر عیب است و عیب آمد هنر

کوه را یارب نشست از لالهٔ حمرا کمر   یا نشست از گریه سیلها در خون تا کمر
بار اندوهی که دارم با تن چون کاه خویش   گر بود بالای کوهی بشکند آنرا کمر
از همه پنهان میانش لیکن آن نازک میان بست   چون کمر می بندد آنرا میکند پیدا کمر
تا کمر در خون ز قتلش دردمندان خود را   باز گلگون فوطه بست آن دلبر رعنا کمر
ایشهٔ خوبان بخدمت گاری تو بسته اند   در میان گلگون لباسان سهی بالا کمر
سالها در خدمت دیوانگان کوی عشق   از پی کسب جنون بستم من شیدا کمر

داد صرفی جان چو دامن در میان از ناز زد
کج کلاه من که بست از بهر قتل ما کمر

ای سنگ دل حدیث رقیبان بدگهر   جا در دل تو ساخته کالنقش فی الحجر
شرح صفات زلف و قدت چون دراز بود   کردم سخن بوصف دهان تو مختصر
مثل تو سرو نیست ولیکن ترا چه عجب   ای ناتراش اگر ز قدت کشید سر
از قید هر دو عالم ازینم فراغت است   کافتاده ام ز عشق تو در عالمی دگر
هر گل نه بر جمال تو   راز   نرگس گشاد چشم ز کوتاهی نظر
از کشور وجود بملک عدم رویم   فکر دهان تست درین راه هم سفر
خلقی فتاده بر سر راه تو میکنند   دست هوس دراز به دامانت الحذر
گفتی اگر ترا کشم از غم مگر رهی   خوش مژده ایست گر بکند دخل اگر مگر
گفتی حدیث و از لب شیرین او بما   قاصد خوش آمدی و دهان تو پرشکر
جمعی بکار دینی و قومی بفکر دین   مست شراب عشق تو در عالمی دگر
مرغان باغ کرده ملک کوب سرورا   آن ناتراش چون ز قد تو کشید سر
حرفا اگرچه خون جگر میخوری بسا   بارے نصیب تو ز قضا آمد این قدر

الف

از دو زلف تست در هر حلقه غوغای دگر — وز دو چشم ترا تست در هر گوشه سودائی دگر
نیست ای راه ادب سویت بابن پا آمدن — از سر خود ساختم در راه تو پائی دگر
روز گارم تیره از سودای زلف تست و بس — غیر ازینم نیست در سر هیچ سودائی دگر
گرچه از غیر ما نیست مقصود ترا — لیک دارد دلبر خود رائی رائی دگر
عقل از رفت و عشق تو در کشور دل جا گرفت — آمد اکنون پادشاهی کشور آرائی دگر
نقد جانم رفت و غم شد حاصل از سودای عشق — اینچنین سودی ندارم هیچ سودائی دگر
سر و راه خدمت قدت بیک چمان رود — گر نیارد از صنوبر عاریت پائی دگر
روئیم از هر سو بسوی یار خود رای من است — غیر ازینم نیست روئی دیگر و رائی دگر
ای که غیر از کشتن ما نیست مقصودی ترا — نیست جز مقصود تو ما را تمنائی دگر
تا خرد رفت از من و شد دانش آموزم جنون — همچو من نبود خردمندی و دانائی دگر
اهل ننگ و نام را از صحبت تو عار آمدست — نیست صرفی چون تو بدنامی و رسوائی دگر

ناصحا روز جزا رسوا تو خواهی شد ز من
گرچه اکنون همچو صرفی نیست رسوائی دگر

مکن بر من ملامت ها رخ نیکوی او بنگر — بدست ای پند گو از عاشقی منعم مگو بنگر
بمیدان غمت پیوسته چون گویم سر گردان — تغافل تا بکی ای شهسوار حسن گو بنگر
نگردی پریشان بر سنبل گل تازه — نسیم نو بهاری عطر سای و مشکبو بنگر
زبانی هر سر موئی تنم در ناله شد یعنی — بفریاد و فغان این خسته دل را مو بمو بنگر
مپرس ای دل که چون صرفی چه حالست از غم عشقت — بتان شوخ چشم تیز خشم و تند خو بنگر
عجب نبود اگر پر فتنه خواهد شد همه عالم — بهر سو جلوه های دلبران فتنه جو بنگر

نمیدانم چرا روز تو صرفی تیره و تار است
جهانی روشن از رخسار آن خورشید رو بنگر

ای غم و درد تو ام بیشتر از بیشتر — عیش و نشاطم بدان بیشتر از بیشتر
گرچه چو بخت بدم نیست بد اندیش چرخ — کس ز رقیبان تو نیست بد اندیشتر
صدقه شهد و شکر گر ز لب خود دهی — حق منست آن منم از همه درویشتر

غیر بد اندیشیت کیش دگر نیست لیک
نیست کسے نزد من از تو نکو کیش تر

ای دل عشاق تو ریش ز تیغ غمت
صرفی خونین جگر از همه دل ریش تر

چون دو شیازم بتو هر نفسے بیشتر
غمزه و نازت بمن بیشتر از بیشتر

پیش نکوبان جفائیش محبتان وفا
یار جفا پیشه تر بنده وفا کیش تر

ترک بود از تیغ تو کو جگرے و دلے
از دلم افگار تر وز جگرم ریش تر

جز غم عاشق کشی ناداده اندیشه ام
در حق من کس ز من نیست بد اندیش تر

دل که ز غم گشت خون رفت ز چشمم برون
شد مژه ام هر دم از خون دل خویش تر

با رخ مانند زر صرفی بے خان و مان
از همه زردار تر وز همه درویش تر

هر نفس چهره تو زیبا تر
هر دم این بیدل و دین شیدا تر

دو رخ خوب تو اے رشک پری
هر یکے از دگرے زیبا تر

گرچه رعنا است سرو قد و لے
سرو قد تو بود رعنا تر

در همه روی زمین جای نیست
که نه از اشک منست انجا تر

خوب رویان همه بے پروایند
همه از همه بے پرواتر

گر به گردون رسد از جاه رقیب
صرفی بیدل و دین رسوا تر

اے دو چشم شوخت از هر کافری بیباک تر
در رهِ هر دم کشی از یک دگر چالاک تر

گر بخواهی صحبت یاران بے ادراک را
از رقیبان کس بعالم نیست بے ادراک تر

ای شفق نبود مر من بلکه در شام فراق
شد ز موج بحر اشکم دامن افلاک تر

خرقه ات پر داغ و زرق و زنده ام پر داغ مے
خرقه ات از زنده من نیست زاهد پاک تر

دمبدم غم بر غم افزاید مرا گردون دون
گرچه از من نیست در عالم کسے غمناک تر

چیست جانم ای صرفی دارد هزاران چاک سینه
میخواهد آن را خاک تر

تیز تر هر لحظه تیغ غمزه خون ریز را
سینه صد چاک من صرفی دمادم چاک تر

ایضاً

هردم انداز د فلک از یار خویشم دورتر — هر زمان سازد من مهجور را مهجورتر
دور از و بودیم و دوران دورتر انداخته — لیک میترسم که انداز د هنوزم دورتر
گر فلک بر حال رنجوران ترحم داشتی — کس نبوده است از من محنت زده رنجورتر
یاد آن روزی که بود از پرتو رخسار او — خانهای چشم ما هر لحظه پر نورتر

صرفیا در عالم عشق و جنون خواهم شدن
آخر از فرهاد و مجنون در جهان مشهورتر

زهی فکنده بر رخسار خویش برقع نور — ظهور نور بطون موجب بطون ظهور
اگرچه از همه نزدیک تر توئی با من — بحیرتم که چرا من فتاده ام ز تو دور
نظاره ات نتوان کرد جز بدیده دل — اگرچه جز تو کسی نیست ناظر و منظور
چه عیب حسن ترا اگر ندید کور روی — اگر نه شب پره دید آفتاب را چه قصور
زغمزه ات بود آگاه مست باده عشق — عجب که حاصلش از بی شعور نیست شعور
محرم آمده بر میکشان جام غمت — نی حلال بهشتی چه باده انگور

بعمر خود بهمین یک امیت صرفی شاد
که غایب است از غیر تو در مقام حضور

زهی چون مه و مهر سر تا بپا نور — ترا نام هم نور نور علی نور
بتو نسبتی نیست مسکین خطا را — ز ظلمت بود فرق بسیار تا نور
تو خود عین نوری از خورشید و از مه — از انرو فلک نام کرده ترا نور
چو تو مظهری شد از ان نور ذاتت — وگر نه در اصل است نام خدا نور
رقیب سیه رو است پیوسته او — ندانم چسان سایه یار است با نور
چو ز و جبین نور است گیرد همیشه — مه از مهر و مهر از رخ یار ما نور

بود ذکر ارباب زهد الله الله
ولی ورد صرفی است یا نور یا نور

ای رشک پری و غیرت حور — وصف تو بعقل نیست مقدور
یارب ز چه قومی و قبیله — از تو چه مقام و جا است معمور

از جنس پری نه‌ای ولیکن — داری چو فرشته خلقت از نور
گویند ترا بشر ولی نیست — از آب و گل آفرینشت دور
نی مهری و نه مهی ولیکن — چون مهر و مهی بحسن مشهور
خوشتر ز نعمت بجان نشاطی — غمگین نه تو ز درد و کون مسرور
ای مایهٔ عشرت از غم تو — اهل ملکوت و افلاک مسرور
دل نیست باختیار صرفی — در جستن دلربا است معذور

چون مثل تو نیست کس بعالم
صرفی بهوای تست معذور

ببین در صورت آن ماه پیکر — که بینی معنی خوبی مصور
چو پای از شبنم گل شیشه آن سرو — بکف آورد نرگس طشتی از زر
ز باغ کوی او آمد نسیمی — بریکدم ساخت گلشن را معطر
به از به در جهان می باشد اما — ندیده چشم عالم از تو بهتر
ترا اهل تناسخ دیده گفتند — که آمد در جهان یوسف مکرر
چو سبزه گر ز سر در زیر پایت — صنوبر ماند او را خاک بر سر
رخی دارند مهر و مه چو تو لیک — ندارند این خط و خال معنبر
بود نام تو تکبیر شمارم — عجب نامیست این الله اکبر

چو صرفی با قد خم گشته باشم
که باشم حلقه‌سان پیوسته بر در

زهی بطرهٔ خم در خم تو عقل اسیر — اگر فتاده ز زلفت برشته زنجیر
بگرد مصحف روی تو خط مشکین چیست — مگر بحاشیهٔ آن نوشته تفسیر
ز بهر قتل اگر آمدی بکن تعجیل — بکار خیر نکو نیست جان من تأخیر
نشد ز روی تو روشن دل ستاره رقیب — اگرچه روشنی شب بود ز ماه منیر
بیک نگاه تو گر جان خویش نسپردم — مقصرم چه خواهم عذر آن تقصیر
ز تیغ تو تن نخجیر را همین یک زخم — هزار پاره دل من ز غیرت نخجیر
جدا ز روی تو چون دوزخیست صرفی — اگرچه رشک بهشتست گلشن کشمیر

الف

بجانم از غم تو در حیات خود دلگیر — خدای را مکن ای ترک جان ستان تقصیر
به زلف تو دل دیوانه است پا بسته — ولی جنون وی افزون شده است این زنجیر
هزار شکر هر انبز سهم خویش رسید — چو سوی اهل وفا ساختی روان دو سه تیر
ز هر دو کون تو ان نشست نی از تو — گریز از همه داریم و نیست از تو گریز
چه چاره گر ز ازل شد بلا نصیبهٔ من — نصیبهٔ ازلی نیست قابل تغییر
چسان بزم وصال تو ره توانم یافت — تو شاه کشور حسنی و من گدای فقیر
چگونه سر کشم از تیغ بر سرم بزنی — که سر نوشت من است این ز خامهٔ تقدیر

مگر دم تو بود گرمم ز آتش دل تو
که عرفیا نفست نیست خالی از تأثیر

بنای عمر اغیار از سرشکم شد خراب آخر — ولی مرگ سگ دیوانه می باشد بآب آخر
بود خواب اجل خاصیت افسانهٔ عشاق — شنید اغیار این افسانه را و شد بخواب آخر
عذاب دوزخم را از تو باعث بوده است اغیار — بحمد الله ز مرگ خود بخود دید این عذاب آخر
دلم بریان رقیب از آتش هجر تو گردید آما — ز آه آتشینم مرغ جانش شد کباب آخر
چه بود آن خنده ات بر اضطراب گشته هجران — رقیبا وقت مرگت چیست چندین اضطراب آخر

رگ جانم ز زلف او رقیبا پر خم و پیچ است
ز اینگ اجل چون رشته جانت بتاب آخر

بچشم گرم می آیی ز تاب آتشین رخسار — به دل میگویم اما دیده بودم روزی این رخسار
هوا دار جمالت ذره سان خورشید عالم تاب — ز روی مهر در کوی تو مه را بر زمین رخسار
شب من دور از آن رخسار تار و روز من تیره — کشا زلف شب آسا و نما ای مه جبین رخسار
ز شوقت شب همه شب ریخت خوناب جگر چشم — اگر با ورنمی آید ترا رنگین ببین رخسار

بود چشمت بلا رخسار تو آفت که ای عرفی
ستاند جان و دل چشم و ربوده عقل و دین رخسار

نی سرو و نه شمشاد است از قد تو رعنا تر — قد تو بر رعنائی هست از همه بالاتر
زیبا است برای عارض خال و خط مشکینت — خالت ز خط و خطت از خال تو زیباتر

دیوانگی دل بین شیدائی من بنگر / دل از من و من از دل دیوانه و شیدانند
دیر آمدی و رفتی زود از سر مشتاقان / از چشمهٔ حیوانت ناگشته لب مانند
ناصح که مرا مفتون میداشت و رسوائی / نادیده جمالت را از من شده رسوانند
مجنون پری رویان نزدیک خردمندان / هرچند که نادان تر هست از همه دانانند
از سیل سرشک تو گر خانه نمی افتد / سهل است اگر صرفی گردد همه کالانند

ای ملک از تیغ تو ترسان ز انسان بیشتر / قابض جانها بود زانجمله ترسان بیشتر
آب شمشیرت تمنائے گلوی خشک ماست / تشنهٔ آن آب روح افزا بود جان بیشتر
جمع کردی خاطر ما را بیک پرسش ولے / موجب جمعیت آن زلف پریشان بیشتر
بے نشانیم و بجست و جوی ما هر سو بلا / گشته سرگردان و عزرائیل جویان بیشتر
دمبدم هرچند بے سامان ترم در عاشقی / بنده را از اهل سامانست سامان بیشتر
هم مسلمانست هم کافر بجان از جور او / لیکن او مے خواهد آزار مسلمان بیشتر
گاه اندوه و غم از دهر است وگه عیش و طرب / دردمندان ترا این کمتر است آن بیشتر
حیرت من در غم عشقت برون از حد ولے / من بجان خویشتن هر لحظه حیران بیشتر
وه که از عاشق کشی خوبان پشیمان نیستند / صرفیا عاشق کش من ناپشیمان بیشتر

ای صبا از یوسف من بوی پیراهن بیار / توتیائی بے غبارے بهر چشم من بیار
ساقیا با آن مئی کمتر در کیفیت نه بود / بهر ما گر مے توانی جام مرد افکن بیار
ای صبا من بودم و یک دل نمیدانم که سوخت / مشتی از هر گل برای ما ازین گلشن بیار
صرفی از گلزار و گلشن داشتی گلها طمع / وقت گلچیدن مبادا بگذرد دامن بیار

ز حرف الزا ز

نخواهم وعدهٔ فردا رخ خود را نما امروز
چه میدانیم تا فردا چه خواهد شد بیا امروز

چگویم کز فراق یک دو روزه حال من چونست
که صد روز قیامت دیده ام از دینه تا امروز

جدا گشتی و کردی وعدهٔ باز آمدن فردا
کجا ماه و کجا فردا چرا باشی جدا امروز

مشو دور از من و با دوستان همدم
نخواهی یافت یاری چون من از اهل وفا امروز

چو مجنون هر کسی دیو و پری از عشق میزد دم
بجز من کیست تا بردارد این بار بلا امروز

می عشقت چشیدم دی و امروز آنچنان مستم
که از مستی نمیدانم که اکنون دیست یا امروز

به فردا وعدهٔ دیدار حقم میدهد واعظ
ولی من دیدم از رخسار تو نور خدا امروز

چسان دل بر وفای تو نهد صرفی که این مسکین
اگر دی یک وفا دید از تو بیند صد جفا امروز

چه عجب چشمت اگر هست فریبنده هنوز
عجب اینست که از چشم تو من زنده هنوز

سر بخاک در تو ماندم و جان بسپردم
مردم از شرم و بجا کم ز تو شرمنده هنوز

سرو آزاد کشید است سرا پا نه ز تو
هست آزاد ولی قد ترا بنده هنوز

یک تبسم که تو کردی بتو دادم دل و جان
وه که لبهای شکربار تو در خنده هنوز

صرفی خام طمع را سر ره بدار ببین
دل و جان در طلب وصل تو نا کنده هنوز

بیم غم هجران به دل تنگ مینداز
بر شیشهٔ ما بهر خدا سنگ مینداز

مارا مشنو از نالهٔ جان سوز دلم را
این مرغ خوش آواز ز آهنگ مینداز

هر چند که تنگ آیدت از همدمی من
بیرون ز حریم خودم از ننگ مینداز

ماییم براه طلب او بر دو سه گامی
این راه فرود آر به فرسنگ مینداز

بر خاک درت جای دل بسر گر دهنت لب
در سر هوس افسر و اورنگ مینداز

با غمزه مفرما که کند قتل محبان
او را بلب روح فزا جنگ مینداز

در فصل گل آن لاله عذار آمده صرفی
از دست کنون ساغر گلرنگ مینداز

جان دادم و نشد غمش از جان بدر هنوز | عمرم بسر رسید و هوایش بسر هنوز
جان من از غم بدر آمد ز انتظار | جانان من ز خانه نیامد بدر هنوز
نه گنبد فلک ز فغانم پُر از صداست | افغان که نیست ماه وشانرا خبر هنوز
بگذشت عمر ما به تمنای مقدمت | خاک رهت شدیم و نه کردی گذر هنوز
هر دیده ور که سرمه ز خاک رهت نه ساخت | نه بود به خاک پای تو صاحب نظر هنوز
دور از تو جا به کنج عدم ساختم ولی | خواهد فراقت از تو مرا دور تر هنوز
روزِ حیات عمر دگانت بشب رسید | پیدا نه گشت شام غمت را سحر هنوز

صرفی چو از گداخته در بوتهٔ فراق
در سر خیال خامش از آن سیم هنوز

گلبن و سرو چه نازند به پیش تو که ناز | از قد معتدل آید نه ز کوتاه و دراز
مرو از ناز بیا بر سرِ من نه قدمی | ای بخاک سر کوی تو مرا روی ناز
ای رخت قبله و ابروی تو شد محرابم | روز و شب سر به زمین مانده ام از بهر نماز
ای که شاهی چو تو در کشور محبوبی نیست | بندهٔ حسن تو محمود و غلامت ایاز
گرچه مردم ز غمت جز بغمت جان ندهم | فی المثل گر پس ازین جان دگر یابم باز
بر من از روی بتان نور خدا جلوه گر است | لله الحمد رسیدم بحقیقت ز مجاز
واعظا چون دلت از درد و غم عشق تهی است | دیدهٔ تر ز سرشک از سر تقلید مساز
روسیاه ابر که گریان نه ز دردی و غمی است | سرخ رو شمع که گرید ز سر سوز و گداز

گر شد از عشق نهانی جگرت خون صرفی
چه توان کرد که باکس نتوان گفت این راز

گزید یار چو بیگانگان جدائی باز | دگر عجب که کند میل آشنائی باز
زیاده از دو سه شب مه نهان نمی باشد | تو رخ نهان کنی اما نه بیمنائی باز

چو عید آمدی امسال و باز نگذشتی
ولی عجب که چو امسال دیگر آئی باز

شبی ز دم بتو جان لیک اینچه شعبده هست
که گاه میدهی و گاه می ربائی باز

چو رخ نهفتنت از بخت تیره روز ماست
عجب که پرده ز رخسار خود گشائی باز

کنون که دیده من بی تو شد سفید اما
که یابم از مه روی تو روشنائی باز

امید نیست که صرفی بتان کنند وفا
وگر کنند نمایند بی وفائی باز

هوس صحبت ما یار ندارد هرگز
میل یاران وفادار ندارد هرگز

زار میمیرم ازین غصه که آن بی پروا
خبر از حال دل زار ندارد هرگز

جانم آمد بر لب از جور وی اما زحمی
بر من آن شوخ ستمگار ندارد هرگز

جز جفا بر من غمدیده نخواهد اصلا
سر آزردن اغیار ندارد هرگز

گرچه پیوسته دلش مایل آزار منست
دل زارم ز وی آزار ندارد هرگز

کاکل از آتش می تا رخ خوب تو شگفت
شمع گل گرمی بازار ندارد هرگز

گرچه از عشق تو گشتم بجهان خوار چه باک
عاشق از خواری خود عار ندارد هرگز

آن عزیزان جهان را همه در سر هوس است
یوسف امروز خریدار ندارد هرگز

زیر بار غم و اندوه تو صرفیست ولی
خاطر از عشق تو در بار ندارد هرگز

نمای روی و بچشم پر آب در تاب انداز
که گفته اند نکوئی کن و در آب انداز

همه جمال تو بینند وقت دیدن من
رقیب گر بدرت اکنون بر رخ نقاب انداز

روا مدار که بر نور ظلمت آرد زور
ز آفتاب رخ خویشتن نقاب انداز

سیاه چون شب تاریک روز من تا کی
بیا و پرده ز روی چو آفتاب انداز

همیشه چند کند جلوه بر فلک خورشید
چو ذره اش ز رخ خود در اضطراب انداز

کنون که ز آتش شوقت کباب شد جگرم
گشا لب و نمک از خنده بر کباب انداز

ببزم عشرت عشاق در دو نوش بیا
بساغر طرب از لعل خود شراب انداز

بعقید خویش اگر صرفی یا سگش خواهی
بگردنش ز رگ جان خود طناب انداز

شکستی سر زلف و طرف کله نیز
ربودی دل از پادشاه از سپه نیز

هوای دهان و خط و غبغب تو
زهی تنگ و تاریک در راه چه نیز

تو گشتی رقیب و من از رشک مردم
گنهگار را میکشی بی گنه نیز

بفکر دهان تو مانند غنچه
دل پاره ام خون شده نه بسته نیز

مه و آفتاب منی روی بنما
که دارم شب تیره روز سیه نیز

رخت قبله ای یوسف ثانی آمد
ترا سجده خورشید کرده است و مه نیز

اگر سوی اهل وفا می خرامی
خدا را قدم نه بر این خاک ره نیز

ندیدم کسی کارزو دیت ندارد
گدا بر درت کرده جا پادشه نیز

ببین حال صرفی و بنگر بکارش
که کارش خراب است و حالش تبه نیز

حرفی ز عشق می گذرد بر زبان هنوز
داریم آن معامله را در میان هنوز

جنس وفا اگرچه است
راه نبرده ایم بسود و زیان هنوز

هر طایری که بود قفس بر بدن شکست
شهباز جان مقید این آستان هنوز

رفتیم و سوختیم ز تنگ وجود خود
غوغای زاغ بر سر این استخوان هنوز

صد دست نرد باخت نمودند حاضران
شطرنج غایبانهٔ ما در میان هنوز

از رای چه بسیار زود بود
یک گل نچیده ایم ازین بوستان هنوز

صرفی هزار نقد وفا بر محک زدیم
با ما زمانه در صدد امتحان هنوز

می گردم ای فرشته بگرد درے هنوز
حاجت نبرده ام بدر دیگرے هنوز

زخمے نخورده ام بمداوا چه مے کنم
در کار نکرده کسے خنجرے هنوز

بزمے و صحبتے و مئے هست در میان
اما نشد حوالهٔ ما ساغرے هنوز

تا اوج وصل زحمت پرواز داده اند
صد رهگذر ز عشق شتر ها ریخته اند
خواهد گشود طالع ما فال عاشقی
صد آه سرد بر نفس گرم ما زدند
مرغ هوس نه ریخته بال و پرے هنوز
پائے فرو نه رفته بخاکسترے هنوز
نه گذشته بر ستارهٔ ما اخترے هنوز
یک دود بر نخواسته از اخگرے هنوز

صرفی چه چشم جایزه داری ز دوستان
ننوشته بنامه وفا دفترے هنوز

با همه وارستگی مشتاق دیدارم هنوز
گرچه در دل حرف های گفتنی دارم بسے
زین گل و گلشن از آن دورم که خواهی در رهت
داشتن دست از علاج سخت در دست آی طبیب
من نمایم اینچنین اما گرفتارم هنوز
همچنان کوته زبان از بخشش یارم هنوز
ورنه مشتاقان گل و گلگشت گلزارم هنوز
آن توانائی که باید نیست بیمارم هنوز

همچو صرفی گرچه از رنجش نمی گویم ولے
آن کدورت کز تو در دل داشتم دارم هنوز

س حرف السین س

از روی بتان دیده ام انوار مقدس
ای آئینه ساخته از صورت عالم
در جلوه جمالت به لباسی عجب آید
بویت به دماغم رسد از سنبل مشکین
غیر تو کسے نیست چه در راست چه در چپ
المنة لله تعالے و تقدس
هر لحظه ازین آئینه ظاهر توئی و بس
یعنی ز جوانان گل اندام ملبس
رنگ تو درآید به نظر از گل نورس
جز تو نتوان یافت چه در پیش و چه در پس

صرفی بجهان نیست عیان غیر تو اما
دیدن نتواند رخ او دیدهٔ هر کس

از تو نه پرس و از آن خاک در بپرس
اے باد صبح اگر گذری جانب چمن
خاصیتش ز مردم صاحب نظر بپرس
شمشاد و سرو را ز قد او خبر بپرس

ناصح ز من مپرس که دیوانه ات که ساخت
زان فتنه جوی غمزه زن و عشوه گر بپرس

پرسی که از چه روست رخت زرد مثل زر
من وجه آن چگویم از آن سیمبر بپرس

هرگز شب فراق توام نیست هیچ خواب
گر باورت نیاید ازین چشم تر بپرس

یک بار اگر به پرسشم آیی ز راه لطف
گفتن چه حاجت بنده که بار دگر بپرس

درد و بلای عشق چه پرسی ز بیدلان
این قصه را ز عرفی خونین جگر بپرس

بنگر بقد یار و ز سرو چمن مپرس
نظاره کن بروی وی و از سمن مپرس

لعل لبش بجوی و عقیق یمن مخواه
اشک مرا ببین و در عدن مپرس

از درد هجر آن لب شیرین به کوه غم
جان کندن مرا نگر از کوه کن مپرس

چون نسترن فتاده گل از گریه بی رخش
در دیده ام ز عکس گل و نسترن مپرس

پرسی که چیست حال تو دور از حبیب خود
بد حالم و خراب ز احوال من مپرس

آن زلف را ببوی و ز مشک خطا مگوی
وان چشم را ببین ز غزال ختن مپرس

عرفی فتاده ام به دیار بتان غریب
شادم بدین غریبی خویش از وطن مپرس

گر جان بستاند غمش از ما چه کند کس
خلقی است بجان از غمت اما چه کند کس

جز جور و جفا پیشه و اندیشه نداریم
پس مهر و وفا از تو تمنا چه کند کس

از ناز و کرشمه چو پی قتل محبان
داری همه اسباب مهیا چه کند کس

گویا به تو گفتند رقیبان که به عشاق
تو بر سر کین باش و ببین تا چه کند کس

چون آرزوی دیدن رویت همه دارند
در باغ گل و لاله تماشا چه کند کس

معشوقه اگر آفت عقل است چه چاره
در عشق کند واله و شیدا چه کند کس

در آرزوی روی تو عرفی قبیست ولیکن
گر رو نه نمائی به کس صلا چه کند کس

هجر پیش از مردن و مردن پس از هجر است و بس
قصه کوته جز بلای جان ندارم پیش و پس

کیست جز آهم که روز غم بود همدم مرا
لیک آن هم کی تواند بود بیش از یک نفس

وه ندانم چون کنم یارب که سوزش نیست راه
روزم از ترس رقیبان و شب از بیم عسس

همنشین با هر کس و ناکس مباش ای تازه گل
تو گلی چون تو نشاید همدم هر خار و خس

می ستانی جان و می بخشی از آن لب بوسه ای
می دهی سود و نمی خواهی زیان هیچ کس

فارغ از حسن بتانم جلوهٔ حسن تو ساخت
کافرم گر بت پرستیدن کند دیگر هوس

از حیات خود به فریاد است صرفی بی رخت
نیست امیدم که جز مرگم بود فریادرس

یار من مایل آزار شد افسوس افسوس
بی وفا گشت و ستمگار شد افسوس افسوس

مهربان بود بمن یار ولی در ره کین
پیرو خاطر اغیار شد افسوس افسوس

ز آشنایان دگر مهر و بیم بیگانه
آشنای دگران یار شد افسوس افسوس

دلبر من به رقیبان ستمگر همراه
بهر آزار من زار شد افسوس افسوس

اندک اندک غم هجران به دلم می آید
آمده آمده بسیار شد افسوس افسوس

بار هجر آمد و ما را دگر از تیغ غمت
سینه مجروح و دل افگار شد افسوس افسوس

صرفی غم زده در آرزوی یک نگهش
مرد و محروم ز دیدار شد افسوس افسوس

در بزم طرب باده ز خون جگرم بس
سرمایهٔ عشرت ز قضا اینقدرم بس

پرسی که به رویت ز سعادت چه نشانست
از خاک سر کوی تو بر رخ اثرم بس

شد ز آتش عشق تو کبابم دل بریان
از خوان وصال تو همین ماحضرم بس

خواهم من بیدل سفر ملک عدم کرد
اندوه غم عشق رفیق سفرم بس

گر سرو بلندی نبود بر لب جویم
نقش قد رعنای تو در چشم ترم بس

بر فرش رهت خفته ام و بالش راحت
خشتی که از آن فرش بود زیر سرم بس

خواهم که بخاطر رسدش حال تو صرفی
یک گوشهٔ خاطر بتو از اهل کرم بس

غزل

گرچه بود ز لبش دور از رخ یارم هوس | لیک جان دادن بزیر پای او دارم هوس
چشم من هرگز نیارد توتیا را در نظر | خاک پای دوست دارد چشم خونبارم هوس
یک دو تار زان دو زلف مشکبارم آرزوست | نیست با رطبله های مشک تاتارم هوس
گرچه از تیر تو افگار است جان من ولی | مرهمی دارد ز تیرت جان افگارم هوس
تا هوای لاله رخساری مرا در سر فتاد | نیست سیر بوستان و گشت گلزارم هوس
محنت بیداریٔ شبهای غم تا کی کشم | وه که خواب مرگ دارد چشم بیدارم هوس
صرفیا هر من جفاهایش سراسر لطفهاست
اندکی از لطف های اوست بسیارم هوس

گر نیست وصال تو خیالت به نظر بس | نقش رخ نیکوی تو در دیدهٔ تر بس
گر سرمه ز خاک کف پایت نتوان ساخت | گرد رهگذر گاه توام کحل بصر بس
خاصیت اکسیر محبت سیمبران راست | از خاصیتش حاصل من روی چو زر بس
گر بر دلم آید ز کمان تو خدنگی | از سینه مرا بهر خدنگ تو سپر بس
گر حقهٔ یاقوت لبت نیست بکامم | از چشم پر اشک است مرا درج گهر بس
بر چشم اگر یا ذره لطف نماند | در گوش من از مقدم دلدار خبر بس
صرفی چه غم از تلخ تر از زهر غم اوست
بر کام من از یاد لبش شهد و شکر بس

به نزد قاتل من عاشقی گناهم بس | بدین گناه سر تیغ و فغان گواهم بس
شب فراق چه حاجت مرا بشمع و چراغ | چراغ این شب تاریک شمع آهم بس
درین زمانه منم پادشاه ملک وفا | بلا و محنت و اندوه و غم سپاهم بس
اگر بپای تو جان دادنست گستاخی | کمال لطف تو امروز عذر خواهم بس
خوشم که خوار و ذلیلم بر آستانهٔ تو | که این مذلت و خواریست عز و جاهم بس
ازان دو زلف شبم صرفیا سیه بنگر | که یادگار دو زلفش شب سیاهم بس

غزل

صورتی کو در جہاں مانند آں گلگوں لباس
تا چنان نقشے تو انم بست بر لوح قیاس

غالباً شد مزرع عمر مرا وقت درو
ورنہ از بہر چہ خم شد قامت من مثل داس

شد سگ کوی تو یار ما ز عین مردمے
کس ندیدم مثل او از مردم مردم شناس

محکم از سنگ جفا ہا شد اساس محنتم
تا نہ ویراں گردد از سیلاب اشکم این اساس

تو ہمہ شب مست خواب نازی و شب تا بروز
مردمان چشم بیدارمنت دارند پاس

یوسف مصری کہ آمد سورۂ در شان او
آیتے از مصحف حسن تو کردہ است اقتباس

کرد جانم را بیک غمزہ ز قید تن خلاص
لاجرم آں غمزہ را یک جان گویم سپاس

صبحدم چوں مایل شد خورشید من
ماہ نو شد دستہ طاوس فلک گرد یداس

چوں گرفتی جا بجان صرفی دل سوختہ
آتشے در جانش افتاد از نوای گلگوں لباس

ش حرف الشین ش

بسکہ عیسوی در رگ جانم ز تن دور از لبش
گر طبیبے دست بر نبضم نہد گیرد تبش

چشم بے باکش ہمیشہ مے کشد عشاق را
فرض عین آمد مگر مردم کشی در مذہبش

گشتہ اند استاد و شاگرد ان جہیا یک دگر
کاشکے ہرگز نیفتادی گذر در مکتبش

شد رواں دریای نور از چشمۂ خورشید من
بر کنار موج آں دریا از غبغبش

دل پر از خوں شد صراحی را ز غیرت غنچہ ساں
جام گلگوں تا نہاد از ہمدمی لب بر لبش

در لطافت قالب جانان نیاید کم ز جاں
بلکہ جاں کسب لطافت مے کند از قالبش

وہ ندانم چوں کنم صرفی بہ شبہای فراق
کامدہ بدتر ز صد روز قیامت یک شبش

مرغ غمت کہ شد بہ دلم آشیانہ اش
از قطرہ ہائے اشک منش آب و دانہ اش

آوردہ ام بکعبہ روئے دل باد
زیرا کہ ہست کعبۂ جاں آستانہ اش

گردم غبار و همدم باد صبا شوم
باشد بایں بہانہ درآیم بخانہ اش

احوال ما ز مشعلہ دانی کہ شمع من
در شرح سوز ماست زبان از زبانہ اش

یک روی و یک دل اند محبان بعشق او
زیرا کہ یافتند بخوبی یگانہ اش

مطرب کہ کرد نغمہ سرائی بوصف دوست
شوقی دگر فزود مرا از ترانہ اش

مجنوں بہ دَور صرفی دیوانہ خلق را
از یاد رفت و گشت فرامش فسانہ اش

دل من غالب دیوانہ گشت از روی زیبائیش
کہ بے وجہی نخواہد بود ایں دیوانگی ہائیش

من دیوانہ ام پا بستہ زلف چو زنجیرت
خوش آں دیوانہ کز زلف تو زنجیر ست بر پائیش

بہ رسوایان عشقت مے کنند ناصح ملامت ہا
نماند خسار خود تا ہمچو خود بینم ز رسوائیش

بہ تیغ ناز قتلم وعدہ کرد آں ترک عاشق کش
مرا کشت انتظار و از ادب بنمود تقاضائیش

بفردائے قیامت وعدۂ دیدار خویشم داد
چو امروزش ندیدم کے توانم دید فردائیش

چہ مے پرسی کہ از سودای آں زلفت چہ حاصل شد
ہمیں روز سیاہست آنچہ سود آمد ز سودائیش

پس از مجنوں بجائے اوست در ملک جنوں صرفی
ولے ترسم کہ خواہد ماند خالی بعد از و جائیش

چوں غم نصیب ماست بہر جا ز بخت خویش
بیروں چرا کشیم از یں شہر رخت خویش

ای بر سر تو تاج تجمل نمای روی
تا سرنگوں فتد شہ انجم ز تخت خویش

چوں برگ ہای لالہ و گل در ہوای تو
برباد دادہ ام جگر لخت لخت خویش

از جرم آنکہ نزد رخت لاف حسن زد
بردار گل نشستہ ز شاخ درخت خویش

صرفی حبیب دید و لے ہمرہ رقیب
ہر نیک و بد کہ دید رسیدش ز بخت خویش

جور تو مے کشم نہ ازاں کوی رخت خویش
شکر از تو مے کنم و شکایت ز بخت خویش

وارد ز داد خرقہ منقش ز داغ مے
تا شیخ سادہ برد بہ میخانہ رخت خویش

در عشق آں کہ تاج ورانند بندہ اش
بگذشتہ اند تاج نشیناں ز تخت خویش

خوبان چگونه رحم بفریاد ما کنند | تا شیر آں ندیده به دلهای سخت خویش
صرفی به لاله زار بیاد رخت رود
با جان چاک چاک و دل لخت لخت خویش

لطیف و صاف چو آب زلال پیرهنش | چو عکس مهر نمایاں چو آب صاف تنش
خجالت گل رنگین ز رنگ رخسارش | شکست سنبل مشکین ز زلف پر شکنش
رقیب بد گهرت گفت از جفا سخنی | چو دُر ناب به گوش تو کرده جا سخنش
ز روی تست خیالی ندیده ام شب هجر | خیال روی تو شمع است و دیده ام لگنش
شب وصال تو در حسن سر کشیدن شمع | کنایتی است که برگیر تیغ و سر فکنش
ربوده دل ز من آمانه کرد دلداری | بُتی که بی سبب آخر گرفته دل ز منش
بحسن یوسف ثانی نه گویمش صرفی
که صد چو یوسف مصر لبست در چه ذقنش

برون زپیرهنش کس نمی رسد به تنش | خیا هم نه برده درون پیرهنش
بخلق تا بنمایند صورت جاں را | بداں نزاکت و لطف آفریده اند تنش
کُشد مست من از خواب نرگس مخمور | ولی عجب که نگاهی فتد به سوی منش
ز یوسف است بسی بهتر از زلیخا هم | به هیچ کس نبود نسبتی ز مرد و زنش
بلا کشی که اسیر محبت است اگر | به دوست جاں نه دهد مشکل است زیستنش
بر اوج بام فلک تا بچند جلوه ماه | گشای پرده ز رخسار و بر زمین فگنش
شهید عشق بصحرای محشر ای صرفی
چو لاله سر بکشد غرق خوں شده کفنش

بُتی که آمده از جاں لطیف تر بدنش | بجاں حیات منست و حیات جاں ز تنش
نگار من که بود جان جان من چه عجب | اگر ز رشته بجانست تار پیرهنش
مشعبدی که از آں مه نهفته چهره مهر | نهاده جوهر جانم بحقه دهنش
شدند نغمه سرا طوطیان شکر خا | به وصف طوطی خط و لب شکر شکنش

مسیح را چه مجال سخن بجان بخشی | که صد سخن لب یار مراست در سخنش

اگر به پیش قدش سرو سرکشد صرفی
زنند باد دم سرد خود ز پا فکنش

جامه گلگونے که رحمے نیست بر حال منش | گشته از نازی مراد خون من در گردنش
یوسف ثانیست آں گل پیرہن از مصر حسن | شکر لله نیست خاک از دست کس بر دامنش
منکه هستم خاک راه او دو چشمم چار شد | هر کجا دیدم نشان نعل هاے توسنش
تیغ غمم کاشانه دل را دو صد روزن گشاد | پر نمے خواهیم از آں خورشید در هر روزنش
آں تن نازک ز بار پیرهن آزرده است | گرچه نازک تر ز بار گل بود پیراهنش
روز من چوں تیره و تار از فراق مهوشی است | کی توانم دید از خورشید تابان روشنش

کاشت صرفی در زمین دل همه تخم وفا
عشقبازانند از و خوشه چین خرمنش

گرچه نتوانم که گیرم در برش | دولتم این بس که باشم بر درش
بر سر در زد کلاه و کج نهاد | وه ندانم تا چه باشد در سرش
خنجری در پهلوی آں ترک شوخ | چاک دل در پهلویم از خنجرش
دمبدم وقت تکلم مے چکد | آب حیوان از لب جان پرورش
چوں بمیدان جلوه گر شد توسنش | رفت چشم من بمژگان ترش
با چنیں حسنے که دارد ماه من | کے بود حاجت به زیب و زیورش

مے خورد صرفی دمادم خون دل
نیست جز خون دل خود در خورش

اجل چو در زده پرویز را بجان آتش | شرار تیشه فرهاد بوده آں آتش
فگنده شعله بجان هاے مغبچان تیغت | درافتاده ز غیرت بجان و مان آتش
ز بسکه آتش عشقت تصرفے کرده | چو خوں شده همه جا در تنم رواں آتش
ز بسکه سینه ام از سوز عشق برگشته | بروں برآمده از چشم خونفشاں آتش

نه گل بود که جدا از جمال دلبر خود
زدم ز شعله آهی بگلستان آتش

زسوز من نشوی آگه چو بر تو عرض کنند
چراغ و شمع که دارند چو در زبان آتش

بسوز کو دلم از سوز غم ولی ترسم
که شعله اش بزند در همه جهان آتش

دلم پر آتش و هم چون چراغم از روغن
زیاده میشود از مغز استخوان آتش

زسوز عشق سمندر مزاجم ای صرفی
عجب مدان که مرا گشته قوت جان آتش

چو می نوشت ملک حال مبتلای غمش
چرا نه سوخته از سوز سینه این قلمش

کسی که تنگ بوجود دهان او دارد
یقین که می برد این فلک بعالم عدمش

بمن نگار کرم بیشتر کرد جور آغاز
بود بدایت جور از نهایت کرمش

زخوان عشق ولی نعمت خودم محفوظ
که جز بمن نرسیده است نعمت ستمش

ستاند از همه جان و ستم کند بر دم
بشکر از کرم عام و لطف دمبدمش

دوای درد خودم مرهم جراحت خویش
ولی نخست که دریافت لذت المش

همان نشان سعادت بهر دو کونم بس
که ماند چشم ترم را نشانی از قدمش

دل از عرب بعجم باز کرد عزم سفر
که یاد کعبهٔ کوی تو آمد از حرمش

مریز بر در او خون دیده ای صرفی
نخواهم آن که بخونم کنند متهمش

سخن دایم کند با غیر و می خواهیم خاموشش
بود کین شیوه را آن خاموشی سازد فراموشش

زلال خضر دارد ماتم هجر لب جانان
بظلمات است یعنی کرده این ماتم سیه پوشش

حسد باهم کشی می باشد اقران و اماثل را
به گوشش زان بگفت احوال اشکم آن در گوشش

شب هجران هم آغوش است جانم با غم جانان
شب سوز و سرور است امشب از بار غم آغوشش

لب نوشین او را خسته نیشش غم و هجران
به کام خود نیاید تا نه گردد نیش چون نوشش

پریشان زلفش از رشک بدوش افتادن کاکل
نمی دانم چرا کاکل پریشان است بر دوشش

دم عاشق کشی ماه وشی می بینم مستی را
که می مستش تواند کرد نی بیهوش و مدهوشش

دلا تا کی توان در کهنه جای زندگانی کرد | غمم او گر خریداری کند زنهار بفروشش

شب دیدار چون می گفت صرفی حال خود با او
که در نظارهٔ اول نه طاقت ماند و نی هوشش

بت طرار ما کند میرسدش | هر چه آن سرو سرافراز کند میرسدش

چون نهادند نکویان به رهش روی نیاز | گر بخوبان جهان ناز کند میرسدش

گر به زخمیکه ز تیغ مژه اش میرسدم | در راحت به رخم باز کند میرسدش

غیر او حسن نکویان چو بانجام رسید | جلوهٔ حسن که آغاز کند میرسدش

در مقامی که ز رخ پرده بر اندازد باز | که دلم چنگ طرب ساز کند میرسدش

آنکه مردم ز دو اقش لب او جانبخش است | گر مرا زنده بلب باز کند میرسدش

بار خوبان دگر چند کشی ای صرفی
ناز اگر آن بت طناز کند میرسدش

ص حرف الصّاد ص

رقیب را بکشم تا مرا کشی بقصاص | رقیب از تو نشود دور من ز هجر خلاص

دلم ز ماه وشان منزل تو آمد بس | عوام را نتوان داد ره بخلوت خاص

طپیدنم ز تو چون مرغ نیم بسمل نیست | به زخم تیغ تو هستم ز خوشدلی رقاص

نه ذره است و نه خورشید خالی از مهرت | زهی هوای رخت در سر عوام و خواص

نه چشم ماست که بحری پر از دُر ناب است | سرشک ما و دران بحر مردمک غواص

ز بسکه قصهٔ ما و تو بر زبان دارند | ز قصه های دگر بسته اند لب قصاص

ز غیر بگسل اگر مخلصی که ای صرفی
نیامده است دوستی در طریقهٔ اخلاص

جور تو از لطف عامت با من دلخسته خاص | شکر لله بیش تو هستم ز اهل اختصاص

من به غم خوشحالم اما از دل پر خون من
غم بتنگ آمد ولی هرگز نخواهد شد خلاص

حسن را راز نیست با عشق واز ان غافل عوام
محرم آن راز پنهانی نیامد جز خواص

موجب روشنی چو زر با ناصحان گویم ولی
لیس کصفی اذ لهم فکانه فیها الرصاص

عاقبت از دولت وصل تو گشتم نا امید
انتحی فسادت نفسی فی النوی اذ لامناص

نسبت رخسارت ای مه نیست با بدر منیر
حسنکم فی الازدیاد نوره فی الانتقاص

ریخت صرفی خون ز چشم خود ولی نبود عجب
گر بریزد خون او چشم تو از بهر قصاص

ای اسیر غم عشقت چه عوام و چه خواص
غم تو عام ولی دولت خوبی بتو خاص

بهر مرغ غمت از رشته جانم دامی است
که ازین دام نخواهد شدن آن مرغ خلاص

خونم ای شاه بتان ریز و میندیش ز پس
نه گرفته است کسی پادشهان را بقصاص

در دعای تو من مخلصم اما کس نیست
که دعاهای مننت عرض کند با اخلاص

تا بوصف رخ تو نغمه سرا شد صرفی
بر سماع نغماتش شب و روز زم رقاص

ض حرف الضاد ض

آمد از حلقهٔ زلف تو نمایان عارض
حلقه چون هاله و مثل مه تابان عارض

رنگ طاوس بهشتی است سر زلف ترا
تا به زلفت سیهت شعله فکند آن عارض

گل گل از نشاهی عارض خوبی تو شده
حسن تو تازه بهار است و گلستان عارض

دیده گریان ز تو چون ابر بهار است مرا
ای بگلزار جمالت گل خندان عارض

شب بزم تو چه حاجت بچراغست ای ماه
که ترا هست به از شمع شبستان عارض

همچو مهتاب پریشان شده در سایهٔ سرو
جا بجا ظاهر از ان زلف پریشان عارض

صرفیا عارض او مهر جهان افروز است
روز من تیره وا و ساخته پنهان عارض

غزل

گر رود جاں از تنم جاناں بود جانرا عوض
ور رود جاناں چه خواهد جاناں را عوض

در شب وصل تو گر مهتاب نبود گو مباش
پرتو رخسارت آمد ماهتاباں را عوض

باغباناں غم مخور از قحط باراں در چمن
آب چشم اشکبار اینست باراں را عوض

سرو بستاں سرخوش است اما اگر گویم رواست
کی بود آں سرو خراماں را عوض

چوں ببخشد بوسهٔ آں لعل شیریں رایگاں
گر قبولش نقد جاں افتد دهم آنرا عوض

آتشیں گلها بود در سینهٔ من داغ ها
در بهارستان عشق آمد گلستانرا عوض

بعد خسرو و جامی بلبل باغ سخن
کیست جز صرفی کنوں آں مرغ خوش خوانرا عوض

تیر مژگاں که دهی آب ترا چیست غرض
جز هدف ساختن سینهٔ ما چیست غرض

امتحان کردن عشاق مگر مے خواهی
ورنه خود گو که ازیں جور و جفا چیست غرض

از وجود من مسکین بلاکش یارب
غیر برداشتن بار بلا چیست غرض

خنجر غمزهٔ تو تیز به خوں ریزی ماست
یارب از کشتن ارباب وفا چیست غرض

عاشق خویشتنی ورنه در آئینه ترا
از تماشای خود ای ماه لقا چیست غرض

از رخ خوب تو صاحب نظراں را از من
غیر نظارهٔ انوار خدا چیست غرض

حلقه ساں باشی براں در چو دو تا گشت قدت
ورنه اے صرفی ازیں قد دو تا چیست غرض

اے که مے گوئی که حال خویش کن با یار عرض
سینهٔ پر خوں کنم یا دیدهٔ خونبار عرض

نے چناں یارے که فکر حال زار من کند
نے مرا یارا که حال خود کنم با یار عرض

بر دل از کوه غمش صد بار دارم بلکه بیش
نیست یارم تا باو ایں غم کنم یکبار عرض

وه نمیدانم که گر سویش نویسم نامهٔ
محنت هجراں کنم یا طعنهٔ اغیار عرض

ترسم از نازک دلی هابش که خواهد شد ملول
گر کنیمش اندکے از محنت بسیار عرض

مهربانے را نمی بینم که با آں دلربا
مے تواند کرد حال بیدلان زار عرض

قصد آں دارم که نقد جاں نثار او کنم
قاصد المقصود صرفی کن باو زنهار عرض

ایضاً غزل

رنجوری این خستهٔ بجانان که کند عرض
در ماندگی بنده به سلطان که کند عرض

گر جان نفرستم به وی این تحفهٔ احقر
از مور ضعیفی به سلیمان که کند عرض

یارب به نگاری که فشانم بغمش خون
خونباری این دیدهٔ گریان که کند عرض

حالم شده زان طرهٔ آشفته پریشان
با یار من این حال پریشان که کند عرض

من نالم و از درد من او را خبری نیست
با گل الم بلبل نالان که کند عرض

صد قصهٔ پرغصه مرا از غم هجر است
القصه با و غصهٔ هجران که کند عرض

خواهم که به عرضش برسانند غم من
اما نه بود در همه شهر آن که کند عرض

صرفی که کمین بندهٔ داعی است دعایش
در حضرت آن خسرو خوبان که کند عرض

نیاز بنده با آن شاه خوبان ای صبا کن عرض
دعاگوئی است آئین من و از من دعا کن عرض

ببوس اول به لب هاى ادب خاک در او را
پس از بوسیدن خاک درش احوال ما کن عرض

جدا از خاک پایش دیدهٔ غم دیده خون بار است
نیاز دیدهٔ خون بار با آن خاک پا کن عرض

بلای هجر جانکاه است و درد شوق نیز اما
چه حد من که گویم با وی این درد و بلا کن عرض

ز بس غمناکی من روز هجران حاسدم شاد است
غم هم جلاؤ شادی حاسد جدا کن عرض

مگو قاصد بلا و محنت من با سگ کویش
منو بیگانه حال آشنا با آشنا کن عرض

همه روئی که هست آئینهٔ نور خدایش رو
نسیما اشتیاق صرفی از بهر خدا کن عرض

با یار چسان حال دل زار کنم عرض
نشنیده کند گر همه صد بار کنم عرض

فریاد که تاثیر کند در دلش اندک
هر چند که درد و غم بسیار کنم عرض

یارب الم این دل خون بسته دهم شرح
با محنت این دیدهٔ خونبار کنم عرض

بی مهری آن ماه به عرضش برسانم
با جور رقیبان دل آزار کنم عرض

از سینهٔ ریش و جگر چاک نگویم
با جان حزین و دل افگار کنم عرض

قاصد چه بری نامه که خواهم من بیدل
خود بیدلی خویش به دلدار کنم عرض

آیا بود آن روز که باد یده گریان
غمهای دل غمزده با یار کنم عرض

یارب بود آن شب که با آن نرگس پر خواب — بے خوابی این دیدهٔ بیدار کنم عرض
خواهم که گریبان بزنم چاک به پیشش — یعنی که باو سینهٔ افگار کنم عرض
سودی نکند گرچه وفاداری خود را — با آن مه بے مہر ستمگار کنم عرض
در ره نتوان یافت دران خانه که ماریست — بار غم خود با در و دیوار کنم عرض
شوخیکه بسے نازک و تنگ آمده خویش — خوش نسبت که با او غم و تکرار کنم عرض

دشوار نه بے رحمی جانان شده حالم
عرفی بکه این قصهٔ دشوار کنم عرض

ط حرف الطاء ط

در راه تو ار بسر نروم شوخ سبز خط — تیغم بسر بزن که قلم میرود ز خط
چون جانب رقیب میروی کاش میخوری — سویم بود که براه ز مستی کنی غلط
دل زندهٔ ابد شده زان لعل جانفزا — رهبر بآب زندگیش گشته خضر خط
در دجله که گشته روان از سرشک من — پرها گشاده از مژه ها چشم من چو بط
دریاے رحمت است سراسر حبیب من — اما نصیب است ازو آتش سقط
تفریط در ترحم و افراط در ستم — چشم تراست نی چو میانت حد وسط

گفتی دهم مراد تو اما نمی دهی
عرفیست شادمان بهمین وعده فقط

در عاشقی خط تو مارا نشد غلط — قد حدث التفاتت علیکم بحسن خط
جز قصد جان من ز ار آن غمزه کی کند — آرے محل خویش اجل کے کند غلط
دل در میان چین سر زلف پر خمش — منزل گرفته است که الخیر فی الوسط
طفل سرشک را که روان میکنم ز چشم — باشد که آن بروز جزا ایم بود فرط
مجنون نبود همچو من از خیل عاشقانه — از جنس طیر نیست مساوی همای و بط
گه آب و آتش است گهی شیر و شکر است — هرگز ندیده ایم نگارے بدین نمط

دور است عرفیا ز ره عشق و عاشقی
گر لطف یار خویش کند فرق تا سخط

ایضاً غزل

همه گشتند خاک راه تو خوبان مشکین خط — غبار آن بود بر صفحهٔ رخسار تو این خط
دمید از عارضش خط تا کشید آن ترک عاشق کش — ز دیوان ازل در کشتن عشاق مسکین خط
ندیده ام تازه باغی در بهار حسن چون رویش — گل آن عارض است و سنبلش زلف و ریاحین خط
همن پادشاه نوخطان در کشور حسن است — بخدمت چون غلامان داده اند او را سلاطین خط
به دین زاهدان گر ترک عشق آولی بود غم نیست — که دارد مصحف روی تو بهر نسخ آن دین خط
بخط سبز شد آراسته رخسار گلگونت — به رنگ دیگران رخسار را داده است تزئین خط

جوانان سرش را غالباً صرفی نمیدادند
که زیب و زینت خوبان بیفزاید ز مشکین خط

گر لبت را باده گفتم گفتم ای دلبر غلط — چون کنم کز مستی عشقش فتادم در غلط
من بران بودم که مانند جان بتن چون بینمت — چون ترا دیدم یقینم شد که بودم در غلط
مصحف روی ترا آیات صحت ظاهر است — نسخهٔ حسن بتان دیگر است اکثر غلط
گو منجم کان مه خورشید روی میرسد — گر یکی افتد ترا در سیر ماه و خور غلط
ره غلط کردی و افتادی بچاه غبغبش — از غلط نا کردنت آمد دلا خوشتر غلط
چون رقیبان بدآموز ندایم همرهش — می کنند ره سوی ما آن سرو سیمین بر غلط سیمینبر

رفتی از میخانه جستی سر عشق از خانقاه
آن یکی صرفی خطا کردی و آن دیگر غلط

حرف الظاء

ظ ظ

چو گیرد جا به منبر از برای طعن ما واعظ — نما محراب ابرویت که خواهد شد ز جا واعظ
ملامت کرد با دیوانگان عشق را لیکن — اگر بیند رخت دیوانه تر گردد ز ما واعظ
به منع عاشقی تا چند درد سر دهد ما را — چون تواند برون کرد از سر ما این هوا واعظ
سبوی باده گه بر دوش و گه بر سر از آن بهتر — که دوش و سر بیاراید به دستار و ردا واعظ
بلای مستقیم آمد از قضا یش طعنه ام تا کی — مگر قادر تواند شد به تغییر قضا واعظ
سرشک دیده بر رو ریخت چون ما را نصیحت کرد — ولی دارد بروی اشک از روی ریا واعظ

اگر به گه شود از راحتی کز محنت عشقت … کند بهر مزید محنت عشقم دعا واعظ

فضیلت های عشقم ار بدانستی یکی از صد … به وعظ خود نه کردی غیر فضل عشق ادا واعظ

چو می بیند خدا را صرفی از خوبان چگوئی پند

اگر بهر خدا گوئی مگو بهر خدا واعظ

خوش است فصل گل اما جدا از یار چه حظ … جدا از یار خود از موسم بهار چه حظ

مرا که سینه پر از داغ لاله رخسار نیست … ز لو بهار چه حاصل ز لاله زار چه حظ

بکام دل چو لبش نیست جام را چه کنم … جدا ز لعل وی از جام خوش گوار چه حظ

به ریش خویش نخواهیم مرهمی که ز عشق … بغیر سینه ریش و دل فگار چه حظ

خوش است باده بکف بر کنار باغ ولے … چو نیست شاهد مقصود در کنار چه حظ

مگو که صورت زیباش خالی از معنی است … ز صورتے که نه دارد بجز نگار چه حظ

بخانه نیست حبیب و رقیب من انجا است

چو نیست گل به چمن صرفیا ز خار چه حظ

ع حرف العین ع

مگو بے حجتی زان غمزه زن قتلم شود واقع … که تیغ غمزه خونریزش آمد بے حجتے قاطع

اگر خون من بیدل بریزد کار خیر است ایں … ولے ترسم رقیبش آید از چیزے چنیں مانع

چو ترک چشمش از من برده عقل و هوش و دین و دل … چه خواهم داد دیگر گر نخواهد شد بدیں قانع

مه من با رقیباں دانه های خال را مفشای … به سنگ بدگهر تخم نکوئی را مکن ضایع

چه حد من که تعریفت کنم ای آنکه خوبی‌ات … رسوم لطف را مانع فنون جور را جامع

به شهر عشق رسم بے وفائی مانده مشهور … نگشته غیر ازیں آئیں به ملک دلبری شایع

اگر واقع شد از دلدار صرفی بے وفائی ها

چو ایں ها لازم حسنست عیبی نیست در واقع

از خوی بداں سیرت نیکاں چه توقع … یعنی ز رقیباں تو احساں چه توقع

ساماں شد و سر رفت به سودای تو آرے … از اهل محبت سر و ساماں چه توقع

زاں طره که جمعیت ز دلها به کمندش … جمعیت دلهاے پریشاں چه توقع

میل رخ و خط تو نه دارد دل زاهد — در شوره زمینے گل و ریحان چه توقع
تسکین دل من که دهد غیر وے اما — این شیوه از آن فتنهٔ دوران چه توقع
صرفی که ز خودکامی او جان بلب آمد
پس کام خود دم از لب جانان چه توقع

ای ز روی آتشینت سوخته جانم چو شمع — آرزو دارم که پیشت جان برافشانم چو شمع
اینچنین کز شوق تو مے سوزم از شب تا بروز — نیست امیدم که آخر زنده مے مانم چو شمع
تو خوش و خندانی امشب مجلس افروز رقیب — من به کنج تیره و تاریک گریانم چو شمع
چون نے سوزد دلت بر گریهٔ شبهای من — هر شبے بر گریه هاے خویش خندانم چو شمع
اے که مے پرسی از آن نسبت که من دارم باو — هست چون پروانه جانم روی جانانم چو شمع
من به سوز عاشقی سرگرمم اما ناصحا — از دم سرد تو بس ترسان و لرزانم چو شمع
آتشے در جانم افتاد از غمت وه چون کنم
چارهٔ جز سوختن صرفی نمیدانم چو شمع

سوز و گداز عاشقی پیوسته مے باید چو شمع — آزاده ام جز سوختن از من نمے آید چو شمع
گر من بسوزم مو بمو روشن شود حالم براو — در هر سر مو آتشے عشق ویم باید چو شمع
شکر خدا گر وصل او روشن شبی دارم ولے — نور وصالش تا بروز اصلا نمے پاید چو شمع
گر در رخ او عالمے پروانه سان خواهید سوخت — رخسار آتشناک خود هر گه که بنماید چو شمع
جمعند امشب مهوشان لیکن همه خواهان آن — کان مه بروی آتشین مجلس بیاراید چو شمع
از حال خود گر دم زنم مایل شوی سوی رقیب — رفتن بیک دم جانب دیگر نمے شاید چو شمع
گر سر به تیغ غمزه ام خواهد بریدن شام وصل
نور حیاتم صرفیا بالله که افزاید چو شمع

چون بمن وقت جدائی گفت جانان الوداع — جانم آمد بر لب و گفتم که اے جان الوداع
مردم از غیرت که گفتی الوداعے با رقیب — از ادا معلوم شد کز دل نه بود آن الوداع
وقت رفتن او سخن با من نکرد از ناز لیک — گفت چشمش با اشارتهای پنهان الوداع
در حریم سینهٔ من چون غمش منزل گرفت — ای دل و دین الفراق ای صبر و سامان الوداع
بے رخ او سبز باغ و کشت بستان چون کنم — نو بهار من چو رفت ای باغ و بستان الوداع

این زمان مارا قرارے نیست در ملک وجود
عزم اقلیم عدم داریم یاراں الوداع

تا بکے صرفی بلا و محنت ہجراں کشد
خرم آں روزے کہ او گوید بہ ہجراں الوداع

غ حرف الغین

اے کہ دارم الف از دست تو بر سینہ چو داغ
شب ہجر است الف و داغ توام شمع و چراغ

نتوانم کہ زمانے ز تو باشم فارغ
اے کہ از ہر دو جہانم بہ غمت نیست فراغ

جانب باغ اگر بگذری اے تازہ بہار
بہ تماشاے جمالت شگفد گل گل باغ

بوی زلفت اگر از مشک و عبیرم برسد
کی ز بوئیدن اینہا شنودم تازہ دماغ

من جدا و بسر کوی تو جا کردہ رقیب
وہ کہ بلبل ز چمن دور دراں منزل زاغ

نقد جاں گم شد و گفتند کہ چشم تو ربود
رفت در گوشۂ چشم تو دلم بہر سراغ

آں سمنبر چو کشد بادۂ گلگوں صرفی
چمن از غنچہ صراحی کشد از لالہ ایاغ

نو بہارا چہ روم لالہ رخا جانب باغ
کہ بہ داغ توام از باغ و بہارست فراغ

غیر یک داغ بہر برگ نہ دارد لالہ
دل بصد پارہ و ہر پارۂ آں با صد داغ

چوں شب بزم برافروخت رخت ز آتش می
ز آتش غیرت تو شب ہمہ شب سوخت چراغ

نیست محظوظ ز بوی خوشت اے گل زاہد
مگر از خشکی زہدش خللے یافت دماغ

عندلیباں ہمہ خواہند رقیب تو شدن
صرفیا گر گذرد گلرخ تو جانب باغ

صد بار اگرچہ واعظ بر من زد از زبان تیغ
چوں نام تو گرفتم کارے نہ کرد آں تیغ

خطی است راست تیرت بر دفتر حسابم
گر سر کشم از آں خط گو بر سرم بران تیغ

شمشیر کیں بقتلم یارب چرا کشیدی
چوں داشتے ز مژگان ای ترک جاں ستاں تیغ

دل کرد از بہر کشتن من
در پہلویم نشستہ سازد در استخواں تیغ

اکنوں کہ من بجانم از محنت فراقت
گر مے کشی بہ تیغم منت نہد بجاں تیغ

آں ساعد است یارب با ترک پیرہن من
دارد ز بہر قتلم در آستین جاں تیغ

خنجر که در کمر زد آن کج کله سبب چیست
چون بهر قتل صرفی بس بود در میان تیغ

دل ز من برد و جدا شد بی وفائی من دریغ — نی دل اکنون در برم نی دلربائی من دریغ
این گرفتار الست پابند کمند زلف او — وان ستمگار الست در بند جفای من دریغ
راحت و خوشحالی آمد قسمت اغیار حیف — درد و محنت آفریدند از برای من دریغ
او خرامان رفت و نتوانستم از پی رفتنش — ز آب چشم خویش در گل ماند پای من دریغ
درد او دارم درون جان و زین دردم بجان — نیست آن بیدرد را فکر دوای من دریغ
روز و شب جا بر در او چون سگان دارم ولی — او همی خواهد رقیبان را بجای من دریغ

در بلا افتاده ام صرفی ز درد هجر او
نیست او آگاه از درد و بلای من دریغ

ف حرف الفاء ف

ای که گوئی سینه ات نیست جائی بی الف — چاک هائی جامهٔ جان من است آن بی الف
از برم آن سرو رفت اما بحمد الله بماند — در میان جان نشانی از قدش یعنی الف
همدم من آه شد تا زد به لوح دل رقم — زخم تیرش همی و زخم تیغ او همی الف
آرزوی آن قد هم چون الف در سینه ام — پس بجای نعل داغ این سینه را او بی الف
معتدل قدت نه چون سرو و الف لیکن بلند — کی زند لاف از قدت سرو و کند دعوی الف
جای تو بر آستان شاه و زیر پای اوست — شد وطن زان رو بر اوج آسمانت ای الف

افسر اقبال اسکندر ببین آن خاک پا
ورنه صرفی بر سر او نیست بی معنی الف

مرا میراند آن سگ هر شبی از کوی جانان حیف — عجب جائی که بر یاران روا دارند یاران حیف
بجز دیدار تو پیشت دیدهٔ من نبود اما — بیک موجی که زد دریای اشکم گشت ویران حیف
کف پایت که نازک تر ز برگ گل است ای سرو من — بچشم ماندی و آزرده شد از خار مژگان حیف
رقیب ظالمت محرم شده این بینوا محروم — نشد سلطان من بر هیچ مظلومی بدینسان حیف
من لب تشنه دیدم آب تیغت در گلو اما — نه گشتم سیر و افتادم جدا زان آب حیوان حیف

نیامد جز بکام دیگران اصناف نشاط وصل | نصیب عشقبازان نیست در دور هجران حیف

بجانان جان سپردن بود مقصود دلم صرفی
بمقصود دل خود ناسپرده داده ام جان حیف

ساقیا چون به شریفی همه شب یار و حریف | چه شود گر کنیم یاد در اوقات شریف
او بنام است شریف و شرف دهر باوست | صورت و سیرت او هر دو لطیف و لطیف
شرفم بسکه غبارم ببرد سوی بساط | خاک راه طلبش گر شود این جسم ضعیف
آنکه رسم کرم عام بود خاصهٔ او | چه حد ماکه کنیمش بحقیقت تعریف
اوست مجموعهٔ خوبی و بیان نتوان کرد | همه اصناف کمالش، هزاران تصنیف
اصلش از عالم پاکست و درین عالم پاک | مثل روحی است لطیف آمده در جسم کثیف

چه کنی صرفی اگر قافیه یابد تکرار
که نیاید به زبان تو جز آن نام شریف

از الف نی ساختم در بزم عشق از داغ دف | بادف و نی جام شوق ای دل بنوش و لاتخف
میکشم خوبان عالم را بتماشا هر ولی | در میان جان تو نی خوبان دگر بر طرف
شهسوار من بمیدان غمت در راه عشق | باد پایی شوق میرانم عنان داده ز کف
وصف دندان تو گر گوش صدف خواهد شنید | از خجالت باز خواهد آب شد در در صدف
پادشاهان را ز خشت فرش کویت بخت و جاه | خسروان را بر سر از خاک درش تاج شرف
در پس و پیشت سهی قدان و باغ کوی تو | چون خیاوانی که هست از سرو شمشاد ش دو صف

ترک من جان و دل صرفی بهم دارند جنگ
کز پی تیر تو خواهد هر یکی خود را هدف

تیرها ی ناصحان را نا یکی باشم هدف | قلم لهم ان ینتهوا یغفر لهم ما قد سلف
ناوک او را که افتد در میان جان ولی | این کشد از یک طرف سوی خود و آن یکطرف
صد بلای جان براه عشق در هر منزل است | تو درین ره نه قدم مردانه ای دل لاتخف
روز عقل و دانش آوردم سوی عشق و جنون | حیف زاد فاتی که شد در جهل و نادان تلف

زاهد از انسانی و لب خشکی از افسردگی | از بهایم اشتر و از مستیش لب پر زکف
رتبه حسنت بسے عالی تر از خورشید و ماه | ای پسر آبای علوی را تو فرزند خلف

لشکر نازت که بر خیل محبان تاخته
کشته افتاده است صرفی درمیان آن دو صف

پیش قد تو گر نه صنوبر زده است لاف | بید از چه روکشید بروخنجر خلاف
گر تیغ تو سرم بشگافد چه غم شود | تر سم هوای تو بدر آید از ان شگاف
چون جان کنم نثار تو نه بود عجب اگر | گستاخئی چنین ز کرم داریم معاف
هرگه که تیغ غمزه کشد ترک چشم تو | بنمود سپاه هوش و خرد راه مصاف
آب حیات از دو لب جانفزای تو | مانند درد باده بود از شراب صاف
احرام بسته از فلک آید ملک اگر | خواهد که کعبه در او را کند طواف
خون است دل ز شوق دو چشمش غزاله را | صرفی گمان مبر که بود ناقه اش بناف

ایضاً

بتقوای شد ای شیخ عمرت تلف | بکش می عفا الله عما سلف
اگر محتسب بیند آن مغبچه | بگوید مرا می بخور لاتخف
بخاک درت سوده خورشید رو | از ان رو است خالش بر اوج شرف
بتان جلوه گر هر طرف صد هزار | مرادم توئی دیگران بر طرف
گریبان جانم از ان پاره است | که داما ن وصلت ندارم بکف
زجان من خسته دل بگذرد | خدنگی که جانان زند بر هدف

حرف القاف

چو یعقوب بے یوسف خویشتن
ببیت الحزن صرفی و وا اسف

ق

منکه هستم واله و شیدای عشق | در سر من نیست جز سودای عشق
عاشقم بالله نخواهم ننگ و نام | بعد ازین خواهم شدن رسوای عشق
پادشاه عشق ملک دل گرفت | کشور جان شد پر از غوغای عشق

هر که نتواند چشیدن زهر غم
کی بیابد لذت حلوای عشق

گوهر مقصود ناید در کفت
تا نه گردی غرقهٔ دریای عشق

کی بود محنت کشان عشق را
راحتی خوشتر ز محنتهای عشق

صرفیا از هر دو عالم فارغم
تا شدم دیوانه و شیدای عشق

هردم کشم آه و فغان از دست که از دست عشق
دارم دو چشم خونفشان از دست که از دست عشق

از خانمان ماندم جدا گشتم به غربت مبتلا
افتادم آخر اندر بلا از دست که از دست عشق

کوی جنون شد منزلم دیوانگی شد حاصلم
برباد شد دین و دلم از دست که از دست عشق

دارم دل این ناتوان اندوه و درد بیکران
دارم دل زارم بجان از دست که از دست عشق

دیوانه و شیدا شدم درمانده و حیران شدم
صرفی صفت رسوا شدم از دست که از دست عشق

در آئینه رخ خود دیدی و گشتی بخود عاشق
بلی جز تو نبودی همچون تو کسی را که شود عاشق

رقیب عشق بازان چون تو خود گشتی چه حد آن
که اکنون از غم عشقت تواند لاف زد عاشق

چه حاجت آنکه خود باشی اسیر خود که جان من
بهر تاری ز زلف تو گرفتار است صد عاشق

به پیش چشم آئی روی خود را بین بچشم من
اگر مشتاق دیدار خودی ای خود بخود عاشق

تماشا کن به آب دیدهٔ من عکس بالایت
اگر بر قامت خود گشته‌ای سرو قد عاشق

به دلهای خلائق عشق دارد طرفه تأثیرے
چه تأثیرے که او معشوق را هم میکند عاشق

بخود گر عاشقی

بخود گر عاشقی بد یار رقیب اکنون چو باشی
چه می زیبد که باشد یار رقیب خویش با عاشق

ندانم عرض حال خود چسان بر تو کند عاشق
که خواهد شد بیکبار نظارهٔ رویت ز خود عاشق

مه من عاشق لیلی نبوده غیر یک مجنون
ترا مانند مجنون آمده بیرون ز حد عاشق

بعشق صاد چشم و دال زلفت مبتلا خلقی است
ولی هرگز نیابی یکی چون من ز صد عاشق

چو قد دلربایت شد خرامان جانب بستان
صنوبر گشت با صد دل ترا ای سرو قد عاشق

نمی‌خواهم که غیر دیدهٔ عاشق رخت بینم … ولی بر دیده‌های خویش هم دارد حسد عاشق
چگونه اینهمه بار بلای عشق بردارد … که از معشوق خود هرگز نمی‌یابد مدد عاشق

رقیبش گر نه با من نیک خواهد بود بدگو باش

براه عشق تو توفیق یافتیم رفیق … اگر دهیم درین راه جان زهی توفیق
ره دراز فراقت ز شوق شد کوتاه … درین رهست مرا شوق تو رفیق و شفیق
منه براه طلب پای بی‌غم جانان … که گفته‌اند دلا الرفیق ثم الطریق
مگو که عقل کند مشکلات عشق آسان … که جاهلی چه کند فهم نکته‌های دقیق
مجو ز شیوهٔ زاهد طریقهٔ عاشق … که نیست هیچ مقلد چو صاحب تحقیق
به فرقه فرقهٔ اسلام و جمع اهل صلاح … بغیر تفرقه حاصل نشد ز هیچ فریق

بیاد لعل تو ریزد ز دیده دُر صرفی
ولی ز خون دل آن دُر شده برنگ عقیق

افتاب می‌نزا بر رخ آتشین عرق … جانم در آب و آتش از آن روی این عرق
یارب بروی چشمهٔ مهر این حباب‌هاست … یا قطره قطره بر رخ آن مه جبین عرق
بالای عارض تو عرق تا نشسته است … بر صفحهٔ صفا شده بالانشین عرق
سر بر کشیده لالهٔ تر در دم از زمین … چون ریخت قطره قطره ز رخت بر زمین عرق
ای پر عرق ز بادهٔ شب بزم عارضت … شمعیست اشکبار از آن آتشین عرق
بر برگ لاله قطرهٔ شبنم نظاره کن … یعنی بروی لاله عذاران ببین عرق

از دیده کاسه کاسه چو صرفی خوریم خون
اما قدح قدح کشد آن نازنین عرق

تا نشسته بر مه رخسارهٔ جانان عرق … آبروی چشمهٔ خورشید دیدم آن عرق
حیرتی دارم که چون پروین بروی مه نشست … چیست پروین بر رخ تو ای مه تابان عرق
گر عرق شد ز نور حسنت عجب نبود که هست … در بناگوش جمالت چون در غلطان عرق
عطر گل رویان گلاب آمد ولی در بوی خوش … از گلابت کم نیامد ای گل خندان عرق

قطره های آب دیده نیست بر رخساره ام
بلکه این بیمار گرفته است از تب هجران عرق

آتشی از غیرت افتاده است در جام شراب
چون کشیدی مست من در بزم میخواران عرق

نیست شبنم بلکه پیش عارض او صرفیا
بر رخ از شرمندگی دارد گل بستان عرق

ز تب هجران چنانم آب تیغش را بجان مشتاق
که نبود تشنهٔ حشر آب کوثر را بجان مشتاق

چه می پرسی که چونست اشتیاق من بدیدارت
تو خود فرما که چون باشد تن بیجان بجان مشتاق

چه حد دیده ماهی که مشتاق رخت باشد
بخاک پای تو گشت این دیده های خون فشان مشتاق

بهار است ای سهی قد جانب گلشن گذاری کن
به تشریف قدومت هم زمین و هم زمان مشتاق

چنانم آرزومند گل اندامان شب هجران
که گلهای بهاری را است بلبل در خزان مشتاق

جهانی تیره و تار است بی خورشید رخسارت
نمای رخ که بدیدارت همه خلق جهان مشتاق

بود مشتاق آب آن ماهی که افتد ز دریا دور
ولی صرفی زلال وصل او را بیش از آن مشتاق

مساز جز بدل خویش منزل غم عشق
بعشق کوش که خوش عالمیست عالم عشق

همیشه با غم عشق است شادمان اما
خوش آن دلی که دمی نیست خالی از غم عشق

رسید عشق و قدم ماند در حریم دلم
گشاد صد در دولت ز یمن مقدم عشق

همیشه باد دلم در گداز آتش شوق
مدام باد دو چشمم پر آب از غم عشق

چنان تو همدمی عشق خو کن ای صرفی
که عشق همدم تو باشد و تو همدم عشق

چنان امروز دارد آرزوی کوی ات این مشتاق
که فردا دوزخی باشد به فردوس برین مشتاق

محمد نامی و یوسف لقا عیسی دمی ایجان
عجب نبود اگر باشد نزار روح الامین مشتاق

بصد خورشید روز تیره ها تا کی شود روشن
ببک پرتو ز رخسار تو ایم ای مه جبین مشتاق

نشین با مردمان دیده ام در پردهٔ چشمم
چو اهل انجمن بین مردم خلوت نشین مشتاق

مثال بیدلان خوبان دلبر آرزومندش
چو ارباب نیاز از دلبران نازنین مشتاق

ملایک منزل او بر فلک خواهند چون خورشید | که اهل آسمان او راست چون اهل زمین مشتاق

مراد جان و مقصود دلی یعنی به وصل تو
دل هم دیده صرفیست چون جان حزین مشتاق

بر فلک آهم رود هر لحظه ای ماه از فراق | ده ندانم چون کنم آه از فراق آه از فراق
چون فراق تو برون از ملک هستی وادی است | لاجرم بردم به ملک نیستی راه از فراق
همنشین شد رقیب و من به هجران مبتلا | گاه در بر بادم از رشک وی و گاه از فراق
آرزو دارم که پیش جان دهم روز وصال | حیلتی در کشتنم یک چند درخواه از فراق
سینه مجروح و دل افگار و جگر پر خون مرا | بالله ای جان از فراق خستم والله از فراق
گرچه کاهی را نباشد طاقت کوه ولی | کوه غم دار بدیم با این جسم چون کاه از فراق

بسکه صرفی در نظر نقش تو دارد روز و شب
گرچه دور است از تو آنانی است آگاه از فراق

هر گز نمی نهم ز سر خویش بار عشق | کار منست عشق و دهم سر بکار عشق
گلهای آتشین بود این داغهای دل | گلگل شگفت باغ در بهار عشق
دلهاست چاک چاک پر از خون دانه ام | تو نو بهار حسنی و آن لاله زار عشق
گر ناله ها چو بلبل از آن گل کنم چه عیب | چون خار خار است دردم از خار خار عشق
بی اختیار شد دلم ای شهسوار حسن | دادم عنان دل بکف اختیار عشق
بگذشتم ببونه هجران چیز ولی | شکر خدا که کم نه برآید عیار عشق
ای قصه خوان حکایت اصحاب کهف چند | ای من سگی که کند جان نثار عشق
پیغامی از اجل بمن ناتوان رساند | پیک غمی که آمده است از دیار عشق

صرفی بهر دو کون بس است آبروی من
گردی که بر رخم بود از رهگذار عشق

هر کاروان غم که رسد از دیار عشق | جز در حریم دل نه گشاد است بار عشق
خواهی بجرم عاشقیم کشت ترک من | کار تو قصد جان من و من بکار عشق

شادم که کس مگوی که نشناخته مرا
تا بر رخم نشسته ز راهت غبار عشق

در باغ عشق اگرچه خلد خار در جگر
آخر گل مراد برآید ز خار عشق

گر صادقی مدار بدل زنگ رنگ غیر
جز بر وفا و صدق بنا مدار عشق

گر ترک آشنایی یاران مرا چه غم
عشق است یار عرفی و عرفیست یار عشق

حرف الکاف

مگر جانان من زد از سر مستی گریبان چاک
که شد مستان جام عشق را پیراهن جان چاک

عزیزان او است اکنون یوسف گل پیرهن لیکن
بحمد الله بدست کس نیفتاده است بدامان چاک

نسیم صبح چون بویی از آن گل پیرهن آورد
زد از شوق جمالش جامه را گل در گلستان چاک

دل ریش مرا از تیغ عشق و خنجر شوق است
هزاران پاره و هر پاره اش را هم هزاران چاک

خوش است از چاک سینه دل که بهر دیدنت او را
همه من روزن کاشانه و سینه شده است آن چاک

جگر پر خون و دل مجروح و جان افگار چون نبود
که دارد ترک من نعل تیغ مژگان چاک

نهان میداشت داغ سینه را در پیرهن عرفی
دریغا گشت تا چو لاله زد گریبان چاک

گر داغ عشق گل رخ خوبشم کند هلاک
چون لاله باز سر بهوایش کشم ز خاک

چون بر زمین و زیر فلک نیست همدمم
زیر و زبر زمین و فلک گر شود چه باک

تیغی که ترک چشم تو از غمزه برکشید
دل پاره پاره دارم از آن سینه چاک چاک

دردا که از فراق لب جان فزای تو
عشاق را رسید بلب جان دردناک

صورت نبست حرف محبت به لوح دل
این لوح تا ز نقش دو عالم نگشت پاک

گشتم ننگ شراب ز لعلت چنانکه هست
خواهم شد ار فتد بسرم سایه ز تاک

عرفی جواب گوی که عشق است دین من
در خاک چون سوال کنندت پس از هلاک

ایضاً دیگر

چو گفتم خواهم از دست بتی قتل خود ای بی باک
بر تیغ غمزه نوبم ریختی در دم ز بهر ادراک

خرامان آمده بردی دل از خلقی و بگذشتی
نه دیدم مثل تو سروی براه دلبری چالاک

مجملی که دارند آرزوی قد و رخسار لت
پس از مردن بجنبو اهند جز شاخ گلی بر خاک

غمی خواهم انیسی جز خیال تو شب هجران
بجان درد مند و سینه ریش و دل غمناک

سمندت گر نه آزاری کند ای شهسوار من
سرم روز شکارت باد آویزان از آن فتراک

بحمد الله که نقش صورت خوبان دیگر را
ز دیده شست و شوی آب دیده برد یکا پاک

از آن لب های شیرین تا جدا افتاده ام صرفی
بکام من ز زهر قاتل آمد تلخ تر تریاک

چون زد از خنده بر ریش کوه کن شیرین نمک
کوه از آن در شور آمد هست در کان این نمک

خواستم نوش از لبش لیکن بجان شوری فکند
تعبیه کرده است گویا در لبت شیرین نمک

کم نخواهد در دریش دل از خنده اش
کی تواند داد در د ریش دل تسکین نمک

ای که خوانی نعمت روحانی آمد حسن تو
زان ملاحتها که حسنت راست بر خوان همین نمک

تا نمک نبود چگونه دل برد حسن بتان
حسن را آمد همه من موجب تزئین نمک

گر چه بسیار ند ماه من بتان نازنین ولی
نیست مانند تو در حسن بتان چین نمک

تو بر نمک لیک از شکر شیرین تر است
دشنب صرفی که یارب چون شده شیرین نمک

حکیم عقل اگر چه در دهان تنگت آرد شک
چو سوفسطائیان اما درین تنگ نیز دارد شک

کسی گر شک بدیدار خدا دارد درین عالم
نمای مظهر نور خدا رخ تا نگذارد شک

بحالت های اهل عشق دارد شیخ رسوائی
چنان شک ها که سر تا پا از آن بیدار باد در شک

چه نالد شک بدین عاشقی داند باد شیرین
که او یا هم نشین خویش آخر می سپارد شک

کسی کاندر وجود چه هر فروشش یقینی نیست
اگر بیند دهانت را در آن هرگز نیارد شک

چه نا صحی را یقینی نیست در حقیقت عشاق
عجب نبود که شیطان بر دل او می گمارد شک

یقین دارم که خواهد مرد صرفی بے رخت لیکن
رقیب بدگمانت این یقین را میشمارد شک

به مطلوب ار نه واصل گشته سالک
بعون الله بجد شد بعد ذالک

چه خوش حجی است طوف کعبهٔ وصل
نه احرامی درین حج نه مناسک

جهالک در جهالک در رهٔ عشق
اجل مسکین هلاک این جهالک

گرفتی ملک دل را ملک جان هم
به عمر هاے تو معمور این ممالک

بلا و درد و محنت در رهٔ عشق
بسے مشکل سلوک این مسالک

کسے را خواجهٔ احرار گویند
که مملوکست او را عشق مالک

کشد بار محبت پاک طینت
نباشد کار هر حجام و حائک

نه در کشاف کشف آیت عشق
نه درک آن توان کرد از مدارک

به تحریر بلاے صرفی افتد
ز حیرت خامه از دست ملایک

از خیال دانهٔ خال و دستهٔ زلفت ملک
ساختن تسبیح دعا گویان تو یعنی ملک

من یقین دارم که نبود جز گمان آن میان
در گمان من همه اهل یقین را نیست شک

تو نهان در خانه مانند نمک در کان ولے
در همه بازار شوری از تو ای کان نمک

گرچه صد جورم کنی هرگز نگیرم ترک تو
اے دل سخت تو نقد عشق را سنگ محک

غنچهٔ پرخون گل گریبان پاره لاله داغدار
در گلستان بغم عشقت نیاید هیچ یک

چون اسیر عشق آن یوسف ز چشم یعقوب وار
از زلیخا صورتان کی گوش دارم نیست الدعا

گه رود فریاد یارب های من صرفی بچرخ
جز همان نتوان شنید از گنبد سبز فلک

بهر غم دید لطف یار اندک
ولے نسبت بکن لب یار اندک

جفا بیت گرچه بسیار است شادم
مکن این لطف را زنهار اندک

غم و درد من دلخسته بسیار
قرار و صبر و این بسیار اندک

به تیغ کینه از صد پاره سازی
رقیبت داند این آزار اندک

چه سود از گریهٔ بسیار صرفی
که کرده در دل تو کار اندک

ایضاً غزل

غم بدل دادی و گفتی الحذر ایا مشترک
دل ز جان بشنید و گفت اما نه تنها خوش ترک

نغمه مرغان قدسی وصف دام زلف تست
ای به ذکر دانه خال تو تسبیح ملک

زان نمک هائی که در خنده لب لعل تو بخت
جان من افتاده شوری در دل کان نمک

گوش از در بناگوش اینچنین آزرده گشت
یا به درد آمد چو این غمهاش گفتم یک بیک

در فلاح عاشقان گر ناصح اندازد شکی
غم نه دارم چون یقین زایل نمیگردد بشک

کاسهٔ سر گر تهی دارد ز سودایت چرا
همچو نی در ناله فریاد می باشد عجک

صرفی مبید دل که دارد کلبه در کوی دوست
سایهٔ دیوارش افتاده است بر بام فلک

ل حرف اللام ل

عالمی را بقدر تست گرفتاری دل
چون صنوبر شده قد تو ز بسیاری دل

زار می نالم ازین غم که دل من زار است
رحم بر نالهٔ زارم کن و بر زاری دل

چو دلم در دو جهان جز تو ندارم یاری
گر تو جانانه کنی پس که کند یاری دل

ترک آیین ستم کن چو ستمگاری تو
نتوانست پس آمد به وفاداری دل

طالب تست دلم لیکن اگر خاطر تو
نه کند میل چه حاصل ز طلب کاری دل

غیر بار غم تو بر سر دل نیست ولی
غم گساری که نه دارد سر غمخواری دل

کوه غم بر دل تو نیست گران ای صرفی
قطع صحرای طلب کن به سبکباری دل

ای طبیب دل عشاق شنو زاری دل
که تویی آنکه کند چارهٔ بیماری دل

در غمت کار دلم غیر جگر خواری نیست
وه که خون شد جگر من ز جگرخواری دل

چون گرفتار غمت شد دلم آسان نه بود
لیک درمانده ام آخر به گرفتاری دل

دل به کوی تو هم دور و لیکن چه عجب
که تنم هم برسد آنجا به مددگاری دل

دل بیازار غم تست متاعی ارزان
چه عجب گر بکنی میل خریداری دل

بسکه دل‌ها ز لبش چون مگسان برخیزند | دهن یار به تنگ است ز بسیاری دل

صرفیا چون بشب هجر بلا زور آورد
در چنین واقعه وکرد مشش یاری دل

عاشقی را که زدی تیغ توان گفت بخیل | جان که بی تیغ نه داد است بخلست دلیل
کویت از فیض و فتوح است همه مالا مال | چند حاجی بره کعبه رود میل بمیل
روی نادردم که کبود است ز سنگ ستمت | جامه جان ز دم از ماتم غم در خم نیل
خنده کم کرد و گریه لب یار ببین | همه از لطف تو دارم چه کثیر و چه قلیل
تاج عزت بسرم خاک مذلت ز درت | ای عزیزان جهان بر در تو خوار و ذلیل
جان به اندوه غمت بود کفیل دل من | دل چو بگریخت دران زلف گرفتند کفیل

چت ز تاخیر بمردن ز غم عشق کنی
کار خیر است و بخیر آمده صرفی تعجیل

روییت گل است و زلف تو سنبل بباغ دل | از سنبل و گل تو معطر دماغ دل
جا کرده در حریم دل من تو بی و بس | وز هر چه هست غیر تو دارم فراغ دل
هر کس بوصل لاله رخان شادمان و ما | زین قوم نیست حاصل من غیر داغ دل
فارغ ز چشم نرگسم و از چراغ گل | ای آنکه نیست غیر تو چشم و چراغ دل

صرفی که از صنوبر و شمشاد فارغ است
آمد خیال قد تو اش سرو باغ دل

آن گل که بی رخش نکند سوی باغ دل | داغش بدل نهاده نهادم بداغ دل
در راه شوق از شب تاریک غم چه باک | چون دارد از خیال رخ او چراغ دل
زلفش که رام دارد ازو مشک بوی خوش | دارد هوای بوی ازو در دماغ دل
از جلوه‌های شاهد گل در حریم باغ | دارد بیاد لاله عذاران فراغ دل

از کوی گل رخان چو نسیمی وزیده است
صرفی شگفته است ازان باغ باغ دل

خوشم که گشته‌ام از ضعف تن خیال مثال | که تا بخاطر تو بگذرم مثال خیال
شب فراق تو روز وصال را در پی | شب فراق ترا روز مرگ در دنبال

ترا بعین کمال دولت خوبی
خدا همیشه نگهدارد از عین کمال
وصال تست محال و پی تسلی دل
کنیم فرض که فرض محال نیست محال
بچه حاجتم بر و بال دهی در عشق
که هست دامنم از سیم اشک مالامال
بناز با قد خود با صنوبر و شمشاد
که نیست تازه نهالی چو تو بباغ جمال
همیشه ز آتش هجر تو عنبر سوزم
بزن بر آتش من آبی از زلال وصال
اگر بقول رقیب ستمگرم بکشی
ثواب آن نبود بر رقیب تست وبال
اگر دلی بجهان گم شود ترا گیرند
چرا که زلف تو بر بردن دل آمد فعال
جفاکشی بره عشق باید ای صرفی
اگر تو عاشقی از جور یار خویش منال

از ره دیده خیال تو گذر کرد بدل
پس از این رهگذرم عشق تو اثر کرد بدل
تیر مژگان تو رفت از دل و جا کرد بجان
ناوک غمزه ات از سینه گذر کرد بدل
از ره لطف چو بر دیده من ماند قدم
دیده از مقدم دلدار خبر کرد بدل
وه که نا دوخته یک چاک ز تیر مژه ات
خنجر عشق تو صد چاک دگر کرد بدل
دل کنم خون غمت ار ساخت بجانم مسکن
جان دهم در ره تو ام منزل اگر کرد بدل
نیست جز رنج بدن از سفر تن حاصل
در ره عشق تو خواهم سفر کرد بدل
صرفی از عشق رخت دیده دل روشن ساخت
پس در آئینه روی تو نظر کرد بدل

تعالی الله که رخسارت شگفت از تاب مل گل گل
ترا از طایران قدس چون جبریل صد بلبل
بگشتت گل چو شوی باغ رفتی سرو ناز من
شگفت از خرمی گل باغ باغ و باغ هم گل گل
برغم اهل قیل و قال ای مطرب بوصف می
کن آهنگ سرودی چون صراحی گوید قلقل
بهی جام ملکی جان برلب آمد این تامل چیست
چه تاخیر است ای ساقی کرم کن بی تامل مل
اوان عشرت و بزم لطیف و ساقی گل رخ
بگو مطرب که میگو صراحی دمبدم قل قل
براه عشق آن چابک سوار تند رو صرفی
رفیق خاکساران است لطف صاحب دلدل

شفای ماست به دیدار جان فزای خلیل
به می شفای علیل است بی لقای خلیل

دل پر آتش من گلشن از خیال ویست — که گلستان شده است آتش از برای خلیل
رسیده اند بمطلوب خویش از دل و جان — که هست کعبهٔ مقصود در انبای خلیل
اگر به تیغ جفا جانستاندش هوس است — منم کسیکه بجان می کشد جفای خلیل
چه حد بند که همزانو بیش تو اند شد — مرا چو دست دهد سر نهم بپای خلیل
خلیل جا به دلم ساخت بلکه در جان هم — دگر چگونه گزینم کسی بجای خلیل
چو نسبت غیر وی از کعبه جلوه گر صرفی
به گرد کعبه توان گشت در هوای خلیل

از نقاب غنچه ظاهر شد رخ زیبای گل — لیک در روی جمال تو کرا پروای گل
چون بقای موسم گل چند روزی بیش نیست — چند روزی میتوان بردن بسر در پای گل
لاله چتر لعل زد در صحن بستان چون برون — آمد از خرگاه غنچه شاهد رعنای گل
گل و بجنبد از صبا کرده است اشارتها بناز — غیر بلبل کی نفهمیده است اشارتهای گل
در بهار حسن چون روی تو شگفته گلی — ای عرق بر روی تو چون شبنم بالای گل
چون نقاب تو بنوشی غنچه بر رخ پرده چند — ای ترا پیراهنی چون جامه یکتای گل
غیر سودای تو در سر نیست صرفی را بلی
بلبل شوریده را در سر بود سودای گل

مرا نه هم فراغت و نه امید وصال — که کار عشق چنین است چون رسد بکمال
ز بسکه فارغم از هجر و وصل ساخته عشق — مرا ز فرقت تو نیست هیچ رنج و ملال
دمی که یاد تو گم گردم برستم از دو جهان — خوش آنکه یاد تو گردد انیس او مه و سال
ز غنچه دل من این چنین برآید خون — که از شراب غمت شیشه است مالامال
چگونه شرح دهم حلقه که من دارم — که در بیان چنین حالتی است ناطق لال
اگر بشور و سرورم و گر به محنت و غم — بیاد دلبر خویشم همیشه در هر حال
بعالمی است ز عشق تو منزل صرفی
که نزد آن دو جهانست مثل خواب و خیال

علیم ای ناصح مکن گر داده ام با یار دل — گر تو هم بینی او را میدهی ناچار دل
زان همی ترسم که خواهد شد دل آزار لقب — ورنه سهلست گر نه جور او کشد آزار دلی

بر من آسانست جان کندن ز عشق او ولی
مشکل است ای دوستان بر کندن از خط او دل

زاهدان را نیست به کار و عشق بازان را دل است
کار تن سودی ندارد گر بود بی کار دل

چون دل من رفت در زلفش دگر پیدا نشد
ای که گم در هر خم زلفت شده بسیار دل

چون دل ما را ربودی سرو خوش رفتار من
نیست عیبی گر نگهداری صنوبر وار دل

عاقبت بی اختیارت چون ز تو خواهد ربود
خود تو ای حرفی بیار خویشتن بسیار دل

ای که تا گوش تو افتاد پریشان کاکل
گوش کن حال پریشان مرازان کاکل

در گلستان جمالت بود ای تازه بهار
لاله رخساره و سنبل خط و ریحان کاکل

غالبا بر سرت ای آفت جان طومار است
بهر تعویذ ز چشم بد دوران کاکل

کاکل خود بنمودی و دگر پیدا گرد
فتنه ها را ز سراز بهر دل و جان کاکل

همچو حرفی شود احوال جهان دیگر گون
گر چه آشفته کنی زلف و پریشان کاکل

رقیبان را ز کوی یار دور انداختن مشکل
اسیران را باین قوم جفا جو ساختن مشکل

گرفتاران عشق و دردمندان محبت را
ز خود بیگانه گشتن آسان بخود پرداختن مشکل

چو عشقت جان ستانست از فسل آن همینه
که باشد بر چنین تن پروران جان باختن مشکل

در ایام سپاه غمزه و ناز تو خوبان را
لوای دلبری در ملک حسن افراختن مشکل

جهان شد تیره از رخسار او تاریک ای حرفی
نقاب از آفتاب روی او انداختن مشکل

تن اسیر محنت هجران و ما مشتاق وصل
فارغ از ما و تن ما جان با ستغراق وصل

طالبان وصل را باید گذشت از بردهٔ کون
غیر ازین کلک ازل ننوشت در اوراق وصل

گر به وصلم نیستی به هجران خوشتم
من نه بیجا بستم ز عشاق نه از عشاق وصل

ز هر هجران را به کام خویش در دارم آرزو
تا نگیرد باز هم به تقریب چنین تریاق وصل

با همه دفعش حرفیا ناچار باید ساختن
چون نکنم طاقت ما کوته است از طاق وصل

چون مرا از روز قسمت نیست استحقاق وصل
تن به هجران در دهیم باشیم بجان مشتاق وصل

بعد عمری دیدمت اما رقیبم با تو بود
بر چنین وصلی ز غیرت چون کنم اخلاق وصل

گر نخواهد خاطرت جز محنت مهجوریم
زهر هجرانم بود شیرین تر از تریاق وصل

رشتهٔ جانم الهی بگسلد دست اجل
گر بکار آید بهی شیرازهٔ اوراق وصل

کی تواند داد حرفی دولت وصلم فلک
چون ز بام قصر گردون زیر آمد طاق وصل

م حرف المیم م

اجل را در بلای هجر با خود مهربان کردم
پس از دیدار یارش وعدهٔ تسلیم جان کردم

امان از دخل شادی یافت ملک دل بحمدالله
بسلطان غمت این ملک را دارالامان کردم

فلک یاور نمی گردد این بلاها نیکه من دارم
به ناوک های آهش یک بیک خاطر نشان کردم

دل خود را بخوبان ستمگار جفا آیین
نه دادم تا نه با صد جورشان اول امتحان کردم

جگر را پاره و دل را فگار و سینه را پرخون
بهر نوعیکه مطلوب غمت بود آنچنان کردم

خضر شد طالب آب حیات از چشمهٔ حیوان
من از تیغت تمنای حیات جاودان کردم

مرا ماند و روان شد سرو من چون دل باو دادم
دل و جان را هم ای حرفی بدنبالش روان کردم

در راه عشق نام سلامت نمی برم
بدنامی چنین بقیامت نمی برم

ما را از اهل صدق ندانند روز حشر
تا داغ او بسینه علامت نمی برم

گو عقل کن ملامت ما کز جنون عشق
حظ تمام جز بملامت نمی برم

رخت وجود را چو بملک عدم کشم
از کوی دوست بار اقامت نمی برم

قد قامت از مؤذن اگر میرسد بگوش
تا سجده جز بآن قد و قامت نمی برم

اسرار باطن خم می کشف می کنیم
اما چو شیخ نام کرامت نمی برم

صد بار توبه حرفی اگر می کند ز می
هرگز باو گمان ندامت نمی برم

دلم صد رخنه کردی تا مگر بیرون شود مهرم
ندانستی که از هر رخنه افزون شود مهرم

فتد در خرمن خورشید و انجم آتش عشقت — اگر پرتو فکن در طارم گردون شود مهرم
پر از فرهاد گردد کوه بر مجنون شود هامون — چو پیدا ذره در کوه و در هامون شود مهرم
چنانم پر ز مهر او که گر تیغی زند مهرم — روان از زخم تیغ او بجای خون شود مهرم
چو تیغ جور و پیکان جفایت جانفزا آمد — تو خود فرما که از بیداد کم چون شود مهرم
در ایام حیاتم آه که از مهرم نشد آگه — ز غم مردم مگر معلوم او اکنون شود مهرم

چه غم گر اول از مهرش دلم محزون شد ای عرفی
که آخر مایهٔ عیش دل محزون شود مهرم

جلالتی دیگر از گردش دارند چشمانم — رهش دارد صفائی دیگر از جاروب مژگانم
دگر گردون نخواهد گشت گرد کعبه کو بت — بر آه خویش از سیر یکه دارد باز گردانم
بهشتی شد آفت دینم که ایمان پیش او کفر است — بحمد الله که بار آورد آخر نخل ایمانم
نخواهی در جهان اسباب جمعیت ز جمعیت — اگر ناصح بدانی لذت حال پریشانم
گریبان چاک از آن صبح است کز دست فلک کوگر — شب وصل آمد و من با فلک دست و گریبانم
دمادم حیرتم بر حیرتم افزون شود در عشق — چو حیرانی است کارم من بکار خویش حیرانم
ملک را رشتهٔ تسبیح از زنار زلف اوست — باین زنار اگر ایمان ندارم نا مسلمانم
مگو واعظ که روزی خواهی از رندی پشیمان شد — نخواهی دید در روز قیامت هم پشیمانم
دم موج حالم چه می‌پرسید کاندر لجهٔ حیرت — چنان غرقم که حال خویش را خود هم نمیدانم

ز یاران محبت گشت خاک کوی محنت گل
وزان گل دست حسرت ساخت عرفی جوهر جانم

وصف حسنت بصد کتاب کنم — غمزه و ناز باب باب کنم
آه آتش فشان ز دل بکشم — چشمهٔ مهر را سراب کنم
گر بیاید رقیب بر خشکم — مرده در خاک اضطراب کنم
بر درت جا اگر توانم ساخت — تکیه بر فرص آفتاب کنم
کف دریای من بود مه و مهر — عالم از گریه چون پر آب کنم
چه عجب گر ز کمال ضعف بدن — جای در گنبد حباب کنم
رخت هستی بدست پیر مغان — رهن یک جرعهٔ شراب کنم

غرض من بخواب دیدن او است
صرفی آں دم که میل خواب کنم

ساقی برو که از دل دیوانه سوختیم | آتش زدیم در می و پیمانه سوختیم
پروانه وقت سوختن آید باضطراب | ما مضطرب نیامده مردانه سوختیم
ویراں ز آب دیدهٔ خود خانه ساختیم | وز سوز سینه خانهٔ ویرانه سوختیم
جبرئیل آمد از پئ تسکین سوز ما | او را بیک زبانه چو پروانه سوختیم
دریا چرا بجوش نیامد که از دمے | در سینهٔ صدف دُر یک دانه سوختیم
از تند باد مرگ نمے مرد آں چراغ | کز آتش محبت جانانه سوختیم
با آتشیم ؛ هر که بما گشت همنشیں
صرفی چه آشنا و چه بیگانه سوختیم

چو خونم بے گنه ریزد شهید او نگویندم | بخون ناحقش شهرت نے خواهم بشویندم
بصحرائے عدم چوں رفته ام آواره خواهد شد | چو من گم گشتهٔ عشقم بجویندم بجویندم
ببزم عشق عود مجمر شوق جهاں سوزم | ز بوئے من بسوزند ای حریفاں گر ببویندم
اگر از وعدهٔ دیدار حرفے او نگفت امّا | شما هر تسلّی از زبان او بگویندم
بود کاں سنگدل آهی کشد از مردن صرفی
چو میرم از غم او بر سر کویش بمویندم

باده بدست شیشے نشسته بودم | وز زحمت غیر رسته بودم
جام خودی و شراب هستی | ایں پخته و آں شکسته بودم
آثار رقوم خامهٔ صنع | از لوح وجود شسته بودم
پیوند دلے که بسته او است | از هر دو جهاں گسسته بودم
پروازکناں ببال همت | زیں دام فریب جسته بودم
جانرا که سپرده ام همیں است | عهدے که بعشق بسته بودم
فارغ ز دو کون همچو صرفی
در کنج عدم نشسته بودم

جا بر درت رقیب را پیش تو اعتبار هم | دور فلک بکام او گردش روزگار هم

روز من از غمت سیه گشته ولی سپید از آن / موی سیاه من شده دیده اشک بار هم
وعده وصل میدهی لیک وفا نمیکنی / درد فراق تاب کی محنت انتظار هم
محنت و غم نصیب من، عیش و طرب رقیب را / حیف که بر مراد او دولت وصل یار هم
گریه من به کوی تو ریخته آبروی من / زار و نزارم از غمت در نظر تو خوار هم
در دل سخت تو اثر سنگ دلا نمیکند / ناله های های من گریه زار زار هم

هر که اسیر عشق شد جان به غمش سپرد و رفت
داده قرار بر همین صرفی بی قرار هم

برخیز تا ز دنیا و عقبی برون رویم / یعنی ز تنگنای من و ما برون رویم
زین خاک دان که نیست مقام مجردان / از کسوت دو کون مبرا برون رویم
جا در فضای وحدت ذاتی کنیم و بس / از سنگلاخ کثرت اسما برون رویم
هر جا که گردش فلک دون اثر کند / پا بر فلک نهاده از آنجا برون رویم
پای طلب به وادی دیوانگی نهیم / از پای و عقل مردم دانا برون رویم
در عرصه حقیقت هستی قدم زنیم / از وادی حقایق اشیا برون رویم

ما را ز جا برون نه برد ناقه سلوک
صرفی براق جذبه کجا تا برون رویم

عاشقان فارغ از خرد دایم / لا یخافون لومة اللائم
نزد عاشق ندارد اصلا فرق / عالم از امی امی از عالم
عشق هم جان ستان و هم جان بخش / این دو وصفش بیکدگر لازم
شهر دل را خراب کرده غمت / حاکم شهر هست بس ظالم
ای ستم حسن در زمانه تست / عقل محکوم عشق و او حاکم
کشته دلکشت زنده جاوید / محفل را اشک در آن و دل جازم

نظم صرفی به وصف دلبر ماست
آفرین صد هزار بر ناظم

تا ترا عهد شکن دانستم / جامه بر خود چو کفن دانستم
کاشکی ناصح من دانستی / آنچه از طرز تو من دانستم

گوهر اشک من و خاک درت
قیمت دُرّ عدن دانستم

بخیال قد و روی چمن است
حکمت سرو و سمن دانستم

نغمه را که بیاد تو نبود
کمتر از صوت زغن دانستم

نتوان کام گرفت از دهنت
سرّ تنگی دهن دانستم

دل ربود و نشدم آگه از آن
کار آن نادره فن دانستم

سخنش بهر بدآموز به رقیب
غرض او ز سخن دانستم

نوبه نو میرسد ای عرفی غمم
حاصل دیر کهن دانستم

چاره ساز آمد که دوزد جامهٔ صدپاره‌ام
جامهٔ خود پاره کرد و در گذشت از چاره‌ام

خانهٔ چشمم پر است از شعله‌های سوز دل
گر نپوشد دیده سوزد عالمی از نظاره‌ام

همچو موم از آتش شوقت جمالت شمع من
آب گردد گر دلی باشد چو سنگ خاره‌ام

ذرهٔ شوقت خیال آفتاب عارضت
شب ز هجر رهنمونی بس بود سیاره‌ام

غم به دنبال من است افتاده در بحر وجود
می‌کند آخر به صحرای عدم آواره‌ام

بینوائی‌های خویشت عرض کردم بارها
وه نمیدانم چرا انداختی یکباره‌ام

گر دولت خواهد شراب ای شیخ شهر از من بنوش
همچو خود شیخم مدان من عرفی میخواره‌ام

دردمی کاین نامه می‌کردم رقم
کان یجری الدمع ممزوجا بدم

هر رقم کز خامه‌ام ظاهر شدی
کان یمحوا ومعی ذاک الرقم

محو حرف اشتیاق از لوح دل
لیس لی وسعی وقد جف القلم

در بلای هجر حکمت‌ها بود
لیتنی لو شققت عن تلک الحکم

عرفی از دریای اشکم نه محیط
لیس الا شتی نشف من دیم

جان پر سوزم فروزان شمع و فانوسش تنم
پیرهن فانوس را بین بر تنم پیراهنم

بود مجنون مبتلای صورت لیلی در رخت
در جهان مجنون لیلی صورتان اکنون منم

رهبر مردان دین بودم چو تو گشتی ولی
چشم کافر کیش او شد در ره دین رهزنم

تابکی باشد من دیوانه را از بخیر عقل
وقت آں آمد که این زنجیر را من بشکنم

خانه و ایوان چه کار آید من دیوانه را
گر ضرورت افتدم ویرانه بس مسکنم

از غم چشمت چو مجنوں گم به صحرا سر نهم
حلقه کرده آهوان باشند در پیراهنم

کعبه کوی تو آمد قبله صرفی و بس
کافرست ار دیگر داند ز قبله ای صنم

معاذالله که بهر ناں بدوناں هم نفس باشم
چه غم دارم چه کم دارم چرا محتاج کس باشم

نمی خواهم که با زاغ و زغن هم آشیاں گردم
چو نتوانم که با مرغان قدس هم نفس باشم

کنم پرواز چوں عنقا بر قاف قدس سازم جا
چرا چوں بلبل و طوطی گرفتار قفس باشم

چو وارستم ز هر قیدی و بگسستم ز هر بندی
نه در قید هوا آیم نه در بند هوس باشم

برآمد ناقه همت رسم در محفل جاناں
به دنبالش چرا قانع به آواز جرس باشم

چو زاں گلشن نتوانم چید در هر دم گلی دیگر
نمی دانم ضرورت چیست تا با خار و خس باشم

امید آں چناں از همت خود دارم ای صرفی
که هر در مانده بیچاره را فریادرس باشم

در سینه چوں آمد غمش اکنوں جدا از من مشو
خوش نیست در وقت چنین ای دل جدا گشتن ز هم

داغ الف پهلوی هم بر سینه است از نه رقم
یعنی مراد سینه زد چندانکه مجنونست هم

بادی پس از مرگم وزید از کوی او بر خاک من
چوں گرد با دم از خوشی رقصاں بصحرای عدم

خواهم که سر بر پای آں سرو رواں مالم دمی
چوں آب از آں بی اختیار آیم ز سر کرده قدم

درد و بلای عشق را از جاں نمی خواهم جدا
بالله که آید صحبت یاران جانی مغتنم

جورت که آمد خوشتر از لطف نکویان دگر
گر داند کی افزاید از لطفت چه خواهد گشت کم

ترکی ز تیغ او قلم کرد استخوانم وا و بس
صرفی به لوح نام او زاں استخواں کرده قلم

زدرد چشم خود زاں رو من غم دیده گریانم
که ظاهر شد ز چشم درد ناکم درد پنهانم

پدر از حسرت پا بوسش آمد چشم گریانم
چو بنهاده است پا بر دیده آں سرو خرامانم

زدرد چشم من زاں رو به درد آمد دل زارم
که آمد مانع از نظاره رخسار جانانم

دوا های طبیباں نیست نافع درد چشم را
که باید سرمه از خاک پایت بهر چشمانم

خیال لعل میگون توام پیوسته در چشم است | ازاں سرخ است ہمچوں لعل چشم گوہر افشانم
ازاں رو بستم ایں چشمے که از ہجرت به درد آمد | که بے رویت نیفتد ز دیده بر خون دو دامنم

ز چشم میرود اشک ندامت صرفیا یعنی
ز ہر نظاره کافکندم بغیر او پشیمانم

جدا از یار چرا در دیار خود باشم | سفر گزینم و جویاے یار خود باشم
کنم عزیمت شہرے که یار من آنجاست | نہاده سر بدر شہر یار خود باشم
قرار داده به مردن نہم براہش سر | اگرچه سر برود برقرار خود باشم
باختیار خود آں خواستم که برد او | بروں بر آمده از اختیار خود باشم
زیار خود چو مرا روزگار ساخت جدا | چرا نه در گله از روزگار خود باشم
مرا زباغ چه حاصل ز نو بہار چه حظ | اگر جدا ز رخ گلعذار خود باشم
زبان خلق بکار است در ملامت من | مرا چکار بآں من بکار خود باشم
چو غمگسار نشد کس ز ہم نشینانم | بخود نشینم و خود غمگسار خود باشم

خوش آں زماں که من غمگسار اے صرفی
نہاده سر به ره شہسوار خود باشم

ہر دمت یاد کنم گر نه کنم پس چه کنم | آه و فریاد کنم گر نه کنم پس چه کنم
گر دمے بس کنم از ناله شبہاے فراق | باز بنیاد کنم گر نه کنم پس چه کنم
چوں نه امید وصال است مرا با غم ہجر | دل خود شاد کنم گر نه کنم پس چه کنم
در چمنہا به ہواے قد آں سرو رواں | میل شمشاد کنم گر نه کنم پس چه کنم
چوں غبارے شوم از ضعف و به کویت گذرم | ہمدمم یاد کنم گر نه کنم پس چه کنم
گه چو مجنوں سوے ہاموں گذرم گاه بکوه | رو چو فرہاد کنم گر نه کنم پس چه کنم

به که کاشانه ویرانه دل را صرفی
از غم آباد کنم گر نه کنم پس چه کنم

گریه بے یار کنم ور نه کنم پس چه کنم | ناله زار کنم ور نه کنم پس چه کنم
من که دارم سروکارے ہمچوں با غم او | سر دریں کار کنم ور نه کنم پس چه کنم
ہیچ کس گردن خود گرچه تمنا نه کند | بے تو ناچار کنم ور نه کنم پس چه کنم

به هوای رخ تو ناله کنیان چون بلبل
گشت گلزار کنم ورنه کنم پس چه کنم

چون که در روز ازل قسمت من خارم است
خو به این خار کنم ورنه کنم پس چه کنم

آه من بی مه رویت به فلک گر نه رسد
ناله اش یار کنم ورنه کنم پس چه کنم

صرفی از ناخن حسرت به شب ماتم هجر
سینه افگار کنم ورنه کنم پس چه کنم

ما نامهٔ پیچیدهٔ دل را بتو دادیم
جان نذر تو کردیم و بجل را بتو دادیم

از کشتن ما روز جزا باک چه داری
چون روز ازل خط بحل را بتو دادیم

ای دل غم خورشید رخی با تو سپردیم
نوری که برو ظلمت گل را بتو دادیم

چون گفتمش از غیر تو پیوند گسستیم
گفتا غم پیوندگسل را بتو دادیم

صرفی به دل خویش بکش صورت خوبان
صورتگری چین و چگل را بتو دادیم

ساغر می را درین ایام همدم یافتیم
چون صراحی در جهان هم مشربی کم یافتیم

هر چه خضر از بهر آن شد طالب آب حیات
از لب جان بخش جانان ما بیک دم یافتیم

دردمندان را نبود امید خوشحالی ولی
چون غم دلدار آمد از پیش هم یافتیم

چون سگت با ما است در فریاد و افغان همزبان
دردمندان را بسر عشق محرم یافتیم

گر چه ویران شد بنای عمر ما از سیل اشک
همچنان در دل اساس عشق محکم یافتیم

چون کنیم از جنت کویش اگر بیرون کنند
چون همین میراث از جد خود آدم یافتیم

نسبت غیر چهرهٔ زرد و سرشک سیمگون
هر زر و سیمی که ای صرفی بعالم یافتیم

چند هر دم ناله از درد دل پر خون کنم
با که گویم درد خود یارب ندانم چون کنم

لیلی من حالتی دارم که افلاطون اگر
همنشین من شود همچون خودش مجنون کنم

رفت جان و آرزوی او نه رفت از سینه ام
از درون سینه اش یارب چسان بیرون کنم

دوستان بنود ز آب چشمهٔ چشمم عجب
گر تماشای فرات و دجله و جیحون کنم

کی توان کردن شکایت زان مه نامهربان
گر کنم از بخت خود وز گردش گردون کنم

ساغر می چون نهد لب بر لب او ساقیا
دیده را پر خون چو جام بادهٔ گلگون کنم

رفته رفته شعر من صرفی شود موزون اگر
وصف آن رفتار خوب وقامت موزون کنم

نیافتم من مسکین مراد در عالم / بنامرادی من کس مباد در عالم
نبوده ایم دمے خالی از غمے بجهان / نه دیده ایم دل خویش شاد در عالم
چنیں که آه من آتشین عجب نبود / اگر ز آه من آتش فتاد در عالم
نه دوستی به وفا نه دشمنی بجفا / کسے نمے کند از بنده یاد در عالم
برادرے که طریق برادری ورزد / مگر زمادر دوران نزاد در عالم
فلک بکام همه اهل عالم است ولے / همیں مراد دل من نه داد در عالم
دعا ز عالمیان صرفیا مدار طمع
مکن به هیچ کسے اعتماد در عالم

شب بغم مے گذرد روز به محنت چه کنم / روز وشب مے گذرانم به مشقت چه کنم
دارم از حسرت دیدار تو صد محنت پیش / شد نصیب من محنت زده حسرت چه کنم
متحیر شده در کار خودم از غم تو / ماندم از عشق تو در وادی حیرت چه کنم
دل ربودند و نه کردند مرا دلداری / دلبران را نه بود هیچ مروت چه کنم
دل که کارش نه پذیرد به نصیحت اصلاح / پس چسالش دهم اصلاح نصیحت چه کنم
از تکلم بمن آن شوخ دهن مے بندد / گر به رویم نه کشاید در دولت چه کنم
نقد جاں گر کنم ایثار تو آں چیزی نیست / یعنی ای دوست کیم من بتو خدمت چه کنم
دلبر من که وطن ساخته در گجرات است / جانب کشور کشمیر غربت چه کنم
روز عیشم ز غریبی بشب آمد صرفی
آه و فریاد چه سازم شب غربت چکنم

یاد باد آن که چو بر ره گذرت بود سرم / سر عزت به فلک بود از آن ره گذرم
یاد باد آنکه جمالے که بود بے کم وکیف / بود ز آئینه رخسار تو اندر نظرم
یاد باد آنکه چو بر راه تو مے ماندم سر / مے نهادے قدمے بر سرم از راه کرم
یاد باد آن که چو دیدم بدن سیمینت / اشک چون سیم روان گشت بر روی چو زرم
یاد باد آن که بهر وقت چو گشا بم دیده / سرمه چشم نبوده است جز آن خاک درم

یاد باد آن که سمندت چو ره جلوه گرفت
ساخت جاروب رهت دیده مژگان ترم

یاد باد آن که چو انداخته ناوک ناز
هدف ناوک خود ساخته از جگرم

عهد کردم که اگر همت مردان خدا
برساند بسر کوی تو بار دگرم

تا بود جان بتن از کوی تو بیرون نه شوم
نه روم از درت ار جان ز تن آید بدرم

شب همه شب چو سگ کوی تو باشم بدرت
گر شبی غایب از آن در شوم از سگ بترم

گر هوای سفر افتد بسرم چون عرفی
یارب از کوی تو ام سر بسلامت نبرم

نه گردم سیر اگر صد بار رویش در نظر بینم
که هر بارے ز بارے دیگر او را خوب تر بینم

گذر هرگز نخواهد کرد آن سرو روان سویم
مگر مانند عمر خویش او را در گذر بینم

مه من زیر کاخ آسمان و برز بر خورشید
چه نیکو ساعتے کیں کاخ را زیر و زبر بینم

امید دیدن او نیست لیکن بر درش هر روز
روم بهر تسلی و به دل گویم مگر بینم

ز عکس لعل میگون تو خواهم چشم خود گلگون
بصد خون جگر بینم بدین رنگش اگر بینم

ز سر پا کرده آیم گر بسوی خود مرا خواهی
عجب باشد اگر فرقی میان پا و سر بینم

لبت چون گل بود رنگین و مانند شکر شیرین
شوم بیمار تا بر کام خویش آن گل شکر بینم

طریق عاشقی راه خطرناک است ای عرفی
ولے من بر نخواهم گشت اگرچه صد خطر بینم

هزار دل ز صنوبر بسبز که وام کنم
بهر دلے غم آن سرو را مقام کنم

نه حوری و نه پری نه فرشته و نه بشر
بحیرتم که ندانم ترا چه نام کنم

روم بباغ و به شمشاد و سرو گریه کنان
شکایت غم آن سرو خوش خرام کنم

کنون که آن بت هندو است رام من چه عجب
که ورد خویش شب و روز رام رام کنم

سهی قدان همه در جلوه اند و من حیران
که مایل که شوم رو بسوی کدام کنم

اگر به عشق بتان عرفیا شوی رسوا
طمع مدار که پروای ننگ و نام کنم

می شادی به کام خویشتن یک دم نمی بینم
به درد و غم قناعت کردم و آن هم نمی بینم

نه معشوقی است مانند تو و نه عاشقی چو من
ترا از لیلی و خود را ز مجنون کم نمی بینم

جگر خون شد مرا از همدمی های شب هجران / چه حال است اینکه یکدم خویش را بیغم نمی بینم
مرا همدرد جان کاه است پنهان در دل پر خون / چه سازم چون کنم ظاهر که یک محرم نمی بینم
نمی خواهم کسی را همنشین خویش در عالم / که آیین وفا در مردم عالم نمی بینم
نه تنها من درین عالم چنین غمگین و ناشادم / که هرگز هیچ کس را خوشدل و خرم نمی بینم
شوم در کوه و صحرا همنشین وحشیان صرفی
که آیین مروت در بنی آدم نمی بینم

ای بنده جمال تو مه و آفتاب هم / بیرون بر آ ز خانه برافکن نقاب هم
زلف ترا بهر سر موی گره گره / عشاق را به رشته جان تاب تاب هم
دارند آرزوی جمال تو مومنان / خوانند مصحف رخت اهل کتاب هم
پابوس آن سوار چسان دست میدهد / دستم نمی رسد که ببوسم رکاب هم
شبهای یار با رقیب می ناب می کشید / می سوخت دل ز آتش غیرت کباب هم
زان روی آتشین عرقناک صرفیا
دارم دلی پر آتش و چشمی پر آب هم

ز من تا جان نه برد آن مه نه مردم / بحمد الله بجانان جان سپردم
جفاجویی که دارد قصد خونم / چه خون دل که بهر او نخوردم
بیا ساقی اگرچه صاف می نیست / که من زین میکده قانع به دردم
ز مهر دوست در معنی بزرگم / بصورت گرچه همچون ذره خوردم
چو دل بر جان بجانان دادم غمت را / ز دست این غم آخر جان نبردم
خیالش کز لکد نقش اغیار / ز لوح دل بدین کز لک ستردم
بعشقم زنده جاوید اما
نگفتم زنده تا صرفی نمردم

خسرو کشور جنونم ز کرم آگهیم / خاک در تو بر سرم افسر پادشاهیم
ریختم از دو دیده خون ز ابر گریه تو گشت / اشک عقیق فام من داد بخون گواهیم
گرد تو همیشه پر سیم من بیاد تو شنیدم که سوخت / ز آتش عشق سوزنده پرستش گاه گاهیم
بی رخ او اگر دمی زیسته ام مقصرم / جان به درستی کنون روان در پی عذر خواهیم

گر درست بر روی من مانده و راز دارم اوست
ورنه شدی غمم نهان فاش ز روی کاهیم

نامه سیاهم و عجب نیست ز آب دیده ام
گر ز صحیفهٔ عمل می برد آن سیاهیم

جز من بیگنه همه کشتهٔ دوست صرفیا
هیچ گنه مگر بجز نیست ز بی گناهیم

ز من رنجیده یار دلنوازم
ندانم چون کنم یارب چه سازم

نمیدانم چرا آن شمع هرگز
نگشت آگاه از سوز و گدازم

شب محنت دراز و تو ز من دور
چه دانی قصهٔ دور و درازم

متاب از ناز روی از من خدارا
ببین بر پای خود روی نیازم

سرم را پایمال خویش کردی
بحمد الله که کردی سرافرازم

چه داری با من ای واعظ چه داری
که من رند و لوند و عشقبازم

بحمد الله که صرفی آخر کار
حقیقت او نمود است از مجازم

نامرادی که وفا از تو ندیده است منم
دردمندی که جفا از تو کشیده است منم

همه بی رنج رسیدند به کنج وصلت
وانکه صد رنج کشید و نرسیده است منم

جام جام از می لعل تو کشیدند همه
وانکه یک قطره از آن می نچشیده است منم

آنکه خون شد ز فراقت دل او جز من کیست
وانکه خون دلش از دیده چکیده است منم

نالهٔ زار همه خسته دلان یار شنید
دردمندی که فغانش نشنیده است منم

عندلیبی که به بستان جهان چو صرفی
گلی از گلبن وصل تو نچیده است منم

شب هجران ز ناله بس چه کنم
گر نه نالم ز هجر پس چه کنم

در سر من هوای قامت او
سرو شمشاد را هوس چه کنم

دامن وصل او بدست رقیب
گر مرا نیست دسترس چه کنم

بیکس افتاده ام به وادی غم
کس من نیست هیچ کس چه کنم

چند منع از فغان من کردن
جز فغان نیست هم نفس چه کنم

بلبل باغ قدسم ای صرفی
وه چه سازم درین قفس چه کنم

به که در راه طلب دل ز جهان برگیرم / توشهٔ راه خود از عالم جان برگیرم
چند گلفت کشم از هستی خود در رهٔ عشق / وقت آن شد که تکلف ز میان برگیرم
کار من عاشقی و دل بهمین کار بهم / خاطر از هر چه بود مانع آن برگیرم
یار من می‌گذرد به که من بیحاصل / حاصل خویش ز عمر گذران برگیرم
اگر اسباب نشاط و طربم نیست چه غم / مایهٔ عیش ز غمهای بتان برگیرم
همه گویند که برگیر دل از سیمبران / وه ندانم چه کنم آه چسان برگیرم
گرچه وصلش نتوان یافت ولی راه طلب
حرفیا ناله کنان اشک فشان برگیرم

گر ببعد جور و جفا از کوی خود میرانیم / من چنان یار وفادارم که خود میدانیم
حیرت من در غم عشق تو آمد از ازل / تا ابد خواهد کشید این مدت حیرانیم
ای بر اوج حسن چون خورشید گشته جلوه گر / در هوای نسبتت همچون ذره سرگردانیم
ای که می‌خوانی بسوی خود سگ آن کوی را / از سگی کم نیستم گر سوی خود میخوانیم
وه نمیدانم کجا باشم که دور از کوی تست / خانه چون زندان و من در خانه چون زندانیم
سالها شد کز تو حیرانم بحال خویشتن / تا بکی در وادی حیرت فرو می مانیم
عالم از جان کندن ای حرفی بسی دشوار شد
غمزهٔ خون ریز او شد موجب آسانیم

جانب کعبهٔ رویت به نیاز آمده‌ام / بستهٔ احرام حرمیت ز مجاز آمده‌ام
سویت ای قبلهٔ دل آمدم از کعبهٔ گل / شکر لله بحقیقت ز مجاز آمده‌ام
از درت بخت بد آواره مرا ساخته بود / لابه کرده و عذرگاری و باز آمده‌ام
بنده را گر بنوازی به نگاهی چه شود / که به امید نوای بنده نواز آمده‌ام
یاد ابروی تو محراب مسجد دیده‌ام / ورنه انجا نه من از بهر نماز آمده‌ام
کز سر زلف بدستم بنوازی چه شود
کز ره دور با امید دراز آمده‌ام

ناله کز شوق جانان میکشیدم میکشم / صبحدم کز درد هجران میکشیدم میکشم
از فغانهای دمادم جان بلب آمد مرا / لیکن افغانی که از جان میکشیدم میکشم

می کشید ای بیدل از زلفش پریشانی بسی
هرچه زان زلف پریشان می کشیدیم می کشیم

دل ز خوبانم نشد شاد و نخواهد سیر شد
درد و اندوهی کز ایشان می کشیدیم می کشیم

گرچه میدانم که گنج وصل نتوان یافتن
لیک رنجی کز پی آن می کشیدم می کشیم

بر مرادم نیست هرگز گردش چرخ فلک
محنتی کز چرخ گردان می کشیدم می کشیم

چون شدیم مانند صرفی پیر در راه وفا
هر جفایی کز جوانان می کشیدیم می کشیم

جانب کعبه بیا دست ز کویت گذرم
بجمالش به هوای رخ خوبت نگرم

دارم امید که غیر تو نگنجد در مکه
ورنه جا در کعبه نه شود جلوه گرم

بر لب شوق چو بوسم حجرالاسود را
غیر خال سیه تو نبود در نظرم

گه به دنباله کنم در حرم کعبه بسی
که حریم تو بیاد آیدم از انجاز حرم

دست در حلقهٔ کعبه زده خواهم که رسید
دست در حلقهٔ زلفین تو بار دگرم

مردم از زمزمهٔ شوق توام در گریه
چشمهٔ زمزم از این زمزمه شد چشم ترم

از در تو بدر کعبه نشد رفتن لیک
چه کنم چرخ فلک ساخت چنین دربدرم

فلک از کوی توام گرچه سوی کعبه برد
نتوان برد هوای سر کویت ز سرم

زندگانی به غم هجر تو مشکل بودی
گر خیال تو نبودی به سفر همسفرم

من کیم در چه شمارم که گهی از ره لطف
خبر خویش فرستی و بپرسی خبرم

نذر آن کعبهٔ جان سیم و زری صرفی
نیست چون اشک چو سیم و رخ مانند زرم

این دم که بر سرم قدمی ماندی از کرم
مطلوب خویش یافته ام زین دم و قدم

بهر نثار مقدم تو نیست غیر جان
این تحفه را اگر بپذیری زهی کرم

یارب ترا چگونه بسویم گذر فتاد
من بندهٔ کمینه تو سلطان محتشم

گر پرتوی بخاک فگنده است آفتاب
از نور آفتاب نگشته است هیچ کم

از محنت فراق الم داشتم بسی
وصل تو ساخت فارغم از محنت و الم

لایق نبوده ام بچنین دولتی عظیم
لطفت نواخته است مرا ورنه من کیم

صرفی که از فراق به وصل تو رست خلاص
گویا همین زمان به وجود آمد از عدم

غزل

توئی خسرو خوب رویان عالم | بشهر عالم جانی ای جان عالم
نه دیدیم مانند تو لولو بهاری | ز تو سبز و خورم گلستان عالم
جهان بے رخت تیره و تار تا کے | گشا پرده ای ماه تابان عالم
سلاطین و شاهان همه بنده گانت | تو شاه جهانی و سلطان عالم
زہے لعل تو خوشتر از جوهر جان | نیامد چنین لعل از کان عالم
ز زلف تو احوال عالم پریشان | تو غافل ز حال پریشان عالم

چه صرفی کمین بنده لشت بنگر
سوئے بنده ای شاه خوبان عالم

وصف رخت شنیده بسوی تو آمدیم | بهر نظاره همه روے تو آمدیم
اے آنکه هست قبله اهل صفا رخت | بهر طواف کعبه بکوئے تو آمدیم
از بسکه وصف روی تو کردند نیکوان | در آرزوے روے نکوئے تو آمدیم
اے گل معطر است ز تو بوستان هند | انجا که آمدیم ببوئے تو آمدیم
اے موی حلقه حلقه تو دام مرغ جان | از جان اسیر حلقه موئے تو آمدیم
چشم نظاره البست ز علین عنایت است | چون باز دیده کرده بسوئے تو آمدیم

صرفی صفت اسیر کمند محبت است
از حسن روی و خوبی خوئے تو آمدیم

گر ز شیم کافر عشقت مسلمان نیستم | کافرم گر زین مسلمانی پشیمان نیستم
میکش و بے باک گویندم همه شیخان و پیر | هرچه گویندم قبول اما از ایشان نیستم
گرچه از زلفت ظلمت کفر من است | از رخ چون مصحفت بے نور ایمان نیستم
چند تکفیرم کنید اے زاهدان خود پرست | کافر عشقم ولیکن نامسلمان نیستم
ما به فیض مطلق از نقشبید بیرون آمدیم | هرچه گویندم همانم گرچه خود آن نیستم
پُر ز گوهرهای اسرار است دریای دلم | بهر گوهر مایل دریای عمان نیستم

نیست دردی بدتر از نادرد مندی صرفیا
منت ایزد را که از نادرد مندان نیستم

غزل

گر بنالد هر دم هر نی که روید از گلم
کی تواند شد دمی خالی ز غم ها بیت دلم

مشکل است احوال من تا جان زارم در تن است
جز به تیغ جانستانت حل نگردد مشکلم

کوه محنت وادی اندوه و صحرای بلا
تا به اقلیم عدم اینست منزل منزلم

رشته های جان زارم گر چه از هم بگسلد
رشته مهر از سر زلف تو هرگز نگسلم

تا مگر بر خاکم افتد سایه سرو قدت
از حیات خویش دلگیر و به مردن مایلم

جا ز عین مردمی کردی بچشم من ولی
پرده های چشم از نظاره ات شد حایلم

گر نه مقبول سگان آستان او شوم
کی برنجم صرفی از یاران چو خود ناقابلم

حیف است که نادیده رخ یار بمیرم
خواهم که رخش بنگرم و زار بمیرم

تا زنده ام از کار خود اصلا نکشم دست
عشق است مرا کار درین کار بمیرم

بنمای رخ خویش چو بمیرم من بیدل
مپسند که با حسرت دیدار بمیرم

دیریست که بود آرزویم پیش تو مردن
زود آی که پیشت من بیمار بمیرم

گل پیرهنان ناله کنان رفته چو بلبل
بر یاد تو در گوشه گلزار بمیرم

هر دم خبر وصل فریبی و نیابی
صد بار شوم زنده و صد بار بمیرم

عار است مرا زیستنم بی رخ جانان
ای صرفی اگر زیستم از عار بمیرم

دوش گفت آن مه برویم کن نظر گفتم بچشم
گفت از آن نور الهی در نگر گفتم بچشم

گفت اگر خواهی نگاهی زان دو چشم جانستان
کن ز جان خویشتن قطع نظر گفتم بچشم

گفت وقت جلوه های ما بچشم خود بگوی
تا نسازد جلوه گاه از گریه تر گفتم بچشم

گفت بر ره چیست این گفتم که مژگان من است
گفت این خاشاک را از ره ببر گفتم بچشم

گفت اگر خواهی فروغی را ز صبح وصل ما
کو بچشمت تا بگرید هر سحر گفتم بچشم

گفت این کاشانه دل تیره هست و تنگ هم
منزل ما ساز در جای دگر گفتم بچشم

گفت اگر خواهی ز لعل در فشانم گوهری
از سرشک خود فشان در و گهر گفتم بچشم

گفتمش گشتند خاک رهگذارت مهوشان
گفت ای صرفی بروب این رهگذر گفتم بچشم

سرم بر گردنم بار گرانست آرزو دارم
که بردارمی به تیغ جانستان از گردنم بارم

پس از بیداری شبهاشی یارب بخواب آید
بود واجب ادای شکر این هر روز را دارم

بلا و دردم از تو نو بنو هر روز می آید
بود واجب ادای شکر این هر روز را دارم

امانت جوهر جانم ز لعل تست آن غمزه
بزور از من ستاند گر نه با لعل تو بسپارم

سر سودا ایم آخر بکار عشق خواهد رفت
ولیکن همچنان باشد بسودایت سر و کارم

بروید نخل اندوه دهد بر میوه حسرت
چو تخم آرزوئی در زمین مهر می کارم

ببدخوئی دل خود داده ام خود ستم کردم
عجب بنود ملامت گر اگر گوید ستمگارم

اگر عرفی بمیرم از غم بی مهری آن مه
ازین ماتم سیه پوشی بناشد جز شب تارم

هرگز به شب عیش کشب غم نه فروشم
جور تو به لطف همه عالم نه فروشم

یک دم چو تهی خنجر خون ریز به حلقم
آن دم به دم عیسی مریم نه فروشم

این یک دل غمگین که پر از درد تو دارم
بالله که بصد خاطر خرم نه فروشم

از مدت ایام محبت من بیدل
ای خضر بصد عمر تو یک دم نه فروشم

صد ملک نیاز من و یک ناز تو گفتم
گفتا چو نفیس است متاعم نه فروشم

زان گوهری بر اندم اگر اشک بریزم
فردوس بیک دانه چو آدم نه فروشم

جامی که به دریوزه دهد پیر مغانم
عرفی به همه سلطنت جم نه فروشم

من به این رخسار چون مه عاشقم
عاشقم بالله بالله عاشقم

عشق بازی را سزد عمر ابد
وه که با این عمر کوته عاشقم

شاه حسن است آنکه معشوق من است
من شه عشقم که بر شه عاشقم

یار من هر جا که از راهی رود
هم بدان جا هم بدان ره عاشقم

من بیاد روی عالمتاب او
گه به مهر و گاه با مه عاشقم

من همیشه عاشقم ای مدعی
نی چو تو گه زاهد و گه عاشقم

ته به ته عرفی دلم خون بسته است
با دل خون بسته ته به ته عاشقم

غزل دیگر

شکر خدا که من بتو نا آشنا شدم
بیگانه از خود و به خرد آشنا شدم

گردی ز جلوه گاه تو خواهم به چشم خود
از بهر این عرض به صبا آشنا شدم

بیگانه گشت هر که بمن بود آشنا
خوبان شهر تا به شما آشنا شدم

یاران بهم چو روز ازل آشنا شدند
من با غم فراق چرا آشنا شدم

معمور ملک عشق به درد و غم و بلاست
شکر خدا که این همه را آشنا شدم

درمانده ام به آنکه ندانم که صرفیا
با او کدام وقت کجا آشنا شدم

نسیما چون غباری گشتم و بردی دران گویم
مرا برداشتی از خاک شکر تو چسان گویم

جفا جوئی که قتل دوستدار الست آئینش
اگر از دوستی خونم بریزد دشمن اویم

گرفتم با بلا خوئی و بدم با عافیت خوبان
عجب نبود اگر خوئی بدا و کرد بد خویم

شب هجران به تیغ فرقت او چون ندادم سر
ز بهر کشتنم تیغ است بر سر هر سر مویم

فراقتم سرنوشت و گریه ام گو با همی سر گشته
که خط سرنوشت خو بآب دیده می شویم

ز خورشید جمالش پرتوی افتاد در چشمم
بحمد الله که آب رفته آمد باز در جویم

به کاخ آسمان گر فی المثل صرفی بود جایم
بیالا آید از زیر زمین سیلاب غم سویم

ن حرف النون ن

من نمیخواهم وفای وعده زان پیمان شکن
تا به تقریبی تقاضا یا شدم راه سخن

تا بچاه افتند نادانسته جانها خط تو
گسترانیده بساط سبزه بر چاه ذقن

چون غم عشق ترا دل داد جا در غم جهان
جان به دل گفت آخر از وی نی تو مهمانی نه من

یاد زلف تو کمندم گشته سویت می کشید
پی تن لاغر مثال تار موئی در رسن

گه خدنگ جانستان گه تیغ خونریز است مژه
هم خدنگ انداز ترک چشم تو هم تیغ زن

دردم از اندوه یعقوب و زلیخا برتر است
جای آن دارد اگر گویند بر من مرد و زن

طرفه فتانی است ای صرفی نگار من که هست
فتنه را از دست او انگشت حیرت در دهن

چون صبا وصف قدت با سرو گفت ای نازنین
سرو جنبانید سر یعنی که آری اینچنین

چون رقیب او طبیبم شد بشب بیمارم
نبض من بگرفت و هر کم داشت اندر آستین

ختم کارم بر جنون خواهد شد آخر زان سبب
روز اول شد ز من بیگانه عقل دوربین

صحبت عقل فراغت دوست چون جانکاه بود
جان من در گوشه چشم تو شد عزلت گزین

بی تو بسپردم به غم جان تا شب وصلم دهد
هیچ کس جز وی نه دیدم این امانت را امین

طالب دنیا یکی و مایل دین دیگری
دردمند تو نه دنیا آرزو دارد نه دین

تحفه جان از من بیدل اگر دارد قبول
سازدم ممنون چه جای آنکه گویم آفرین

هم به دنیا هم به دین باشد زیان از صحبتم
صحبت من اینچنین است الحذر ای همنشین

از جهالت در زمان حسن آن رشک پری
دائما در پرده غیب است پنهان حور عین

نی دلم نی عقل من واقف شده است از بردنش
چه هر جانم چو برد آن غمزه سحر آفرین

از عذاب گور کمتر نیست بی او محنتم
صرفیا از روی زمینم گشته چون زیر زمین

پیش از این روزیکه قتلم کرده کافر کیش من
در غزا ای من نشسته عقل دور اندیش من

رو چو سوی قبله هر سجده طاعت نهم
کافرم گر نبود از یادش ابروی در پیش من

چون به زخم تیغ هجرش لذتی دارم چه غم
گر ز وصلش مرهمی هرگز نهد بر ریش من

بسکه از دیوانگی در سودای عالم گشته ام
قطع پیوند از من دیوانه خواهد خویش من

ای جفای تو ز حد بیش و وفایم بیش از آن
می نماید کم ز کم نزد تو بیش از بیش من

گر نه از عشقش رسد یک نوش و صد نیشم رسد
کی بود آن شوخ را پروای نوش و نیش من

چون شنیده سیم افشانی من آن شاه حسن
گفت سیم اندوز نبود صرفی درویش من

میان آن قبا و تن چو حایل گشت پیراهن
به تنگ آمد قبا و زد گریبان چاک تا دامن

نه تنها شد چراغ کلبه تاریکم از آهم
که گشت از شعله آن خانه همسایه هم روشن

زدی بر گردنم تیغ و خلاص از منتم کردی
مرا مانده است بار منت تیغ تو بر گردن

مهر من آفتاب از روزن مشرق برآرد سر
تو بنما از دریچه رو که گردون بند آن روزن

ز روی آتشینت گل رخا نور خدا تابان
نهال قامت تو چون درخت وادی ایمن

اگر خواهی که باشد گوهر راز غمت پنهان
دل من حقه، این گوهر است آن حقه را شکن

نه هر دل مے رباید بل دلے کز جان بود خوشتر
صنوبر عرض دل ها کرده و نه گرفته سرو من

چه سود از حیله و تدبیر عقل عاقبت اندیش
که نتوان شد خلاص از فتنه آن غمزه هر فن

به قتل نوشتا باید یار اگر جان کندنت بیند
چو عرفی چاره جان کندن آمد دانجهان بر کن

آمد غم عشق و گفت با من
جان تو درون سینه یا من

مطلوب رقیب لطف ها ایست
ممنون تو هستم از جفا من

گه دامن خود کشی ز دستم
دستم بقیا منت بدامن

جا در دل و جان و سینه کردم
غم هاے ترا جدا جدا من

بے جور بتان چه لذت از عشق
دانم ستمت بر از وفا من

خواهم شب وصل ما شب مرگ
شبها نه کنم جز این دعا من

عرفی ز دیم امید وصل است
نومید نه کردم از خدا من

به کوی یار نتوان دم زدن رو سوی صحرا کن
دلا هر چند خواهی ناله و فریاد آنجا کن

ز بدخوئی اگر خونم بریزی راضیم بالله
نمی گویم که مهر من تو خوئی نیک پیدا کن

ز خوی نازکش ما را به او راه تمنا نیست
ببین پیش اے دل از خوی وی و ترک تمنا کن

ز لطف خاک راه او هوا را با دمیگوید
بخاک راه جانان شست و شوی روی دریا کن

نه از تیغت چو مرغ نیم بسمل مے طپیم ایجان
برقصیم و بیا رقصیدن ما را تماشا کن

چه حاجت آنکه خود کار مسیحا در عمل داری
بیک دم از لب جان بخش پیدا صد مسیحا کن

مکن تاخیر در جان دادن از اندوه ای عرفی
چه گویم کانچه باید کردنت امروز فردا کن

ز اشک خود همه روی زمین ای دیده دریا کن
بسان مردم آبی بدریا خلق را جا کن

من از روی بتان نور خدا امروز مے بینم
تو اے زاهد تماشاے لقایش گو به فردا کن

به تیغ غمزه قبض جان زارم وعدهٔ چشمش کرد
بگو در گوشهٔ چشمش دلا او را تقاضا کن

چو خوانی قصهٔ مجنون چه دانی صدق و کذبش را
یقینست چون جنون ما است شرح قصهٔ ما کن

تمنای محال است آرزوی وصل او اید دل
ولیکن من نمی‌گویم که ترک این تمنا کن

دهان یار من هم هست، هم نیست ای خرد بشنو
ترا مشکل‌کشا گویند حل این معما کن

در اشک تو همچون نقطهٔ رمل است ای عرفی
اگر رمالی آن دزدی که دل برد است پیدا کن

بر بیدلی گذر زنی بسملش مکن
در می‌کشی حذر ز فغان دلش مکن

خواهد دلم که جا بخم زلف تو کند
جایش بده وگرنه بخود مایلش مکن

جان دادمت که بوسه دهی ورنه دادیم
حقی که بر تو هست مرا باطلش مکن

تاراج عقل و دین عمل ترک چشم تست
جز درد یار اهل وفا عاملش مکن

ای عشق هر بلا که ز بالای او رسد
جز در حریم جان و دلم منزلش مکن

صد بحر معنی از دل عاشق روان بس
واعظ از نظر بصورت آب و گلش مکن

عرفی چه نالی از غم جانان که این بلا
آسان شود به دادن جان مشکلش مکن

روی نیازم بر درت ای کعبهٔ مقصود من
اما غباری بر درت از روی گرد آلود من

آئینهٔ مقصود را زنگ از غبار هستیم
نابودن من در جهان بهتر از بنیاد بود من

از سینهٔ پر آتشم دودی بر آمد تا فلک
از بهر باران بلا ابر سیه شد دود من

روی عبادت دارم از بهر خدا سوی بتی
باشد ز حسن این عمل راضی شود معبود من

سودای خوبان در سرم سودم جنون عاشقی
سودم زیانت ای خرد یعنی زیانت سود من

مقبول واعظ زاهدان مردود او دردی‌کشان
مردود او مقبول من مقبول او مردود من

از مطلع امید من شد ماه روی جلوه‌گر
نور سعادت ظاهر است از طالع مسعود من

گر سر بپای او نهم ور جان براه او دهم
خشنود کی گردد ز من دلدار ناخشنود من

مقصود من دیدار او مقصد در و دیوار او
عرفی تغافل کار او از مقصد و مقصود من

چشمت زده راه حق پرستان
زلف تو سواد کافرستان

نازی بکن و ببر دل و دین — یعنی که یکی بده و دو بستان
در خنده گه غنچهٔ گل رود باز — گر خیمه زنی بطرف بستان
ای تازه بهار روضهٔ قدس — خرم بهوای تو گلستان
دادم به دو چشم مست تو دل — ترسم شکنند شیشهٔ مستان
پیر خردم بمکتب عشق — افتاده چو طفلک دبستان

صرفی روشت به می پرستی
خوشتر ز طریق خودپرستان

درد است بر دل ماست نهان از تو چه پنهان — از درد نهانیم بجان از تو چه پنهان
آری و بلی گفت زبان پند کسان را — اما نه ز دل گفت زبان از تو چه پنهان
دزدی که درآمد بدل و جوهر جان برد — داریم بچشم تو گمان از تو چه پنهان
چاک جگرم خلق بدانند که از کیست — از تیغ تو ام هست نشان از تو چه پنهان
محرم بجهان نیست رفیقی و غمت را — پنهان کنم از اهل جهان از تو چه پنهان
کس نیست که داند سبب گریهٔ ما را — از شوق تو ایم اشک فشان از تو چه پنهان
هرکس بجهان قبلهٔ خود کرده بتی را — من جز تو نخواهم ز بتان از تو چه پنهان
بگداخت ز پوشیدن عشقت جگر ما — سریست که گفتن نتوان از تو چه پنهان
خون کرده دلم را غم پنهان و جز این نیست — خونی که شد از دیده روان از تو چه پنهان
یک بوسه مرادم ز لب تشنه که خواهم — از مرگ بدین حیله امان از تو چه پنهان

گفتی ز سر ناز که از کیست فغانت
صرفی ز تو آمد بفغان از تو چه پنهان

طریق بیدلان پیوسته یاد دلربا کردن — ولی آئین او از دردمندان یاد ناکردن
فراق دوست بر جان تا توانش جفائی کرد — که نتواند کسی بر دشمنان هم این جفا کردن
امید وصل یار خویش نتوان داشت از گردون — چو کار دوست یاران را ز یکدیگر جدا کردن
وفاداران خود را تا بکی خواهی فراموش کرد — همه من نیست عیبی یاد ارباب وفا کردن
بعرض آنکه بر جمعی است در دین بتان واجب — نتوان یک واجبی را بلکه فرضی را قضا کردن
حیاتی یافتیم بخشید آب تیغ خون ریزت — عجب حقی از و دارم که نتوانم ادا کردن

بما آن مظهر نور خدا کی روی بنماید
که کارش نیست صرفی کاری از بهر خدا کردن

کشا چشم ترحم بر من بیدل نگاهی کن
اگر پیوسته نتوان کرد باری گاه گاهی کن

ره بیرون شدن از سینهٔ من نیست غمها را
تیغ غمزهٔ خود سینه ام بشگاف و راهی کن

بود دستور شاهان جهان قتل گنهگاران
تو برکش تیغ ناز و قتل چون من بیگناهی کن

تویی سلطان عالم بندهٔ تو پادشاهانند
بیاد ناز بر هر بنده و پادشاهی کن

بخاک راه خود روی نیاز نازنینان بین
کلاه ناز کج نه ناز بر هر کج کلاهی کن

شدی مست می عشق و فتادی در زنخدانش
که گفتت ای دل که در مستی گذر بر طرف چاهی کن

اگر صرفی رقیبان منکر سوز دلت باشند
بیک دم روی ایشان را سیاه از دود آهی کن

در مجلسی که فند سخن از نازکیهای بتان
جز وصف آن نازک میان نبود حدیثی در میان

این طرفه کان کان نمک از خنده شکر ریخته
وین طرفه تر کز شکرش شوری فتاده در جهان

گر در هوای قامتت جنبد نسیمی در چمن
سرو بیک جا مانده اش از جای خود گردد روان

گر نام آتش بر زبان گیری نخواهی سوختن
زینسان که در تحریر آن کلکم شود آتش فشان

ناخورده شکر کی شود شیرین ز یادش کام جان
اما ز یاد لعل او شیرین مرا گردد دهان

کاغذ چسان تاب آورد تحریر شور شوق را
تأثیر عشق او ببین کز نام او سوزد زبان

بگذر ز پیران صرفیا بگزین جوانان را که نیست
از عقل پیرت حاصلی گر نبودت بخت جوان

چاره جز مردن ندارم گر رود جانان من
چون نتوان زنده ماند ار گر نماند جان من

هر زمان آیم به تقریبی گدایی بر درش
تا نگیرد به کوی او سگش دامان من

از غم عشقت بحال من همه در حیرت اند
وه که من حیران عشق و دیگران حیران من

خون دل ناچار باید ریختن از دیده ام
ورنه گردد نشتری بر دیده هر مژگان من

آه آتش بار اگر اینست سوز عاشقی
بی وفایی من حذر کن ز آتش سوزان من

گر چه پنهان کرده ام در دل غم عشق ترا
وه که دل هم نیست آگه از غم پنهان من

ناصحم گوید که بیرون کن هوایش را ز دل
چون کنم صرفی که بیرون شد دل از فرمان من

غزل دیگر

ز کوی سرو ناز خود گذر کردن توان نتوان
هوای قامتش بیرون ز سر کردن توان نتوان

چنان کان مست جام حسن دارد خوب استغنا
ز احوال خودش گاهی خبر کردن توان نتوان

چو آن خورشید عالم تاب از رخ پرده اندازد
به رخسار وی از حیرت نظر کردن توان نتوان

من بی صبر و سامان یک دلم با او نه او با من
ولی با او دل خود را دگر کردن توان نتوان

چو بگشاید خدنگ غمزه آن ترک کمان ابرو
بغیر از سینهٔ خویشش سپر کردن توان نتوان

رقیبان گرچه ما را از سر کویش جدا کردند
ولی ز انجا دل ما را بدر کردن توان نتوان

نه دانم چون گریزم از خدنگ غمزه اش صرفی
که از تیر اجل هرگز حذر کردن توان نتوان

اگر سازم ترا از مردمان در چشم تر پنهان
دو چشمم نیز خواهندت ز رشک یکدگر پنهان

نمیدانم چه سحر است اینکه همچون مردم چشمم
بچشم من گرفتی جا و گشتی از نظر پنهان

دلا چون غنچه خون بسته ام در سینه پنهان نیست
که پیکان خدنگ تست در خون جگر پنهان

خدا را تلخ کامی های من مپسند جان من
چو داری در دهان تنگ صد تنگ شکر پنهان

زر رخسار و سیم اشک ظاهر ما گدایان را
طریق مالداران اینکه باشد سیم و زر پنهان

بدل عشقت نهان لیکن ز چشم خون فشان ظاهر
ندارم غیر ازین کاری اگر پیدا و گر پنهان

مکن ظاهر غم عشق بتان را بلکه ای صرفی
بسی خوشتر بود هرچند باشد بیشتر پنهان

با هر که غیر ماست وفا میکنی مکن
با ما همیشه جور و جفا میکنی مکن

ای ترک شوخ جور و جفا میکشی مکش
آهنگ قتل اهل وفا میکنی مکن

هردم بجانب دگران میروی مرو
هر لحظه قطع یاری ما میکنی مکن

ره سوی خود رقیب مرا میدهی مده
بیرون ز کوی خویش مرا میکنی مکن

داغ فراق بر دل ما می نهی منه
عشاق را ز خویش جدا میکنی مکن

هردم گره به زلف دوتا میزنی مزن
ما را اسیر دام بلا میکنی مکن

از صرفی شکسته جدا می شوی مشو
سلطان من جفا به گدا می کنی مکن

غزل دیگر

مردم ز غم هجر و ترا نیست غم من
پیش تو مساویست وجود و عدم من

هر کس دو سه روزے قدمے چند زد اما
در راه غمت نیست کسے بر قدم من

تا همدم من یاد لبت آمده پیداست
خاصیت انفاس مسیحا ز دم من

عشاق جهان جمله چه فرهاد و چه مجنون
در ملک جنون شد بزیر علم من

مجنون لقب قیس ز لیلے بجهانست
یعقوب از آن یوسف ثانی علم من

عرفی قلمم زد رقم او صاف جمالش
شد ملک محبت همه زیر قلم من

گر نه در ملک وفا آمد جنونم رهنمون
چون طلب کردم ز زلف یار زنجیر جنون

گر شوم پیر از دلم میل جوانان چون رود
بلکه میگوید گردد حرص در پیری فزون

ساغر عیش و لم ساغر جورش دلے
وه چه سازم چون کنم کافتاده این ساغر نگون

چند میگوئید یاران چونی و حال تو چیست
حالتے دارم که نتوان گفتن آنرا چند و چون

آن جفا جو بر من آخر مهربان ناچار شد
چون سپاه جور او رکرد صبر ما زبون

هر یکے از غمزه و ناز و عتابت جانستان
اے بقتلش دردمندان محبت ذوفنون

در گمان آن که کشتی غیر را از رشک من
چون نشانے دید بر شمشیر تو عرفی ز خون

امشب اگر با یک دگر بزمے زنیم ای سیمتن
تو لب بده من جان دهم چیزے ز تو چیزے ز من

شیرین کلامے چون لبش گو تا سخن گوید باو
غیر لب او با لبش گو آنکه زیبد هم سخن

تن زنده از جانست و جان دارد ز عشقت زندگی
معنی بود در جان من عشق تو چون جان در بدن

از غمزهٔ او ریزه چون الماس در جانم فتد
هر سو بگردد جلوه گر آن شوخ چشم غمزه زن

در جلوه گاهش هر طرف دل ها و جان ها بسته صف
چشمش فتاده در میان مانند ترک صف شکن

چون در خم زلفت دلم رفت از حریم سینه ام
مشکل که دیگر جان من یاد آید او را از وطن

پیراهنت گر پاره شد عرفی مکن تدبیر آن
چون تیغ ناز ترک من دیدی مهیا کن کفن

پیش از آن دم که پدید آمده از باده نشان
خاطر باده کشان بود سوی باده کشان

جام می گشت مرا آیینه برخساره — کلک آیینه را و عارض خورشید وشان
باده کز دو جهانم برهاند ساقی — که چشیدی تو مرا نیز خدا را بچشان
مردم و خاک شدم در هوس آن باده — جرعه زان می جان بخش برین خاک فشان
تشنه را تشنگی افزاید ازین باده ناب — لب بلب بردی ابد تشنه لبها یا عطشان
ای دل از درد کشان باش و بده خواه بزن — دست در دامن این طائفه عالی شان
خرم آن باده کشانی که دمی ایساقی — ساغر لعل لب تست بکام دل شان
بی می لعل لبت آتش دل ننشیند — ای تو در مجلس رندان بنشین و بنشان

حرفیا تا شده معتکف میخانه
غیر ازین نیست بشارت که ترا نیست نشان

بتی به عشوه در آمد چه طرفه عشوه گر است این — بحیرتم که پری یا فرشته یا بشر است این
رسید آن پسر نازنین و مادر ایام — بحیرت است که یارب چه نازنین پسر است این
اگر در آیینه دل به بینمت عجبی نیست — که از صفای دل و روشنایی نظر است این
مرا زهر دو جهان ساخت درد عشق تو فارغ — خوشم بعالم عشقت که عالم دگر است این
به پند تو چو هوایش سری نه پیچد ز سر من — برو برای خدا پند گو چه درد سر است این
چو شمع سر مکش و الحذر ز شعله آهم — بگوی دود دلم را که خالی از اثر است این

تن شکسته لبش ای حرفی از سخن بترتیب است
چه شکر است که هم کام ز زهر تلخ تر است این

اگر دل ریشی از بیش کسان از صبر مرهم کن — مرنج از دوستان و دوستی با دشمنانم کن
ز دست دوستی گر بر تو آید سنگ بیدادی — اساس دوستداری را تو با آن سنگ محکم کن
اگر جز جور و بیدادت نخواهد کس درین عالم — طریق شکر پیش آر و شکایت از کسی کم کن
اگر چون خاک پامالت کند یاری مرنج از وی — ز خاک پای او را تو بنای چشم پرنم کن
اگر خواهی که باشد صورت تو دال بر معنی — قد همچون الف را بهر تعظیم کسان خم کن
اگر اجزای معجون محبت آرزو داری — وفا و صدق و اخلاص و محبت را بهم ضم کن

بزاری رام باید کرد حرفی اهل عالم را
ورنه زوری است بیرون اهل عالم را ز عالم کن

غزل دیگر

سرمه بچشم خود مکش گوشهٔ زلف بر شکن — آهوی چین خجل بکن قیمت مشک تر شکن
مست برآ و در شکن بزم نشاط بی‌غمان — بر سر شیشهٔ فلک ساغر ماه و خور شکن
عهد و وفا بسی بمن کردهٔ و شکستهٔ — باز کن ار شود ترا میل جفا دگر شکن
دلبر نوش خند من می‌شکند لبت شکر — طرفه بر جراحتم ز نمک آن شکر شکن
کار مرا عجب مدان گر گره است در گره — طرهٔ پر خم ترا چون شکن است در شکن
طرفه که دیدهٔ مرا طاقت بر است — کامده کوه طور را شعشعه اش کمر شکن

عرفی اگر گل وفا نیست بگلشن رخش
خار جفاش را به دل جا کن و در کمر شکن

گرچه دانم که بوصل تو رسیدن نتوان — لیکن از راه طلب پای کشیدن نتوان
گوئیا شعشعهٔ حسن نقاب رخ تست — که شود دیده ازان خیره و دیدن نتوان
رشته بجان مرا قطع توان کرد ز جا — از سر زلف تو پیوند بریدن نتوان
کی توان وصف تو از غیر شنود از غیرت — بلکه نامت ز لب خویش شنیدن نتوان
آن چنان زار و ضعیفم که دم قتلم اگر — نیم بسمل کنی از ضعف طپیدن نتوان
جام جام از می وصل تو چسان دید — جرعهٔ را که ازین باده چشیدن نتوان

آه ازین غصه که چون غنچه ازان گل عرفی
سینه صد چاک شد و جامه دریدن نتوان

گر نمی‌سازم ز آب چشم خود تر پیرهن — سوزد از سوز درون من سراسر پیرهن
بهر گشت گل نز امیدی به بستان سرو من — گل نمی‌گنجد ز خوشحالی ازان در پیرهن
می‌نماید مست من چون برگهای گل بر آب — قطره‌های بادهٔ گلگون ترا در پیرهن
جامهٔ جانم ز غیرت شد سراسر چاک چاک — چون تن پاک ترا بگرفت در بر پیرهن
گر بدوزی همنشین چاک گریبانم چه سود — دارد از هر جانبی صد چاک دیگر پیرهن
تا نسیم آورد ازان گل پیرهن بوئی زباغ — شاهد گل دارد از بویش معطر پیرهن

بر تنش پیراهنی از رشتهٔ جانها خوش است
ورنه ای عرفی بسی زیبد به او هر پیرهن

غزل دیگر

دلبران غمخوار عشاقند اما یار من
اندکی هم نیست آگه از غم بسیار من

دل به او دادم به امیدی که دلداری کند
وه ندانستم که گردد جانستان دلدار من

چشم خواب‌آلود مردم را ز دیدارش چه حظ
لایق دیدارش آمد دیدهٔ بیدار من

غیر می‌خواهد وفا و من شکایت می‌کشم
یعنی آمد با تو کار غیر غیر کار من

هم چنین گر گفتهٔ اغیار گوش تو پر است
کی تواند جای کردن ناله‌های زار من

این چنین کافتاده‌ام عرفی به کنج بیکسی
گر ز غم میرم نخواهد شد کسی غمخوار من

کی توانم من جدا از روی جانان زیستن
ور زیم بی او ز مردن بدتر است آن زیستن

عشق می‌گوید که جان باد دست دادن زندگیست
عقل می‌داند که ممکن نیست بیجان زیستن

گر ترا گویند بی او زنده‌ام باور مکن
بر اسیر محنت هجر است بهتان زیستن

تن به جان دارد حیات اما حیات جان تن است
پس تو خود فرما که دارد بی تو امکان زیستن

کشتگان تو حیات جاودانی یافتند
آب تیغت بر شهیدان کرد آسان زیستن

گرچه وصلش مشکل است اما نیم نومید از آن
جز به این امید نتوانم به هجران زیستن

تو گمان زیستن داری شب هجران ولی
من مجرب دارم ای عرفی که نتوان زیستن

در غمش جان دادم و در جانم آن غم همچنان
دل ز دردش خون شد و آن درد همدم همچنان

جان فراقش برد و تن شد خاک و سر بر باد رفت
دل پر از غم سینه پرخون دیده پرنم همچنان

فی المثل گر راست خواهد گشت چرخ کوژپشت
پشت من باشد ز بار فرقتش غم همچنان

در ازل منزل به جان من غم عشقت گرفت
تا ابد جان من و عشق تو باشم همچنان

در گمانم گر رقیب آخر دلت خواهد گرفت
وه که من محرومم و آن بیدرد محرم همچنان

موجب الزام افلاطون جنون عشق بود
رفت از دنیا و در گور است ملزم همچنان

رتبهٔ عشق است ای عرفی که قیس عامری
مرده است و زنده نام او به عالم همچنان

یار بی‌رحم است و کار عشق دشوار اینچنین
چون کنم بار آن چنان افتاده و کار اینچنین

من سمندر طبع و گردد کعبه ام آتشکده
گر بود آه من بیدل شرربار اینچنین

آرزو دارم که قتل من بدست خود کنی
چون ز پا افکندیم از دست مگذار اینچنین

صد خدنگ کین نهان در بزمگاه لطف تست
جان ز من از آن تیر است افگار اینچنین

شب چو همدم با سگ کویت شدم فریاد کرد
من نه دانستم که آید از منش عار اینچنین

بر سر ما از ره کین گر رقیب آمد چه غم
بر سر اهل وفا بگذشت بسیار اینچنین

بار هستی حرفی از سر نه که در راه طلب
می توان رفتن اگر باشی سبکبار اینچنین

چو دیدم باده گفتم آن لب چون لعل نابست این
سرابی را که بیند تشنه پندارد که آبست این

بگرد کوی تو سرگشته دیدم بی سر و پائی
ز غیرت سوختم دانستم آخر کافتابست این

بت میخواره من قتل تو اهل محبت را
غرور حسن می خوانی ولی تاثیر شرابست این

من بیدل که مژگانهای خود را می نهم بر هم
ز غیر دوست چشم خویش می پوشم نه خوابست این

ز بی مهری بقتلم آمدی و مضطرب گشتی
مبادا مهربان گردی از آنم اضطرابست این

ز دردم گفت دل حرفی و خلقی را جگر خون شد
بصورت گفت یک حرف و بمعنی صد کتابست این

سوال یک نگاهت کرد حرفی و زدی تیغش
سوال این چنین گستاخ را آری جوابست این

با من نفسی باش خدا را که بس است این
عمریست مرا گرچه ترا یک نفس است این

عاشق که بجوید ز لبت کام دل خود
عاشق نتوان گفت که صاحب هوس است این

شیرین شده زهر اجل از یاد تو ما را
از نخل خیالت رطب تازه رس است این

مخصوص منی جور کن از لطف تو عام است
از لطف عمیم تو مرا ملتمس است این

از نوع بشر کس بجمالش نتوان یافت
حور است و فرشته است ندانم چه کس است این

خورشید جهانگیر کند پیروی ما
در راه طلب ناقه ما را جرس است این

ما را چو امان داد دمی حرفی از آن تیغ
هر دم که برآرم دم باز پسین است این

ای دل از قدش چگویم فتنه بر پا است این
سرکشی زان فتنه چون از عالم بالاست این

از غبار خط جانان در هوا گرد بلاست
چون بگرد عارضش بنشست آن برخاست این

قوت و زور دل محنت کشم را بنگرید
صد سپاه محنت از هر جانب و تنها است این

پست همت نیستم تا سر ز راه او کشم
گر بر اهش سر کشم از همت والا است این

دیده سودای جنونم دیده بهر خوردنم
خون دل داده است و گفتا شربت سودا است این

نیم حرفی گفتمش آهسته از اندوه خود
از غضب فرمود خامش شو چه غوغا هاست این

اوست مستغنی و من محتاج او اما بناز
از تمسخر گو بدم صرفی چه استغنا است این

جفا آیین بتی یعنی نگاری بی وفائی من
وفادار و برای دیگران جور از برای من

نهان دردی درون سینهٔ من داشت دلدارم
نمی داند کسی درد مرا غیر از خدای من

اگر داری سر قتلم ز تیغت بر ندارم سر
ولی دیگر نمی یابی وفا داری بجای من

ز چشم اشکبار خویش مجنونم که در کویت
ز آب دیده ام در گل فرو ماند است پای من

برای دیگرانی رحمتی از غمها هم بالا
ولی گر دیده بالا بر بلند تو بلای من

طبیب من مزاج تو اگر محتاج درمان نیست
چرا هستی پی درمان درد بی دوای من

بخلق خویش خواهم آب تیغت در دعا صرفی
دعا گویم که یا رب مستجاب افتد دعای من

چون کسی را من ناشاد ببینم غمگین
میرم از غم که مبادا ز غم تست چنین

هر که آهی کشد افتد به دلم آتش از آن
که مگر آه وی بست از غم و او از تو غمین

جای در دیدهٔ من سازی و گریم ز حسد
که چرا مردمک دیده بود با تو قرین

یار غیری مشو اما نتوانم گفتن
که بهم خانگی خود چو منی را بگزین

من کیم در چه شمارم طمع آن چکنم
که فتد سایهٔ سرو تو بر این خاک نشین

محو گشتم من و یکسان بودم لطف و ستم
نه دلم شاد از آنست و نه غمناک از این

من چه گویم که ببین جانب صرفی یک ره
اوست خاک ره تو خواه ببین خواه مبین

خط تو سنبل و ریحان رخ تو نو گل خندان
رخ تو نو گل خندان خط تو سنبل و ریحان

لب تو چشمهٔ حیوان دم تو معجزهٔ عیسی
دم تو معجزهٔ عیسی لب تو چشمهٔ حیوان

دل تو خرم و شادان غم تو مونس دلها
غم تو مونس دلها دل تو خرم و شادان

رخ تو قبلهٔ رندان در تو کعبهٔ حاجت — در تو کعبهٔ حاجت رخ تو قبلهٔ رندان
قد تو طوبی رضوان در تو روضهٔ اعلیٰ — در تو روضهٔ اعلیٰ قد تو طوبی رضوان
رخ تو چون مهِ تابان خط تو چون شب یلدا — خط تو چون شب یلدا رخ تو چون مه تابان

سگِ تو صرفی نالان غم تو باعث ناله
غم تو باعث ناله سگ تو صرفی نالان

بصورت تو مصور نمود معنی حسن — توئی که نیست شریکے ترا بدعوی حسن
هنوز طفل نو آموز یوسف مصری است — بمکتب سبقش نیست جز الف بے حسن
همیشه حسن طلب گار عشق در دو جهان — مدام عشق نکوئیست در تمنی حسن
برون ز پردهٔ کتم عدم بملک وجود — بهم بر آمده مجنون عشق و لیلی حسن
هزار وامق و مجنون و کوه کن باید — کنون که هست فراوان سجاد و سلمی حسن
اگر مشاهدهٔ حسن آرزو داری — دلا ز آئینه رویان ببین تجلی حسن

بحسن معنی ازاں صورت نکو برسد
چو صرفی آنکه برد پی به کنه معنی حسن

اے لب تو آب حیوان جهان — هم جهان جان تو هم جان جهان
باغبان دهر را نبود گلے — چون رخ تو در گلستان جهان
تو بهار حسنی و از روی تست — سبز و خرم باغ و بستان جهان
هیچگه پیدا نشد ای کان حسن — چون لب تو لعلے از کان جهان
در جهان هر سو ز خوبان خیل خیل — دلبر من شاه خوبان جهان
تا که گشتم بندهٔ معشوق و عشق — کرده آزادم ز زندان جهان

قطع پیوند از جهان کن صرفیا
تا بدانی سر پنهان جهان

اگر می کشد شیخ خلوت گزین — عسی آن یکون من الصالحین
نِعَم او چنانست امانت به دل — نهد دست بر سینه ام همنشین
بسوزد ز سوز دل من سے اگر — که آگه از آن نیست روح الامین
بجان میکشم جور و جان میدهم — نگوید آن سنگدل آفرین

مرا از غم هجر محنت فزا — چو زیر زمین است روی زمین
دلم پاره پاره ز تیغت به تن — ببین باطنم را و ظاهر مبین

چسان صرفی احوال خود گویدت
چو دم میزند میکشی تیغ کین

ز دل چو برکشد آن شوخ دلستان پیکان — کنیم ناله چو نی از فراق آن پیکان
چو تیر غمزه زد آن نازنین بسینهٔ من — به دل ز سینه گذشت و ز دل بجان پیکان
چو دل نشان خدنگت شد و شکست خدنگ — هزار شکر که ماند است در نشان پیکان
به دل چو تیر تو آمد نشستم توانا شد — که داد قوت این جسم ناتوان پیکان
به استخوان چو رسیده خدنگ دلدوزت — درون درآمده چون مغز استخوان پیکان
دل مرا ز تو سوراخ و میکنی باور — بشرح حالم هم شود زبان پیکان

مگر نه آب حیات است آب پیکانش
که داده از اجلم صرفیا امان پیکان

گر هوای حال داری ترک قیل و قال کن — همتی دریوزه از رندان صاحب حال کن
هرچه آید بر تو از دوران بدان خورسند باش — گر اجل آید بسر وقت تو استقبال کن
گیرم از عمر تو هر ماهی شود سالی چه سود — رو بسوی عالم بیرون ز ماه و سال کن
طی نه گر در راه هجران کام ابتلا میل تو (?) — قطع این وادی به زور جام مالامال کن
گر توانی بهره گیر از دل سخت بتان — باز همت را از آن دل آهنین چنگال کن
در ره فقر از سر همت قدم مردانه نه — تاج و تخت پادشاهان را همه پامال کن
چون غرض درد آمد است از غصهٔ هجران چه غم — ای غم اهل عشق را از آن غصه فارغ بال کن
دولت دنیا و اقبالش چو سویت رو کند — پشت همت جانب آن دولت و اقبال کن

سوز و درد خسرو از شعر تو خواهم صرفیا
من نمی‌گویم چو جامی وصف خط و خال کن

بسکه هستم در خیالت هر که بیند سوی من — هر که بو ز رخسار تو افتد بر او از روی من
بسکه پیوسته به زلفت رشتهٔ جان مو بمو — بوی زلف عنبرینت ظاهر است از بوی من
بس که میجویم ترا و بس که خویت نازک است — نز نسیم افتد خوی تو بر عکس جستجوی من

بس کہ پیوستم بنوتر سم کہ تاثیرت کند
ناوکے کاندا ختی بر من کمان ابروی من

بس کہ بچشم بر خیال نشست راہ اشک بست
میرود خون جگر راہ مشام بوی من

بس کہ بر زانو نہادم رو بہ فکر حال خود
صرفی از نوک مژہ سوراخ شد زانوی من

ماندہ در فکر طرب بر روی زانو روی من
صورت غم ظاہر از آئینہ زانوے من

سوختم در مجمر عشق تو چوں عود و بسوخت
ہر کہ باد آورد سویش شمہ از بوے من

چوں مرا دیدہ است در نظارہ نرگس بباغ
گفت بارے شرم دار از نرگس جادوے من

گر دراہت را ز رویم شست آب دیدہ ام
اشک غماز من آخر ریخت آب روے من

حرف میزد یار با اغیار و پنہانی ازو
بود از یک گوشہ چشمش نظر ہا سوئے من

تا نئی ہم جذبہ از جانب دلدار خود
صرفیا بے حاصل افتاد است جستجوے من

گر نہ بہر کشتن عشاق یار آمد بروں
بر کشیدہ تیغ از بہر چکار آمد بروں

شب ہمہ شب بادہ خورد و صبحدم مخمور بود
باز چنداں زد صبوحی کز خمار آمد بروں

سرو نتوانست استقبال عذرش ظاہر است
چوں بعزم بوستاں آں گلعذار آمد بروں

سیر جاں در ملک تن از ضعف بس دشوار بود
با چنیں ضعفی چساں ایں جان زار آمد بروں

آفتاب از اضطراب افتاد از چنگ فلک
جانب میداں چو آں چابک سوار آمد بروں

بر دل من آمد آں تیرے کہ بر نخچیر زد
شہسوار من چو از بہر شکار آمد بروں

گلبن امید پروردم بآب چشم خود
گل نداد آں گلبن صرفی و خار آمد بروں

و حرف الواو و

گفتہ ام باشم چو گوئے ہر گشتہ چوگان او
شہسوار من شنید و گفت خنداں باش گو

دل بزلفش رشتہ جاں بست و انجا یافت راہ
واقف طرارئیش زیں رہ گذر شد مو بمو

عشقبازی را کہ زلفت جانب خود میکشد
ہر رگے جانست او را ریسمانے در گلو

حال خود خواهم باآں آئینہ رو گفتن ولے
کی توانم زد نفس آں دم کہ گرد م رو برو
حاجت عشاق ازاں نبود شہید عشق را
کاب بر تیغ قتل او کردہ او را شستن شو
چوں توانم لذت جور و جفایش ہم گرفت
گر بود بد خو چرا خواہم ہم زو خوئے نکو
جست و جوئیش مے کنی صرفی مگر نشنیدہ
کاندریں رہ گفتہ اند اوّل بیاب انگہ بجو

شب است زلف سیاہے کہ ہست بر رخ او
ولے شبی است کہ با روز میزند پہلو
زبسکہ پُر ز خیال لب توام ہمہ تن
ہزار چشمۂ خضرم بود بہر بُن مو
چو دل بسجدہ رو تو خو کردہ لطف کم بینم
ہزار پارہ شود یا رب ایں دل بد خو
اگر بپُرسدم آں غمزہ زن ز درد درون
اشارتے کنم غمزہ اش کہ ہیچ مگو
بناز ابروی خود ترک من شکست یکے
شکست صد دل ازاں یک شکستن ابرو
شب وصال خموش است لعل خود گویش
عجب کہ تشنہ دل افتادہ ایم بر لب جو
بُتے کہ بردہ ام صرفیا ز خوے بدش
چہ گویمت کہ من مے شناسمش نیکو

چوں کند خندہ شیرین لب شکر شکن تو
زاں شکر خندہ شود بستہ قندے دہن تو
مست جام لب لعل تو چناں گشتہ دل من
کہ ز خود رفتہ و افتادہ بچاہ ذقن تو
در جہاں تنگی و تاریکیست احوال جہانست
تا نشدہ در گرہ طرہ اش اے دل وطن تو
از تو دل ریشم و ایں طرفہ کہ ریش دل من
نمک از خندہ فشاند لب شیریں سخن تو
تنت از بسکہ لطیف است مرا ہیچ عجبی نیست
کہ کند جوہر جاں کسب لطافت ز تن تو
باغ خوبی ہمہ آراستہ شد ای گل نورس
سنبل تو چو دمیدہ است ز برگ سمن تو
صرفیا گر کشد آں کافر بے باک شہیدت
بس بود پیرہن غرقہ بخونت کفن تو

خواہد کہ برد جسم جاں بسخن کلم دہن تو
دانستہ ام آں را ز ادائے سخن تو
چوں شربت مرگ آب حیاتم بدہان آمد
دور از لبت اے چشمۂ حیواں دہن تو
در طرہ تو صد شکن و خستہ دلاں را
در ہر رگ جاں صد شکن از ہر شکن تو
اے بار و بر نخل قدت فتنہ و آفت
امیدم الٰہی نیست ز سیب ذقن تو

ای گل چه کنی پاره دلم گر جز او نیست / هر نغمه که بود نغمه سرای چمن تو
ای دم ز نجر و دزده هر گه که بمیری / در راه عدم بار تو باشد کفن تو

بایدکه غمم بار خود از جان تو صرفی
هرگز نرود گرچه رود جان ز تن تو

تا بمسجد آمدی ای قبلهٔ من روی تو / پشت محراب است سوی قبله و رو سوی تو
دل که از درد و غم جانکاه من بگریخته / غالبا پنهان شده در گوشهٔ ابروی تو
ماه من از فخر پهلو میزنم با آفتاب / گر زمانی جا توانم یافت در پهلوی تو
فتنه شد قایم و خلق جهان در حیرت اند / راست میگویم که هست آن قامت دلجوی تو
می بری هر لحظه جان بیدلی گویا ترا / خوبجان بردن شد ای جانم فدای خوی تو
دولت وصلت نمی یابم ولی میجو نیست / دولتم این بس که می باشم بجستجوی تو

گر دهد صرفی نسبت روی تو با خورشید و ماه
وه ندانم چون کنم شرمنده ام در روی تو

ماه من خوی تو هم نیکوست همچون روی تو / بندهٔ روی تو گردم یا غلام خوی تو
روز و شب در گوشهٔ محراب زاری و دعا / می کنم در آرزوی گوشهٔ ابروی تو
از چه رو کردی سیه مانند شب روز مرا / عالمی چون روشن است از آفتاب روی تو
ای که همچون مه قراری نیست در یک منزلت / گشته ام سرگشتهٔ عالم بجست و جوی تو
مهر تو در گردنم طوق وفا انداخته / تا بدین تقریب باشم با سگان کوی تو
هندوی خالت دلم را غارت ترکانه کرد / ای کشیده خیل ترکان غارت هندوی تو

روی قومی نیست سوی قبلهٔ از کفر و دین
روی دل از قبله آورد صرفی سوی تو

نخل بلا سرو خرامان تو / میوهٔ جان سیب زنخدان تو
خود تو بفرما که چه فرمایم / چون دل من هست بفرمان تو
خسته دلان را گل باغ طرب / روز بود از غنچهٔ پیکان تو
ای که بود مصحف خوبی نوشته / آیت حسن آمده در شان تو
چون ز جفای تو گریزم که هست / تیر قضا ناوک مژگان تو

گوهر مقصود نیاید بدست گر نه دهد لعل درافشان تو
تو بفغان شب همه شب صرفیا خلق بفریاد ز افغان تو

خواهم که از روی نیاز افتم دمی بر پای او — گه بر سر من پا نهد گه سر نهم بر پای او
خواهم بآب دیده شست آن پای اما چون کنم — کز چشمه خورشید خور شیدیم بر نشد هرگز پای او
لاف صفا زد نقره در جامی و شد زان فن خجل — در صورت خلخال از آن افتاد اندر پای او
چندان براهش ریختم گوهر چشم درفشان — کز اشک من دارد گذر بر در و گوهر پای او
خواهند پامالش سر خود را شهان تاجور — یعنی بود بالای سر خوشتر ز افسر پای او
گر عاشقی بی پا و سر باید بکوی او گذر — دیگر کجا آید بدر از کوی دلبر پای او

کی بر سر صرفی نهی پا از سر لطف و کرم
در راه جست و جوی تو تا گشته از سر پای او

نه همیشه گله من بود ای ماه از تو — گه ز چرخ است و گه از بخت خود و گاه از تو
چند که ناز گهی غمزه پی بردن دل — خواه از من بود این قطره خون خواه از تو
خواهد آزار من ایام و فلک نیز و تو هم — داد از ایام و فغان از فلک و آه از تو
بر من این طعنه بسیار روا کی دارد — هر که باشد همه من اندکی آگاه از تو
دیده ام نور خدا از آئینه رخسارت — شکر لله بخدا یافته ام راه از تو
تا کشی دم بدم کاسته جان را و هنوز — می کشم هر نفسی ناله جانکاه از تو

آرزو ست که کند یاد تو آن مه صرفی
تو گدائی و کجا یاد کند شاه از تو

غنچه بود امثل دهان تنگ تو گفتار گو — سرو را چون قامت رعنای تو رفتار گو
گفته بودی روی خود بنمایمت گر جان دهی — جان همین دم میدهم آن وعده دیدار گو
گر ترا در دل بیست از عشق بتان ای مدعی — ناله های دردناک و گریه های زار گو
جام مل در پای گل از دست یادم آرزو است — می توان هر جا گل و مل یافت اما یار گو
باغبان جانب سروم مخوان و سوی گل — با گل و سروم چه کار آن سرو گل رخسار گو
من غمت خواهم نه عیش اما غمت بی عیش نیست — در گلستان جهان آری گلی بی خار گو
گفتم صرفی که دلداری کند دلبر ترا — دلربا دیدم بسی بنما که یک دلدار گو

غزلِ دیگر

روز پندارم که شب بینم رخ نیکوی او — شب گمان دارم که روز افتد نظر بر روی او

نی شب از وصلش توانم بهره در گشتن نه روز — گرچه روز و شب نیم فارغ ز جستجوی او

شب نهم بر آستان او سر خود تا به روز — روز تا شب نیست کارم جز طواف روی او

روز می باشم پس دیوار از ترس رقیب — شب روم آهسته آهسته که آیم سوی او

روز و شب پهلوی من پر خاره و خار غم است — آن سعادت کو که یابم جای در پهلوی او

در پس زانوی محنت شب همه شب میکنم — آرزوی آنکه باشد روز همزانوی او

روز می بیند رخ خورشید و شب رخسار ماه — صرفی بیدل بیاد عارض نیکوی او

چون تیره روزم از غمت ای آفتاب رو — بر من چو آفتاب بتاب و متاب رو

ایام ساخت چشمهٔ خورشید را روان — چون صبح خواستی که بشویی بآب رو

ذرات کاینات هوادار مهر او است — با آن که ذاتشنه است نهان در نقاب رو

گر بی نقاب جلوه دهی حسن خویش را — نتوان ز آفتاب نمود از حجاب رو

در قتل اهل عشق ز مستی شتافتی — قصد نهفته بر تو نمود از شراب رو

امشب بخواب دیدهٔ بیدارم آرزو است — باشد که در برم بنماید بخواب رو

گر آب روی هر دو جهان آرزوی تست — صرفی بنه بخاک در بوتراب رو

دو چشمت هندوان و خال مشکین تو هم هندو — ز هندوستان کنون در ملک خوبی هست کم هندو

بهر کیشی و دینی خالبا عشق تو فرض آمد — که شیدای غم تو هم مسلمانست و هم هندو

اگر هندوی چشمت می کشد ما را چه غم دارد — که از قتل مسلمانان ندارد هیچ غم هندو

نه گوید رام رام ای مطلع نور خدا رویت — رخت را دیده گوید الله الله دمبدم هندو

رقیب روسیه را بر در خود راه مده هرگز — روا نبود که ماند بر در کعبه قدم هندو

به ملک عشق اسیر هندوی خال تو ترکانند — عجب ملکی که بر ترکان کند انجا ستم هندو

اگر آن قبلهٔ جان جانب بتخانه بخرامد — نخواهد سجده کردن صرفیا سوی صنم هندو

غزل دیگر

دارند طالبان خدا رو بسوی تو
کائینه خدای نمایست روی تو

ابروی کج خوش است ز خوبان نه خوی کج
کج تر ز ابروی تو فتاده است خوی تو

دشنام تو ستایش من بس بهر دو کون
ای شهد و شکرم ز لب تلخ گوی تو

از رشک بلبلم بفغان زین که هست
بلبل گلشن بواسطه رنگ و بوی تو

داری اگر بحال فقیران ترحمی
نبود کسی فقیرتر از من به کوی تو

کو نه فتاد رشته عمر من و دراز
می خواهمش بوصله یکتا موی تو

بر صلح و جنگ آمده غالب میان خلق
زان در دو چشم فتنه گر جنگجوی تو

عرفی بزیر آب ز چشم خود آن قدر
کان آب روز مرگ کند شست و شوی تو

عشاق در خوف و رجا از صلح جنگ آمیز تو
با روی همچون کهربا از لعل رنگ آمیز تو

با بخت خود ای شوخ دشمنگ آشفته و بی نام و ننگ
گه ریشه دارد گاه تنگ از صلح جنگ آمیز تو

بر لب ترا حرف جفا نسبت بر ارباب وفا
مشکل که بخشد کام ما شهد شکر رنگ آمیز تو

از ننگ و ناموسم مگو وز من نگه نامی مجو
عیب است و عار ای پندگو ناموس ننگ آمیز تو

ناز تو بهر جان ما دارد خدنگی از بلا
جانها نثار کند سوراخها تا از خدنگ آمیز تو

آئینه دل زاهدا داری پر از زنگ ریا
بی باده کی یابد صفا هر آیت زنگ آمیز تو

هرگز نه گشت ای دلستان لطفت سوی عرفی روان
نشتافت سوی دیگران لطف و رنگ آمیز تو

غیر از تو در شهرستان کس نیست یار بیدلان
باید رعیت پروری از شهریاری هم چو تو

زلفت بر آشفته ولی کارت از آن آشفته تر
عرفی نه دیدم در جهان آشفته کاری هم چو تو

روان آب حیاتم در تن از تو
تو جانان من و جان من از تو

بباغ حسن آتشناک گلها است
فتاده آتش اندر گلشن از تو

بلند آوازه طور از موسی آمد
پر از نور است بام و روزن از تو

تعالی الله زهی سرو قباپوش
که گل زد چاک در پیراهن از تو

ز رویت دیده باید نور ریبی چون
خوشا چشمی که گردد روشن از تو

گریبان غنچه ساں ازمن دریدن
چو گل در چیدن از من دامن تو

کمال دوستی ورزیده صرفی
فتاد آخر بکام دشمن تو

چوں فتادم زپاے بردر تو
گشته خاک درت سرم سر تو

نوشه خیل مهوشان جهاں
غمزه و نازو عشوه لشکر تو

صد شب قدر قدر یک سر تو
دارد از طره معنبر تو

چو سرابیست نزد بحر زلال
چشمهٔ مهر در برابر تو

گشته سیرگفخت فیض عیاں
از دم لعل روح پرور تو

گرزند شعله آتش عشقش
سوزد اے جبرئیل شهپر تو

روزت از تیره است ازاں خورشید
چه عجب صرفیا ز اختر تو

شاه من ملک دل مسخر تو
غمزه و ناز و عشوه لشکر تو

بے هوائے تو نیست هیچ سرے
همه سرها تصدق سر تو

از لبت بسکه خورده آب حیات
روح بخش است سبزهٔ تر تو

نا فزاید ز مشک نشائے
سرزد از لب خط معنبر تو

دست قدرت سرشته حسن بناز
تا ازاں آفریده پیکر تو

آتشے زن در آب زلالے
جامهٔ سرخ فام در بر تو

صرفی رندای حاسد از ظلمت
بهر او نظم گشته شکر تو

غیر فریاد چه کار من ناشاد بگو
مشفقے کو که کند گوش به فریاد بگو

کرده سلطان غمت ملک دلم را ویران
دگرے نیست جز او تا کند آباد بگو

من دیوانه بدیں گونه که رسوا شده ام
بعد مرگ از من رسوا که کند آباد بگو

سخن از وصل دلا چند که بے بنیاد است
سخنے را که بگوئی تو به بنیاد بگو

دادخواه از ستم هجر تو تا کی باشم
گر دهی داد بگو ورنه دهی داد بگو

چه شد ای شیخ که با من نه کنی هیچ سخن
گر ز لطفم نه زنی حرف ز بیداد بگو

صرفی استاد تو عشق است به علم ازلی
هر چه گویی همه از گفتهٔ آن استاد بگو

ه حرف الهاء ه

به صفحهٔ رخت از مشک تر بخط سیاه
نوشته کلک ازل لا اله الا الله
سیاهیی که خطت را نوشته اند بدان
خمیر مایهٔ آن بوده است نور الله
سواد خوانی آن خط کند سخندانی
که خوانده علم لدنی به درس علمنا
صفات خط شب آسای تو سزد که رقم
کنند بر ورق آفتاب و صفحهٔ ماه
شهادت شهد الله را خط تو سجل
بصدق آن سجل اعجاز حسن تست گواه
خط تو آیهٔ ام الکتاب را فهرست
چه خوش خطی که درو نسخ را نباشد راه
ز لوح دهر خط هستی تو نا شده محو
کجا ز سر خطش صرفیا شوی آگاه

بصدق دعوی ما در طریق عشق گواه
بس است اشهد ان لا اله الا الله
گرفته است بخلوت سرای وحدت جای
کسی که برده برون از فضای وحدت راه
اگر به دلبر خود اتحاد مانده بود
ز سر نکتهٔ توحید کی شوی آگاه
بیار خویش تو تا ایم متحد بودن
برو چو در تو دیر خود همی کنیم نگاه
خوش آن شبی که دهی ساقیا شراب شهود
قدح قدح دهدت خواه خواه و خواه نخواه
چو فارغیم به دیدارش از بهشت و جحیم
ملک نه طاعت ما را نویسد و نه گناه
چو زیر خاک روم با هوایش ای همدم
به لوح تربت صرفی نویس طاب ثراه

با همه جلوه کنان بی همه
بی همه و با همه ای همه
هر دو جهان صورت و معنی تویی
بلکه تویی صورت و معنی همه
های هویت همه شد منضبط
دار دار از آن هر طرفی هی همه
لیلی از آینهٔ مجنون عیان
بلکه هم او خود شده لیلی همه

بر همه خوبان نظر انداختیم
از همه دیدیم یکی سینه همه
او متجلی بجهان لایزال
خلق جهان محو تجلی همه
شکر که صرفی رخ دلدار دید
از همه و با همه و بی همه

آئینه های روی تو خوبان هر آئینه
اما تجلی دگرست در هر آئینه
خورشید عارض تو ز ذرات کائنات
دارد بسی چو مهر و مه انور آئینه
حسن ترا که شمس و قمر پرتوی از وست
رخساره بتان پری پیکر آئینه
از عشق حسن جلوه گرست و ز حسن عشق
معشوق و عاشقند یک دیگر آئینه
گر قاصر است چشم تو از دیدنش بتان
آئینه و ببند رخش بین در آئینه
کاری بکن که واسطه برداری از میان
یعنی بنای کار نمانی بر آئینه
صورت که ظاهر است در آئینه صرفیا
نی متحد نه حال بود اندر آئینه

رخسار تو دیده گشتم آگاه
از نکته وجهه من الله
گر رهبر گمرهان نگاهیست
که رهزن هر که هست بر راه
این طرفه که زندگانیم را
افزوده غمت ز درد جانکاه
دلهای جهان رعیت تو
ای کشور حسن را شهنشاه
ای نوخط ره طلب دراز است
عمر تو درین رهست کوتاه
از شعله شوق تو شده سرخ
بربسته ببین مراتب آه
ای خصم مخند بر قتیلش
بشنو ز فرشته طالب مثواه
جانی که به قالبش در آمد
آن غمزه به گردش گذرگاه
جان در قدم تو داده صرفی
قد نال بکل ما تمناه

بلا در خانه ام جا کرده همچون صاحب خانه
درون خانه خود و بنده چون مهمان بیگانه
خیال روی بت از هر سو درآید در دل تنگم
بسی از هر طرف خورشید ره دارد بویرانه
دلم خواهان آن زنجیر زلف او غریب است این
که می آید بپای خود سوی زنجیر دیوانه

ز تیغ دوست دارم آرزوی قتل خود اما
فرا گشت این تردد کان جفا جو بر کشد یا نه

کجا مرغ دلم را صید خود زاهد تواند کرد
بدام و دانهٔ کاو وردی از تسبیح صد دانه

شراب از خون عیسی و کباب از سینهٔ خضر است
در آن جمعی که شمعش را بود جبریل پروانه

شراب عشق ای صرفی عجب خاصیتی دارد
کز و فرزانه شد دیوانه و دیوانه فرزانه

خنجر کین از میان واکن و بر طاق نه
منت هستی از آن بر همه آفاق نه

بی لب عیسی دمت جان محبان بلب
بنده چه گوید که لب بر لب عشاق نه

چشم تو هر گوشهٔ ریخته خونها بسی
گوشهٔ چشمی چنین بر من مشتاق نه

غیر می آتشین برق خرد سوز کو
بر کف من ساقیا ساغر براق نه

گرچه ز روی بتان نور ازل ظاهر است
ای دل ازین قیدها رو بسوی اطلاق نه

ای دل اگر می گزد مار محبت جگر
رفته گذار و ز کف مهرهٔ تریاق نه

رزق تو چون صرفیا خون دل پیش تست
شکر کن و روی دل بر در رزاق نه

منکه با قد دو تایم ناتوانی مانده
همچو چنگم پوستی بر استخوانی مانده

کاسته بسیار از رنج سفر نازک تنت
دردمندان غمت را نیم جانی مانده

تیغ غم گر استخوانم را قلم کرده چه باک
چون بجایش ناوک ابرو کمانی مانده

قصهٔ مجنون کهن گردیده و از والهت
تازه در ملک محبت داستانی مانده

تا هم از یاد همه رفته تن من گشته خاک
عاقبت از من نه نامی نه نشانی مانده

هیچ میدانی که من در شهر خوبان کیستم
بیکسی و کوهی جدا از خان و مانی مانده

صرفی بیدل که هر دم می کشد آه و فغان
از وجود او همین آه و فغانی مانده

نگار من چو لباس سیاه پوشیده
بدیده جای گرفته چو مردم دیده

مه من آمده پوشیده جامهٔ مشکین
عجب که مطلع خورشید شام گردیده

خضر بیا بنگر آب حیات در ظلمات
ز خلعتی که سیه پوش من پسندیده

بخانهٔ اسد است آفتاب گشته فلک
که تو غزال من از شیر پوست پوشیده

چو پا برهنه روان گشته از پی چرد و پریش
سپهر اطلس خود را نه گسترانیده
نشسته طرفه خدنگی بجانم از الفی
که او بساعد سیمین خویش بریده

خوش آنکه پرده بکثرت دریده چون صرفی
جمال شاهد وحدت از آن الف دیده

دردی کشی که با خم و پیمانه ساخته
با هر بزرگ و خورد حریفانه ساخته
زنجیر کرده اند ز پرچین که باغ را
شوق گل جمال تو دیوانه ساخته
همچون گل حسین به تسبیح خود دلت
از خاک آستانه تو دانه ساخته
منزل گرفته در دل صد پاره ام غمت
گنجی که بود خانه به ویرانه ساخته
بیگانگی گزیده ام از بهر آنکه دوست
از آشنا بریده به بیگانه ساخته
عشقم به دل خیال تو مانده نه فکر دین
مسجد خراب کرده و بتخانه ساخته

شمشاد فتنه سر زده صرفی ز باغ کین
مشاطه بهر نقش از آن شانه ساخته

گشادی دام سحر آنجا که کردی زلف را شانه
مگر دارد ز سیمین ساعدی آن شانه دندانه
هم پیوسته مژگان و سرشک ماست زنجیری
که از نظاره تو مردم چشم است دیوانه
درون سینه جان از صحبت غم گشته بی طاقت
به مهمان خانه را بگذاشت آخر صاحب خانه
به تقلید تو زاهد سبحه دارم بدست اما
به تسبیح از خیال زلف و خالش رشته و دانه
بیا ای غم نشین در دل که غیر از تو کسی اینجا
اگر باشد خیالش باشد او هم نیست بیگانه
تو من دیوانه را خس نه در ویرانه می باید
چه باک است ار شود ویران بآب دیده کاشانه

بمن پروانه را نسبت مکن صرفی که می سوزد
مرا سوز درون لیکن آتش بیرون چو پروانه

برده چشمان و رخت عقل و دل و جان هر سه
از رگ من آفت این هر سه شدند آن هر سه
چه کسی و ز چه قومی که به [illegible] اند
ملک و جن و بشر واله و حیران هر سه

من که از شوق رخ و زلف و خط جان دادم
از گلم رسته گل و سنبل و ریحان هر سه

رخ بنمودی و ز طعن من دیوانه شدند
واعظ و محتسب و شیخ پشیمان هر سه

ز آتش عشق که در سینه ام اندوخته
دل و جان و جگر من شده بریان هر سه

باز اگر کوهکن و وامق و مجنون آیند
در ره عشق شوم مرشد ایشان هر سه

صرفیا از سفر کعبه چه سودا نه شود
کعبه و بتکده و میکده یکسان هر سه

از غم عشقت دل صد پر خون ته بسته
پرده های دیده خونبار گلگون ته بسته

در گلستان بی رخ تو جامه گلگون چاک چاک
بی دهان تو درون غنچه پر خون ته بسته

بس که موج خون زده دریای اشکم دمبدم
گشته گلگون پرده های سبز گردون ته بسته

بسکه از سیلاب خون بر دیده سمن موج موج
گر نه دیدی موج ها بر روی جیحون ته بسته

بر سمن صرفی اگر سنبل نه دیدی موج موج
زلف خم در خم ببین بر رویش افکنده ته بسته

شیوه من بندگی و شاه من آگاه نه
من بجان بنده او خواه داند خواه نه

بر مراد دیگران عیش حلال است از وصل او
نامرادان را به بزم عیش وصلش راه نه

گر نیم لایق که دایم بنگرد بر حال من
راضیم بالله که سویم گاه بیند گاه نه

همدم اغیار یار و جایش ایوان وصال
جای من جز کنج هجر و همدم جز آه نه

روزگار و روز من همچون شب تارم سیاه
موجب این حال جز بی مهری آن ماه نه

نقد جان خود بدرگاهش روان سازم ولی
این محقر تحفه ام لایق بدان درگاه نه

جان به عشق او نه خواهم داشت ای صرفی دریغ
گر قسم خواهی ز من والله نه بالله نه

بسکه سیل خون روان از دیده گریان شده
رفته رفته خانه های دیده ام ویران شده

ز آفتاب روی تو بر آسمان نیلگون
پرتوی افتاده و نامش مه تابان شده

در هوای مهر رخسارت وجود خاکیم
ذره ذره گشته و هر ذره سرگردان شده

خنده ام آمد ز ذوق آن که اشک افشانیم
دیده چون ابر بهاری و چو گل خندان شده

پیش مردم منفعل گر دیده از رویت پری
غالباً آن روز چشم مردمان پنهان شده

گوهری گر بخشد از لعل درافشان یار من
در عوض جان میستاند آن گهر ارزان شده

در دلم یک درد ای عرفی و جان می گداخت
وه نه دانم چون زیم اکنون که صد چندان شده

ای بت طناز پیوسته چه ناز است اینهمه
غالباً نسبت به ارباب نیاز است این همه

من بجان دور از تو و ایام دوری بس دراز
وه چه یارب قصه دور و دراز است اینهمه

میدهد محراب یاد از ابروی دلبر مرا
رو به محرابم نه از بهر نماز است این همه

گر نه دارد شمع در سر آتش سودای تو
چون من از بهر چه در سوز و گداز است اینهمه

وه نمیدانم چرا آن دلبر نامهربان
با رقیبان مهربان و دلنواز است اینهمه

دمبدم حسن نکویان در ترقی غالبا
از نگاه عاشقان پاکباز است این همه

مغنی سحرگاه گفت این ترانه
که بی باده خوش نیست چنگ و چغانه

صبوح است ساقی صبوحی کرم کن
که دارم خمار از شراب شبانه

می و نقل دارم تمنا و خواهم
از آن قطره قطره وز آن دانه دانه

بروی مهی باده خواهم کشیدن
که آمد در اقلیم خوبی یگانه

خدنگ اجل را هدف گشته جانها
اجل ناوک غمزه اش را نشانه

کم از آب خضر آب تیغش نیامد
شهیدش بود زنده جاودانه

چه جان و چه دل خانه اوست عرفی
نیامد جز او صاحب هیچ خانه

غزل دیگر

نسیما رو بسوی گلستان آهسته آهسته — به گل کن شرح حال بلبلان آهسته آهسته

اگر یابی بگوشش رفته رفته فرصت ادا هی — بشرح حال ما بگشا زبان آهسته آهسته

درای از راه تعظیم و به لب های ادب هر دم — ببوس از روی مهر آن آستان آهسته آهسته

اگر در خدمتش تقصیر باشد معذرت بلیم — بعرض خادمان او رسان آهسته آهسته

برو آهسته آهسته بدان کوی و بگو با او — ز حالم اندک اندک همچنان آهسته آهسته

اگر روزی توانم سر نهادن بر سر راهش — فشانم زیر پایش نقد جان آهسته آهسته

خوش آن روزی که صرفی گاه روی و گه جبین ساید
بخاک پای آن شاه جهان آهسته آهسته

من گشته ام براه جنون سر نهاده — در خاک ملبی برون ز دو عالم فتاده

بر باد پای شوق و محبت فتاده — در وادی قرار و صبوری فتاده

در بسته بر رخ جهان و جهانیان — از نیستی دری برخ خود گشاده

بهر نثار مقدم تو نقد جان بکف — یعنی بخدمت تو بجان ایستاده

سرگشته براه محبت چو گرد باد — سر در هوای عشق تو بر باد داده

از کنج غم بزم طرب پی برده — فارغ بخون چشم خود از جام باده

گفتی که در وفا ز سگ یار کم نیم
صرفی خموش باش که گفتی زیاده

خوبان که در کرشمه و ناز اند این همه — خواهند غارت دل و تاراج دین همه

دیوانه یکی ز بتان پری وشم — هستند اگرچه غمزه زن و نازنین همه

گه غمزه گه عتاب گهی ناز کار او ست — مقصود او چه باشد الهی ازین همه

گر نیست قصد کشتن اهل محبتش — یارب غرض چه دارد ازین جور و کین همه

تو پادشاه حسنی و خوبان مه جبین — دارند داغ بندگیت بر جبین همه

دارند حسن و عشق بهم رازها ولے | پوشیده ماند بر خرد خورده بین همه

صرفی به نظم تو فصحای عرب کنند
همچون سخنوران عجم آفرین همه

اے ز چشم مست تو ویران شده هر خانه | از خم زلفت بهر ویرانه دیوانه
مرد نه بود آنکه خود را زنده بر آتش زند | وای بر مردے که باشد کمتر از پروانه
چوں همه خلق جهاں دیوانهٔ عشق تو اند | در همه آفاق نتواں یافتن فرزانه
نزد تو چوں آشنائی نه دارد اعتبار | خواهم آمد بعد ازیں در صورت بیگانه
گاه میخواند ز نظمم گاه میراند ز قهر | چوں کنم یارب که دارم بوالعجیب جانانه
گر شبے خواهی شنیدن قصه ام را ای حبیب | خواب هرگز نے رُباید از چنیں افسانه

نیست ضعف هر ضعیفی از غم عشق بتاں
گنج نتواں یافتن صرفی بهر ویرانه

از جنون عشق تو شور لیست در هر خانه | رو بسویت دارد از هر خانه دیوانه
گشته ویران خانهٔ چشمم ز سیلاب مژه | ساعتے بنشیں که دارم گوشهٔ ویرانه
آرزو دارم که روزی نقد جاں بسپارست | کاشکے افتد قبولت نذر درویشانه
هر خسے را گو مسوز از روے آتشناک طور | چوں تو شمعے را سزد مانند من پروانه
آشنا زاهد نگردد بما دیوانه گانِ سے | آشنائے را چه داند از خرد بیگانه
کی براه توبه باشم زاهدا ثابت قدم | منکه صد پیماں شکستم بهر یک پیمانه

گنج حسنت خانهٔ صرفی دیار او بلا است
طرفه دارد خانه و طرفه تر همخانه

ز هر کارے که جز عشق است بیزارم بحمد الله | ز اسرار نهان او خبر دارم بحمد الله
به کار عاشقی هر دم دگر گوے ستوده حالم | بهر حالے من بیدل درین کارم بحمد الله
زبار عقل و جان و دل غم عشقت خلاصم کرد | براه عاشقی بارے سبکبارم بحمد الله

پی مرغان قدسی آشیان دامی است گیسویت
بایں دام بلا من هم گرفتارم بحمد الله

شنیدم شربت بیمار عشق است آن لب شیرین
من دلخسته از عشق تو بیمارم بحمد الله

من بیدل ز اسرار محبت بوده ام غافل
غمت از خواب غفلت کرده بیدارم بحمد الله

بدستم خار محنت آمد از باغ جهان صرفی
گل راحت شگفت آخر ازین خارم بحمد الله

آمد سوی مشتاقان دلدار بحمد الله
با دلشدگان دلبر شد یار بحمد الله

عمری به تمنایش بگذشت مه و سالم
امسال نمود آن مه رخسار بحمد الله

نه روز و نه شب بودم بی آرزوی رویش
امروز میسر شد دیدار بحمد الله

صد بار طلب کردم دیدار وی و دیدم
برکام خود این دولت یکبار بحمد الله

از خواب گشاد آخر آن نرگس رعنا را
شد دیدهٔ بخت من بیدار بحمد الله

بگذشت ز آزارم چون زاری من بشنید
وز قول رقیبان شد بیزار بحمد الله

محرم بحریم او صرفی است کنون صد شکر
محروم شد از وصلش اغیار بحمد الله

ای عالم از بهار رخت گلستان همه
سرسبز و خرم از خط سبزت جهان همه

ای از تو هر زمان بزمین فتنهٔ دگر
زان فتنه [illegible]وش زمین و زمان همه

هر لذتی که تیر تو بخشد دل مرا
پیکان غمزه ساخته خاطرشان همه

رقاص ذره وار بمهر تو آفتاب
سرگشتهٔ هوای تو خورد و کلان همه

بویت بهر دیار که یاد آورد شود
اموات باز زنده و پیران جوان همه

عاشق کش من آمده بربسته تیغ کین
از شهر ما گریخته امن و امان همه

صرفی امید دوستی از هیچ کس مدار
گشتند دشمن تو بجان دوستان همه

خوبرویان که بلای دل و جانند همه
فتنهٔ عالم و آشوب جهانند همه

غمزه آور فرح افزا و نشاط انگیزند
نونهال چمن خوبی و روز افزونند
گرچه از درد دل سوختگان بی باکند
شیر مستند و نخورند بجز شیرهٔ جاں
درس مهر و سبق لطف نخوانند ولی

مرهم ریش دل و راحت جانند همه
گل رخ و سرو قد و غنچه دهانند همه
آگه از سوز دل و درد نهانند همه
قطره قطره ز دو لب شیره چکانند همه
در فن قتل محباں همه وان اند همه

نازنینان جهان را به لطافت صرفی
جان چگویم که شیرین تر ازاں اند همه

تیغ کین در دست آں عاشق کش بیباک به
آرزو دارم که برخاک ره او سر نهم
دلبر من طرفه چالاکی ست در عاشق کشی
شیشه پر می نمی خواهیم و جان شادمان
کاخ عیش ما خراب افتاده زیر نه فلک
شهسوار من چو صید خویشتن کردی مرا

سینه ام صد پاره و هر پاره ام صد چاک به
گر نه برخاک ره نهش باشد بزیر خاک به
بهر قتل دردمنداں دلبر چالاک به
عشقبازاں را جگر پر خون دل غمناک به
خشت خشت افتاده یارب گنبد افلاک به
صید تو بر بسته آویزاں ازاں فتراک به

گر نه رفته صرفی از لوح دلت نقش هوا
نام تو از دفتر اهل محبت پاک به

نکهت جاں ز خطت سنبل تر دزدیده
بر سر دار بر آورده ببین نرگس را
از لبت چشمهٔ خضر آب حیات آورده
ای گهر بار لبت وقت سخن پردازی
کاکلت صبر و سکون داده و بازم برده
کس نه دزدد هنری را ز کس اما چشمت

نیست پیدا دهنت غنچه مگر دزدیده
کز عروسان چمن نقره و زر دزدیده
نیشکر از دهنت تنگ شکر دزدیده
صدف از حقهٔ لعل تو گهر دزدیده
زلف زین شیوه پر آشفت ز سر دزدیده
هنر ساحری از اهل هنر دزدیده

نقد عقل و دل و دینی که مرا گم شده بود
چه عجب طرهٔ طرارش اگر دزدیده

تا بپوشد رخ زرد من غم دیده ز غیر
چشم گریان ز دلم خون جگر دزدیده

کرده سر حلقهٔ دزدان رخ خویشم یعنی
رخم از حلقهٔ زرین تو زر دزدیده

نامه را که نوشتیم بخون ای قاصد
جانب یار ز اغیار ببر دزدیده

صرفی از بیم رقیبان ستمگر از دور
می‌کشد از رخ خوب تو نظر دزدیده

بردم به کعبه از کوی او راه
از ره فتادم استغفرالله

در شرح شوقم عمر درازت
ای خضر باشد بسیار کوتاه

از کفر و ایمان وارستم اول
احکام دینی دانستم آنگاه

از آهم افتد آتش بعالم
غافل نباشی زین آتشین آه

الحمدلله در وی سرایت
از من نکرده اندوه جانکاه

خواهم که بینم روی نکویش
چون من ندارد یاری نکوخواه

ننهاد صرفی در نیستی پای
از سر هستی کی گردد آگاه

فارغ البال منم از تا زبر سر بر زده
مرغ روحم مضطرب گردید و بال و پر زده

جامه گلگونی گذشته از سرم دامن کشان
جامه گلگون او آتش بجانم پر زده

تا نه دست آرزومندان بدامانش رسد
جلوه گر شد در قبای ناز دامن بر زده

تا دگر بر تا وکی بر دل رسیده زان مژه
از پی هم غمزه اش صد ناوک دیگر زده

بسکه چشمم ریخت خون ظاهر نگشته قطره
بهر خونم گم کردم فصاد چون نشتر زده

شام تا صبح از غمش می خورده صد خونابه بیش
شب همه شب بست من بلب بی غمان ساغر زده

غالبا رنگ من آمد بهر قتل بیدلان
برمیان شمشیر بسته دیگر خنجر زده

شمع آه من که روشن کلبهٔ تارم از دست — خنده‌ها بر مشعل مهر و مه انور زده
در جهان تابی ید بیضا نموده ماه من — همه طبانچه زان ید بیضا بروی خورده
بابتان شوخی است بسته در میان زرین کمر — زان میان راه مسلمانان همان کافر زده

غم بزیر بستر صرفی نهاده خارها
خارهای غم به پهلویش سر بستر زده

چه عجب گر کند از من سگ دلدار گله — کهنه رسمی است که از یار کند یار گله
آن قدر تاب کجا ماندم از دیدن تو — که کنم با تو ز هجران شب دیدار گله
جور بسیار تو بر من ز چه رو اندک شد — دارم از اندکی جور تو بسیار گله
رحم بر زاری بیحد منت نیست ولے — چه حد آن که کنم از تو من زار گله
غم عشق تو فرح بخش و نشاط انگیز است — پس چرا بے کنم از وی من غمخوار گله
یارب از یاری خود بهره ور اصلا نشدیم — گر بخاطر رسد از یار ستمگار گله

گله ام نیست از دل ز رقیبان هم نه
صرفی آمده از مشرب ما عار گله

دل من آمده در بزم عشق چون شیشه — دلی بجای شراب است پر ز خون شیشه
ز بوی جامه درون و برون من است هر شب — اگرچه باده ندارد از درون و برون شیشه
چسان رسد بی عشرت ز دیدهٔ فلکم — که عمرها است بر افتاده سرنگون شیشه
کجاست آنکه بریزد شراب آتش گلگون — بحلق سوخته من ز آب گون شیشه گوں

می مراد دلی از شیشه خورد صرفی
نخورده وزده در خاره جنون شیشه

نور حق ظاهر از آن روی چو مه — کرم الله تعالی وجهه
ببر دوم وصف تو گویان شب هجر — تا شود راه دراز م کوته
دارد از غمزهٔ نازت صف صف — فتنه چون بر تو کند عرض سپه
غم تو کرده امل در همه شهر — با غم تو نه سپاه است و نه شه

گره بر یاسمن زرخ آن بت ببند / مپسندند نعرهٔ الله الله

صفت عشق چه پرسی ز خرد / وصف خورشید چه داند اکمه

تا نه بر دار فنا عرفی رفت
نشد از سرّ انا الحق آگه

روان از دیده ام بی لعل میگون تو خون گشته / حباب خون بود با جام چشم سرنگون گشته

ز اشک افشاند تخمی بر زمین آرزو چشمم / مرا زین کشت حاصل پنبه سوداغ جنون گشته

براه او شب هجران ز اشک خویش ممنونم / که امشب کوکب اشکم در این ره رهنمون گشته

پی تسکین آتش می زند آبی برو اما / ز آب دیدهٔ من آتش شوقم فزون گشته

ز چشم من که رفته اشک گلگون در تمنایت / تمنای گل وصل از دلم زین ره برون گشته

خیالش آمده در چشم دل بسته راه این خانه / نمی دانم برون زین خانه طفل اشک چون گشته

ز رنگ آمیزی نقاش عشق زد فنون عرفی
روان بر چهرهٔ زردم سرشک لاله گون گشته

نظر چه بر رخ دشمن در ره وفا کرده / پی مزید حیاتم اجل دعا کرده

سپرده در قدمت بنده جان و شکر خدا / که حق مقدمت از صد یکی ادا کرده

بدین گمان که ز نیم پی رخت مریخ از من / فرشته هم نه نویسد گناه ناکرده

ز غصه خامه شکسته ورق دریده ملک / ز غم چو در دو چشم را جدا جدا کرده

ز درد و غم چه گریزم که دخل نتوان کرد / بنامه که رقم خامهٔ قضا کرده

نه من جدا ز بلای ز من جداست بلا / چه خوب که من به بلا و به من بلا کرده

درون در آمده محنت برون شده راحت / ز غمزه لکه خدنگت دل مرا کرده

ز تیغ عشق آرزوی بسمل خودم بوده / ز لطف آمده رحم جنم روا کرده

بسوی بیش از سر اخلاص سجدهٔ عرفی است
بمسجد آمده و سجدهٔ ریا کرده

پی نظاره ات شده آفریده / به مردم دیده و مردم به دیده

تو از لب وا دہ جاں سرگشتہ مرا
مرا از شوق جاں برلب رسیدہ
رقیبت قدر گنج دولت وصل
چہ داند رنج ہجراں ناکشیدہ
مدار لعل جاں بخشت اجل را
بہ تیغ غمزہ چشمت سر بریدہ
دلم در گوشۂ از ابروی تو
ز عقل و جاں و تن عزلت گزیدہ
ز طعن عشق معذور است زاہد
چہ داند لذّت مے ناچشیدہ

رخش صرفی تواند دید چشمے
کز و خونابہ ہائے دل چکیدہ

مے کشم ہر دم شب ہجر از غم جانکاہ آہ
وہ نہ دانم چوں کشم جاں برلب آمد آہ آہ
شاہد حال من بیدل ز ماہی تا بہ است
کاب چشمم تا بماہی رفتہ دود تا ماہ آہ
من نمے خواہم کہ آہ آتشینم سر کشد
آتشے افتد بعالم گر کشم ناگاہ آہ
مے کشم آہ در از از زخم تیغ غمزہ اش
عشق مے گوید کہ ہست از ہمت کوتاہ آہ
چرخ بے مہرم بہ خاک راہ یکساں ساختہ
ایں بسم کز من بر اوج چرخ دارد راہ آہ
اے کہ مے پرسی ز کارِ من جدا از یار من
کار من گہ گریہ دگاہے فغان وگاہ آہ

ہیچ تاثیرے نہ دارد در دل او صرفیا
خواہ افغاں بر سر کویش کشی و خواہ آہ

پیش ازیں مردہ شدہ از دم عیسیٰ زندہ
ایں زماں شدہ ز لبت شیوۂ احیا زندہ
مردہ را بہ نفس زندہ مسیحا کردے
از لب لعل تو شدہ صد چو مسیحا زندہ
از تو تا گشتہ ہمیں غمزہ تفاوت ای خضر
آں قدر ہست کہ از مردہ بود تا زندہ
جانِ من مردہ بعشق تو نماند مردہ
عاشق امروز بود مردہ و فردا زندہ
خبر آمدن دلبر مردم کش ما است
از پئے کشتن ما گشتہ تمنا زندہ
ہر کہ میرد بغمش زندہ جاوید شود
مردن خود بغمش کردہ تمنا زندہ

بسکہ صرفی بہ درت زار و ضعیف افتادہ است
نیست معلوم کہ او مردہ بود یا زندہ

غزلِ دیگر

دمے دارم کہ از انفاسِ عمرم باز پس مانده
بیا جاناں کہ باقی از حیاتم یک نفس مانده

مرا بود ایں ہوس کآخر بپایت جاں برافشانم
نمانده جانم از ہجر و بجانم آں ہوس مانده

ہمیں من ماندہ ام از دردمندانت دوایم کن
تو خود فرما کہ جز من زیں جماعت ہیچ کس مانده

دل وارستہ ام پابستۂ اندوهِ ہجران است
ہمائے اوجِ لاہوتی گرفتارِ قفس مانده

ز من دامن کشیده سروِ گل پیراہنم بگذشت
نہ دامانم بدست و نے بدامانم دسترس مانده

ازو صد ملتمس دارم ولے چوں ناکسست آں خو
دلم دستِ تمنا باز از ہر ملتمس مانده

بجانِ ناتوان دل مانده دردِ عشق را پنہاں
چہ غفلتست اینکہ پنہاں آتشے را زیرِ خس مانده

رہِ دیوانگی طے کرده مجنوں رفت چوں فرہاد
تو اے صرفی دریں رہ از رفیقاں باز پس مانده

من کرده ام دعا و تو دشنام کرده
خاصیتِ دعا است کہ انعام کرده

صد تیغ و خنجر از مژه ات بود بس چرا
تیغے بکشتنم ز اجل وام کرده

رم کرده دل ز جور و ز دشنام ہا مرا
چنداں ستوده کہ دلم رام کرده

تنہا نہ بنده را ہمہ را کشتہ بناز
لطفے کہ خاص داشتہ بعام کرده

بامِ رقیب جلوه گہت گشتہ صبحدم
اے آفتاب صبح مرا شام کرده

اصلاحِ اہلِ عشق میندیش اے خرد
با آں کہ پختہ طمعِ خام کرده

صرفی بعشق نامِ نکو کرده طلب
خود را چنیں برائے چہ بدنام کرده

بیا تا چند بگشاییم بخونابِ جگر روزه
اگر لب ہا کہ بگشاییم بداں شہد و شکر روزه

نہ روز و نے شبم یک لحظہ فارغ از جگرخواری
بدیں حالت چساں قادر توانم بود بر روزه

خدنگے میرسد ہر روز بر عشاق از آں غمزه
خوردی ہا را دلگیر از خدنگاں ادا را زہر روزه

چو ما را مانعِ آب و طعام اندوهِ ہجر است
بہ ترکِ دل نخواہد ز ما را در نظر روزه

دہاں بد منی پاید باده دایم از لبِ لعل است
عجب کاں مست را از دہاں مخموری نیست در روزه

باقلیم دل است و کشور جاں دائماً سیرش
چرا او روزه بے دارد که نبود در سفر روزه

نیاز و عجز مے باید چو صرفی ورنه اے زاهد
چکار آید عبادت گر نماز است و دگر روزه

حرف اللام والالف

عشق پیش آورد خوانے از بلا
گفت بسم الله حریفاں الصلا

آمده جام بلا عشاق را
قسمت از مے خانهٔ قالوا بلا

روے خویش را مے تواں نظاره کرد
چشم اگر یابد ز نورا و جلا

والیِ اقلیم جاں کس جز تو نیست
اے بسویت روے ارباب بلا

زلف پر پیچ و خمت دام فریب
طائر قدسی بدامت مبتلا

گرگشد یارم توانم بهره بُرد
از حیات سرمدی الا فلا

گرد قتل صرفیِ خونیں جگر
خنجر شوق شهید کربلا

قامت آں سرو سمن بر بلا
جامهٔ گل رنگ بلا بر بلا

هر سر موئے تو بلائے بلے
آمده زلف تو سراسر بلا

فتنهٔ ایام رخ خوب تو
بر رخت آں خال معنبر بلا

عین بلا صورت دلجوے تو
گشته به شکل تو مصور بلا

یک دو رفیقے که به من مشفق اند
هست یکے محنت و دیگر بلا

بیکسی و غربت و هجران تو
رو به من آورد کنوں هر بلا

صرفیِ بیدل ز شهیدان تست
دشت غمت نیست کم از کربلا

اے دلم افتاده ز تو در بلا
کاکلت انگیخته از سر بلا

خال و خطت کافت دین و دل اند هست یکی فتنه و دیگر بلا
تا تو بلای دل و جان منی پیش من است از همه خوشتر بلا
ای که بلای دل و جان چشم تست شد ز دو چشم تو مقدر بلا
قسمتم از روز ازل حب تو ای به محبت تو مقدر بلا
عشق بتان را تو هوس کرده از تو فتادیم دلا در بلا

خسرو عشقم که منم صرفیا
بندهٔ درگاه شه کربلا

ی حرف الیا ی

ز آئینهٔ جمال بتان در نظر توئی هر دم بصورت دگری جلوه گر توئی
تو عین نوری و من همگی ظلمتم ولی گر بنگرم بخود ز خودم جلوه گر توئی
گاه از قبای ناز و گه از خرقهٔ نیاز هر لحظه جلوه گر به لباس دگر توئی
ظاهر بچشم اهل نظر نیست جز تو کس پنهان شده ز نرگس ناقص بصر توئی
چشم پر آب و جان پر آتش مرا ز تست یعنی بجان سوخته و چشم تر توئی
بنموده جمال خود از شکل مهوشان ای جان من فدایت بدین شکل اگر توئی

خون شد ز گل رخان جگر چاک چاک من
لیکن مراد صرفی خونین جگر توئی

آن که در پرده عیانست توئی وان که بی پرده نهان است توئی
شهسواری که به جولان گه ناز هر طرف جلوه کنانست توئی
آن که از ابرو و مژگان بتان در کمینش تیر و کمانست توئی
آفتابی که از و شعشعه حسن خوبان جهانست توئی
آنکه در صومعه و میخانه قبلهٔ پیر و جوانست توئی

آں گل تازہ کہ از شوقِ رخش بلبلِ دل بہ فغانست توئی

سنگ راہے کہ ترا اے صرفی
دررہِ عالم جانست توئی

گاہ حور و ملکی گاہ پری و بشری گہ بر اوجِ فلک و گہ بہ زمیں جلوہ گری
ہمہ جا جلوہ گہِ تست چہ پست و چہ بلند ہر کجا مے نگرم من تو مرا در نظری
ہیچ تشکلت نہ و ظاہر توئی از ہر شکلے ہیچ رنگت نہ و ہر لحظہ بہ رنگِ دگری
ہمہ شیدائے جمالت چہ نبی و چہ علی ہمہ دیوانۂ عشقت چہ جنید و چہ سری
دامنت پاک ز آلایش امکان و حدوث ہر چہ گویم کہ از اں پاکی از اں پاک تری
غیر را عین تو مے دانم و کلفت نہ کشم از درِ خویش نکشم اگر بر درِ غیرے ببری
جز تو ہمخانہ نہ دارم چو مقیم وطنم ور مسافر شوم از خانہ بہ من ہمسفری
ہیچ کس کنہ جمالت نتواند دریافت نہ بشر آگہ از ان و نہ فرشتہ نہ پری
جز ظہورت نبود از پدران و پسراں اے منزہ تو بذات از پدری و پسری
گر انا الحق مے زند آدمیئے عیبے نیست چوں تو خود بانگِ انا اللہ زناں از شجری

صرفی از کعبۂ توحید نشاں کے یابی
تا نہ از بادیۂ ہستی خود در گذری

دلبرم ہاشمی و مطلبی و قرشی کہ دل و جان مرا جز بغمش نیست خوشی
ہمہ شاہان عجم بردر سلطان عرب کمتر از بندۂ زنگی و غلام حبشی
نام او حرزِ یمانی است وفاکیشاں را وھو الوسیلۃ لنا کل غداۃ و عشی
غیر خاکِ قدمش آب حیاتم نبود آنا عطشان و قد احرق قلبی عطشی
خوب رویانِ جہاں گرچہ کواکب صفتند اوست مشہور از اں جملہ بخورشید وشی
خاکساریست سرافرازی تو بردرِ او تو گرفتار بآرایش دستار و فشی

دادہ اند از پئے آنت دل و جاں اے صرفی
کہ دہی دل بوئ و جاں بغم او بکشی

غزل دیگر

از غم ماه وشان دگر ای دل چه خوشی / مطلبت جز غم آن مطلبی و قرشی

چشم لطفم ز وی آری چه عجب گر باشد / میل شاه قرشی سوی غلام حبشی

آنکه خورشید بود پرتوی از طلعت او / نیست مدحش که کنم وصف بخورشیدوشی

یک دو قرصی است ز خوان کرمش شمس و قمر / وهو من یطعمنا کل غداة و عشی

بی مئی لعل لب او چه کشم آب حیات / مامن الماء مرینا و هم نا عطشی

صوفی از مشرب توحید نشان کی یابی / جرعهٔ تازه مئی ساغر عشقش نچشی

صرفی از مذهب من پرسی و از مشرب نیز
مذهبم عاشقی و مشرب من دردکشی

ای که بعالم آمده بهر نظام عالمی / مظهر اسم اعظمی بلکه خود اسم اعظمی

غیر تو کیست تا کند حفظ وجود کائنات / بلکه تو نیز خزانهٔ نقد وجود خاتمی

گرچه ز آدم آمده جسم لطیف تو ولی / یافته آدم از تو جان بلکه تو جان عالمی آدمی

سر حقیقتی که آن اصل همه حقایق است / آگه از آن محقق نیست دمی تو محرمی

پیشتر از همه توئی در شرف و نزد تو / غایت بیشی همه هست نهایت کمی

از نفس مسیح جان هیچ تنی نیافته / تا نه باو درین نفس کرده لب تو همدمی

ای که بلای عشق تو اهل ولا همه کشند
صرفئی دل شکسته را با غم تست خرمی

بیک نفس کنیم زنده چون بناز کشی / ولی ز کرده پشیمان شوی و باز کشی

چو روز حشر شود زنده کشتهٔ تو رسد / بخاطر که تو بازش به تیغ ناز کشی

دمادم آن لب جان بخش را گزیدن چیست / مسیح را عجبی نیست گر بکار کشی

نیاز و زاری من بایدت ولی آخر / مرا بهمین جرم زاری و نیاز کشی

شهید عشق ایاز آمده است یک محمود / نگار من تو بیک غمزه صد ایاز کشی

بس است غمزه چه حاجت به خنجر و شمشیر / دمی که اهل وفا را بترک تاز کشی

بباخت عشق تو زندی که کشتهٔ تو نشد / که نیست شیوهٔ تو غیر عشق باز کشی

بکامِ غیر ز وصل الحصر صرفی را ،،
چرا به تلخیِ هجران جان گداز کشی

نمی‌توان به شکر کرد نسبت لب وی
که این ز شیرهٔ جانست و آن ز شیرهٔ نی

مگیر بر لب خود ساغری گلگون
که خون ز غیرت آن شد دل صراحی می

شب وصال تراروز هجر در دنبال
شب اجل مه من روز هجر را در پی

بیا که طاقت صبرم نماند دور از تو
بلای هجر تو تا چند و صبر من تا کی

قدم چو بر سر کون و مکان زدم کردم
ره دراز ازل تا ابد بیک دم طی

مدوز عقل و دل و جان چه آیدم در عشق
که باشد این همه اشیا به نزد او لاشی

چو از زلال وصالش جدا شدم صرفی
عرفت سر من الماء کل شیء حی

سرو گل رخسار من دارد بکف جام ملی
می نماید ساعدش زان جام چون شاخ گلی

گر غم او خنجری زد بر دلم او را چه غم
گل ندارد غم اگر خاری خلد در بلبلی

چون بمیرم در غم آن گل عذار سبز خط
از گلِ من سر برآرد لاله یا سنبلی

صاحب قلقل قل للساقین ای جرعة
کز صراحی آرزو دارم صدای قلقلی

تو درون خانه و در روی تو زیر نقاب
وز تو در هر وقت غوغای و هر جا غلغلی

می گریزد دل ز من در حلقه‌های زلف تو
خواهمش در پای زنجیری و در گردن غلی

از چه رو فریاد صرفی را نکردی گوش دوش
ای به گوشت حلقه و تا به دوشت کاکلی

چشمم از گوشهٔ محنت نگرانت تا کی
گوشهٔ چشم بسوی دگرانت تا کی

جگر اهل محبت ز غمت پر خون است
سر آزردن خونین جگرانت تا کی

راست پنهان همه در آرزوی روی تو اند
مه من رو بسوی کج نظرانت تا کی

خبری نیست رقیبان ترا از غم عشق
میل هم صحبتی بی خبرانت تا کی

ای دل آمد به لب از تلخی غم جان حزین
آرزوی لب شیرین پسرانت تا کی

مهربان سیمبری نیست بعالم صرفی
روی چون زر ز غم سیمبرانت تا کی

غزل دیگر

در ملک خوب رویان سلطان این سپاہے / ای شاہ کج کلاہان کج نہ کلاہ شاہی

نور خدا تجلی کردہ از رخ تو بر ما / اے آفتاب رویت آئینۂ الٰہی

دور از تو ام چو ماہے در تاب ماندہ بے آب / گویا خبر نداری از حال من کماہی

نہ شاہی و نہ ماہے مانند تست یعنے / بر تخت ناز شاہی بر اوج حسن ماہی

تا ماہ رفتہ آہم تا ماہی آب اشکم / بنگر گواہ عالم از ماہ تا بہ ماہی

عشاق بے گنہ را کشتی نگہ نیامد / نزد بتان گناہے بد تر ز بے گناہی

از ناز کج نہادی بر سر کلاہ خوبی / الفقصہ راست گویم سلطان کج کلاہی

اے نالہ رو خبر کن آن ماہ را ز دردم / گر باورش نیاید آخر تو خود گواہی

در دست سگانش صرفی ز نالہ رستت
سر نہ بپای یاران از بہر عذر خواہی

اے خدا خواہم غم ہجران ز جان ما بری / یار را اینجا بیاری یا مرا آنجا بری

اے کہ مے خواہم وصالش در دعا شام و سحر / قاصد از بہر خدا سویش دعاے ما بری

زود برکن کار خود پاس خدا را ای اجل / چون ز تن جان مرا امروز یا فردا بری

گرچہ از سوداے عشق او شدم رسوا ولے / من نہ خواہم کز سر من یا رب این سودا بری

خواہم از غیرت کہ ہر کس رہ نیابد غیر او / در حریم وصل او یا رب مرا تنہا بری

بردہ اے صرصر ہجران چو کاہ از جا مرا / گر بدینسانی بیکدم کوہ را از جا بری

رو بخاک پای او سودن تمنا مے کنی
ترسم اے صرفی کہ در خاک این تمنا را بری

ز حلقۂ سر زلفت بروں نیم بارے / بروں ز حلقۂ اہل جنوں نیم بارے

اگر بدست ندارم پیالہ پر مے / ز دیدہ مے قدح پر ز خوں نیم بارے

خمیدہ قامتم اما نہ بار درد و بلا / ز بار محنت گردون دوں نیم بارے

ہمیشہ بادہ محبت کشیدہ ام کار است / بکار و بار محبت زبوں نیم بارے

ز بہر دفع غمت حیلہ نمیدانم / بہ علم حیلہ گری ذوفنوں نیم بارے

بروں ز شعلۂ آہم بر و بحمد اللہ / کہ بے زبانہ سوز دروں نیم بارے

خوشم به خون دل خود که می خورم صرفی
فرح طلب ز می لعل گون نیم باری

چون صنوبر کاشکی صد دل بدست آوردمی | تا بصد دل آرزوی آن سهی قد کردمی
منت ایزد را که گشت آن دلبر عاشق کشم | پیش ازین گر مردمی آن آرزو میبردمی
گر شگفتی غنچهٔ مقصودم از باغ رخش | همچو نرگس ساغر می هم بدست آوردمی
نیستم عمر عزیز من دمی بی یاد تو | آری از عمر عزیز آمد غنیمت هر دمی
آن سگان را ناله ام آزرد وافتادم جدا | کاشکی هرگز دل یاران نمی آزردمی
جان باو بسپردم و او رفت و ماندم در بلا | آن امانت را به اهلش کاشکی بسپردمی

گر دمی بودی لب لعلش به کامم صرفیا
کی بجای باده هر دم خون دل میخوردمی

اگر بر عارضت نبود نقابی | کنی هر ذره را آفتابی
غمت کز رشته جانم نتابد | نزار نبود غمم یک رشته تابی
ز مهر و ماه رخسارت فتاده | بخورشید جهان تاب اضطرابی
تو مست خواب نازی باده خورده | مرا بی تو نه خوردی و نه خوابی
کشیدم بی حساب اندوه محنت | دل آشفته نگیرد حسابی
نقاب از رخ برافکن تا دهم جان | مرادم نیست جز رفع حجابی

به تنگ آمد ز جان خویش صرفی
ز لطف جان ستان خواهد عتابی

کیم من زان دو زلف آشفته کاری | شبی روزی پریشان روزگاری
دل از کف داده بی دلنوازی | به غم درمانده بی غمگساری
به کوی نامرادی دردمندی | براه دردمندی خاکساری
به زیر پای رندان خاکساری | ولی نه نشسته بر خاطر غباری
ز صاف جام راحت بی نصیبی | ز لای تلخ محنت دردخواری
جهان گردیده نادیده هرگز | مراد خود ز شهر و دیاری
زمام اختیار از کف برونی | عنان دل بدست شهسواری

شنیده وعده های وصلش اما — نه دیده غیر درد انتظاری

چو صرفی ناامیدی از وصالش
ولی در جستنش بی اختیاری

ای مرا هر دم ز عشقت عالمی در عالمی — شور و غوغای دگر هر لحظه در هر عالمی
از دو عالم یعنی از دنیا و عقبی فارغم — من که دارم در غمت زان هر دو برتر عالمی
تا براه عاشقی ما ندم قدم نه بود عجب — گر مرا در هر قدم افتد گذر در عالمی
پادشاهان را بود جنگ و جدال از بهر دین — بندگانت را فزون از هر دو کشور عالمی
شاه ملک فقرم و سلطان اقلیم فنا — بنده ام زان رو جهانی گشت و چاکر عالمی
غم ندارم گر چراغی نیست شب در کلبه ام — گردد از یک شعلهٔ آهم منور عالمی

چون به وصف مشک خطان دم زدم نبود عجب
گر ز انفاسم شود صرفی معطر عالمی

ای ز خورشید جمالت منور عالمی — وز دو زلف مشکبارت معطر عالمی
بر مراد خود سحر بینم کسی را از غمت — خاک راه نامرادی کرده بر سر عالمی
کی بنای عشق در ملک دلم یابد خلل — گر شود ویران ز سیل دیدهٔ تر عالمی
یار مست باده گلگون و ما حیران او — او ز مے در عالمی و ما از و در عالمی
چون نه دانست تسخیر چو من دیوانه — آنکه چشم ساحرش را شد مسخر عالمی
گر نسیمی ره توانا یافتن در زلف او — زان نسیم عطر سا گردد معطر عالمی

صرفیا در عالم دیوانگی افتاده ایم
در جهان از عالم ما نیست خوشتر عالمی

گرچه مے بخشد مسیحا مردگان را زندگی — گر لبت را بیند این جان میرد از شرمندگی
زنده بی درد او مرده درد ترا — زندگی چون مردگی و مردگی چون زندگی
بنده و ام ایستاده بر پا سرو پیش قد تو — دولت آزادگی در یافته زین بندگی
حسن مهرویان دیگر چند روزی بیش نیست — قامت حسن تو دارد خلعت پایندگی

صرفیا فرخندگی جز بندگی در عشق نیست
نیک بختا بنده کو دارد این فرخندگی

نه زخمم گر عتابے کرده باشی
اگر زان رفع حجابے کرده باشی

لب لعل خودت مے داده باشد
اگر میل شرابے کرده باشی

ز خیل بیدلانت کس چو من نیست
تو هم خود انتخابے کرده باشی

سوال قتل خود کردیم فرما
اگر فکر جوابے کرده باشی جوابے

بود بر بنده رحمے گر تو ناید
خیالے گر به خوابے کرده باشی

چو بر خاک تو صرفی ناصح آمد
تو در خاک اضطرابے کرده باشی

یار من با دردمندان یار بودے کاشکے
مرهم ریش دلے دل افگار بودے کاشکے

تا بچند از نامرادی درد محروم کشم
بر مرادم دولت دیدار بودے کاشکے

چون نصیب چشم بیدار آمده دیدار او
دیده هائے بخت من بیدار بودے کاشکے

حیف از آن گردے که از خاک رهش بر باد رفت
سرمه این دیده خونبار بودے کاشکے

یار سویم اندکے دید و رقیب از رشک مرد
التفات او بموج بسیار بودے کاشکے

چون بمیرم بے قد و رخسار او بر خاک من
سایه آن سرو گل رخسار بودے کاشکے

قصر سلطانی نمے خواهیم و ایوان شهے
جائے صرفی زیر آن دیوار بودے کاشکے

شدی مست و دل پر خون شکستی
شکستی شیشه دل راز مستی

چرا از گفتگو بستی دهن را
چرا بر من در مقصود بستی

بدستم تحفه جز نقد جان نیست
لبے شرمنده ام از تنگدستی

چو بستم رشته هائے جان به زلفت
بهانه شانه کردی و گسستی

بچشم دیگران منزل گرفتی
چرا با مردم دیگر نشستی

بطوبی امیل زاهد نے بقدت
ندارد همت عالی پرستی

به ملک نیستی صرفی گذر کن
اگر خواهی که دانی سر هستی

به شبهائے فراق از ضعف دارم من عجب حالے
که از موئے چو موئے گشتم و از ناله چون نالے

چسان اوقات خود را بگذرانم بے مه رویت
که هر روزیست چون ماهے و هر ماهیست چون سالے

زبس لطف و صفا از سیب بستان بهشت اما
نمایان دانه شد تا نهادی بر ذقن خالی

رخی دارم مانند زر و اشکی چو سیم اما
معاذ الله که اهل عشق را میلی است تا مالی

نه بر من یار را رحمی و نی او را مرا صبری
چه سازم چون کنم یارب که دارم طرفه اشکالی

قدی دارم دوتا چون حلقهٔ بازوی چو زر یعنی
شدم در آرزوی پای بوسش شکل خلخالی

گسست از ماسوای یار خود پیوند دل صرفی
نمی بینم درین ایام چون او فارغ البالی

ازو چون غافلی درد من محزون چه میدانی
چو لیلی را ندیدی طالب مجنون چه میدانی

گر از تیغ محبت نیست زخمی در دل و جانت
غم این جان افگار و دل پرخون چه میدانی

چو خاری در دلت از خار خار عشق نه خلیده
لطافتهای آن رخسارهٔ گلگون چه میدانی

چو آگه نیستی از فتنه های آن پری پیکر
صلاح حال در کار من مفتون چه میدانی

ملاف ای مدعی چون ره بخلوتگاه عشقت نیست
که اسرار درونی را تو از بیرون چه میدانی

پری روی بلای جان من شد گرچه ای صرفی
عزایم خوانی اما بهر او افسون چه میدانی

مردم از سیب زنخدان تو ای سرو سهی
حیف کز باغ جمالت نیست امید بهی

باده ام از خون جگر نقل و کباب از سینه آتش
عشق خواهد داد اگر در بزم خویشم ره دهی

ما به امید وصالت زنده ایم آخر چرا
بر دل امیدواران داغ نومیدی نهی

کمتر از موی تن زار من است از لاغری
وه که می گوید هر اشکوکت بغایت فربهی

دولت وصلش چسان یابم به تدبیر خرد
کی به این کوته کمند او رسد از کوتهی

چون درونت خالی از درد است ای واعظ چه سود
زین همه نالیدنت بیهوده چون طبل تهی

از سهی قدان وفا و مهر ای صرفی مجو
چشم عتاب و غضب کی باشد از سرو سهی

دلی دارم گرفتار نگاری
شده آشفته و شیدای یاری

چه یاری نازنینی خوش لقایی
پری وش لاله روی گلعذاری

رخش دارد تجلی تازه تازه
نماید هر دمی نو نو بهاری

تعالی الله بنازم حسن او را
نه باشد عاشقان را بس قراری

ز جذب عشق عاشق گشته بیخود
نه دارد با خود و با خلق کاری

نیم تنها اسیر چشم مستش
هزاران اند چون من دلفگاری

اسیران غمش را طرفه حالی
نه دل را صبر و نه جان را قراری

چنان در عشق او جان باخت صرفی
که در عشاق ماند یادگاری

ای سرو ناز جانب بستان چه میروی
تو خود گلی به گشت گلستان چه میروی

گریانم از هوای تو چون ابر نوبهار
از پیش چشم ای گل خندان چه میروی

جولانگه سمند تو آمد فضای جان
چابک سوار من سوی میدان چه میروی

بنشین که حال ماست پریشان چو زلف تو
بر رخ فکنده زلف پریشان چه میروی

از راه لطف جلوه کنان سویم آمدی
از روی ناز باز خرامان چه میروی

من قالب فسرده ام و جان من توئی
بی تو چگونه زیم ای جان چه میروی

صرفی بسویت آمده است از ره وفا
ای بی وفا بسوی رقیبان چه میروی

دلا جدا ز غم و درد عاشقی نفسی
مشو که صحبت یاران غنیمت است بسی

شب فراق تو خوش همدمی است ناله مرا
چه همدمی که نگردد جدا ز من نفسی

بیا و تحفه بجانم قبول کن ز کرم
جز اینم از کرمت نیست هیچ ملتمسی

چگونه شکر تمنای تو کنم که مرا
خلاص ساخته از هر هوائی و هوسی

به کنج بیکسیم آن چنان که پروائی
نه از من است کسی را و نه مرا ز کسی

ز بهر حبس رقیبان شب رو تو سزد
که نقد جان بدهم خادمانه عسسی

همیشه صرفی بی دل مصاحب غم گشت
عجب که صحبت آتش گزیده است خسی

من به غم شادم نباید مرا غمخوارگی
کی بود در چاره سازی لذت بیچارگی

تا نه سوزد برق حسنت پرده های دیده را
اشک شادی آب زد بر دیده نظارگی

گر نمی خواهد سگ کویت دران کو جای ما
بعد ازین ماییم و صحرای عدم آوارگی

گر به قبض جان اهل عشق درماند اجل
غمزه و ناز و عتابت میرسد یکبارگی

گر شب ہجراں نہ گردد کس بہ کوئیت راہبرم　　آخر بے اشکم کند در رہبری سیاوگی
بردل زار و ضعیفم بار غم در راہ ہجر　　بس گراں بار در رہِ دشوار و عاجز بارہ گی

گر شراب سلسبیل و کوثر آمد بہر من
کے توانم کرد صرفی توبہ از مے خوارہ گی

تو بکنارِ دگراں تا بہ کے　　من ز کنارت نگراں تا بہ کے
بر من غمدیدہ جفا تا بچند　　لطف برائے دگراں تا بہ کے
روئے تو آئینۂ نور خدا است　　در نظر بے بصراں تا بہ کے
نرگس من از تیغ غمت چاک چاک　　سینہ ز خونیں جگراں تا بہ کے
بلبل و گل بے رخ تو در چمن　　نالہ کناں جامہ دراں تا بہ کے
منتظر سرمۂ خاکِ درت　　دیدہ صاحب نظراں تا بہ کے

چہرۂ تو زرد چو زر صرفیا
در ہوس سیمبراں تا بہ کے

سنگ تو کرد بما ہمدمئے　　ما نہ دیدیم چو او آدمئے
فارغم از غم کو نیست بہ عشق　　نہ بود خوشتر ازیں بے غمئے
دردم باز پسیں مے خواہم　　کہ کنی یک نفسم ہمدمئے
دردمندے کہ گذشت از سر جاں　　یافت در سر غمت محرمئے
مردم و گر بہ کناں جامہ سیہ　　نیست جز ابر بلا ماتمئے
دادہ درد و غم و اندوہ و بلا　　کردہ عشق تو بمن جا سمئے

صرفی از وامق و مجنوں در عشق
کز فزوں نیست ندارد کمئے

ز حال زارِ من مبتلا نمے پرسی　　چہ دیدئی و چہ شنیدی چرا نمے پرسی
مرا چو غیر وفائے تو نیست آئینے　　چہ واقع است کہ اے بیوفا نمے پرسی
چو بردہ دل ما را نہ دانم از چہ سبب　　ز بیدلان خود اے دلربا نمے پرسی
گرفتہ است زما عاقبت کنارہ ولے　　تو ہم ز غمزدگان بلا نمے پرسی
نہ دانم ار گذری سوی بیدلان گاہے　　کہ پرسشے کنی از بندہ یا نمے پرسی

بپرسشت دل اغیار دائماً جمع است / همین ز حال پریشان ما نمی پرسی
ز حال صرفی غمگین بپرس بهر خدا / نمی شود دل او شاد تا نمی پرسی

تا کی مرا به تیغ جفا قصد جان کنی / اخلاص و صدق بنده بدل امتحان کنی
شادم به وصل اگر نه کنی بسملم مکن / تا چند از ستیزه نه این و نه آن کنی
معموره ای دیار عدم خواهی و مدام / از اهل درد قافله ها را روان کنی
جانم تو خود نه بردی و گفتم که او برفت / تا کی بجان خویشتنم بدگمان کنی
گویا که ترک من جگرم آفریده اند / تا هر تیر غمزه تو آن را نشان کنی
هرچند وعدهٔ تو نیامد وفا ولی / خواهم دلم بدان نفسی شادمان کنی
صرفی که پیر گشته ز غم در فراق تو / گر خوانیش بسوی خود از سر جوان کنی

گرفتار بت من زاهد دیندار بایستی / به فکر عاشقی از سبحه اش زنار بایستی
ز شرح حال ما گفتار یاران قاصر افتاده است / بلا را خود زبان از بهر این گفتار بایستی
چو مردم در هوای قامت و رفتار موزونش / بخاکم سایه آن سرو خوش رفتار بایستی
چه حاصل گر ز غم خوابی نه دارد چشم گریانم / شب غم بخت خواب آلود من بیدار بایستی
همه غم های عالم نزد غم های من است اندک / هنوز این بی وفا می گویدم بسیار بایستی
سپید از گریه بی او گشته چشم ما سیه روزان / نصیب دیده ما دولت دیدار بایستی
گهرهای سرشک از دیده میریزم چو صرفی / به زیر پای او این دیده گوهر بار بایستی

در دو کون است مرا یار یکی / دل یکی دارم و دلدار یکی
وه که در کشتن ارباب وفا / یار ما گشته به اغیار یکی
به جفایم مکش ای شوخ که نیست / چون منت یار وفادار یکی
صبر من اندک و شوقم بسیار / هست این اندک و بسیار یکی
نیست مانند من از تیغ غمت / سینه مجروح و دل افگار یکی
روزم از زلف تو شد تیره که هست / تار آن زلف و شب تار یکی

عشق یار است و مرا یار خوش است
صرفیا یار یکی کار یکی

ای صبا مشک فشان غالیه سا می آئی
جان من باد فدایت ز کجا می آئی

بوی جان از نفست خسته دلان میشنوند
چون مسیحا به دم روح فزا می آئی

و چسان شکر قدوم تو کنند اهل صفا
که ز آئینهٔ دل زنگ زدا می آئی

بارک الله ز تو دل خرم و جان خوشنود است
خیر مقدم ز رهِ مهر و وفا می آئی

راحت سینهٔ پر محنت عشاق ز تست
شادمان سازِ دلِ غمزده ها می آئی

غالباً می رسی از روضهٔ فردوس برین
یا ز سر منزل آن حور لقا می آئی

سرمهٔ دیدهٔ صرفی بکن از گرد رهش
اگر از کوی وی ای باد صبا می آئی

جامه گلگون ز پی کشتن ما می آئی
ورنه خود گو تو بدین رنگ چرا می آئی

خلعت تازه ببر دامن تازک میان
به کجا می گذری و ز کجا می آئی

این زمان کار دل و جانِ خرد دشوار است
که بصد فتنه و آشوب و بلا می آئی

گر نه داری سر آزار محبان ز چه رو
گره افگنده در ابروی دو تا می آئی

از پی کشتن ما آمدن تست ولی
خاطرم خوش که بسوی اهل وفا می آئی

غارت صد دل و جان می کنی ای تنگ قبا
همه دل بسته به یک بند قبا می آئی

بر سر خود ز خدا تیغ تو صرفی می خواست
تیغ بر کف تو هم از بهر خدا می آئی

ز خط سبز لب هایش نشان آن دهان یابی
نشانِ چشمهٔ حیوان ز خضر غیب دان یابی

پس از مردن ز دلبر یا ز خواهی یافت جان لیکن
بمیر از بهر او بار دگر تا باز جان یابی

مجو آبِ حیات اما اگر یارت بریزد خون
ز آب تیغ خون ریزش حیات جاودان یابی

وصال او که از نقد دو عالم قیمتش بیش است
بجان دادن اگر گردد میسر رایگان یابی

نشان ما چه می جوئی ز نام ما چه می پرسی
که از گم گشتگان او نه نام و نه نشان یابی

میان او نباید نزد اصحاب یقین پیدا
گمانی بیش نبود گر نشانی زان میان یابی

نشانِ تیر مرگ آخر شوی صرفی درین عالم
اگر منزل کنی در ملک عشق از مرگ امان یابی

غزل دیگر

بے او قدح ز دیدۂ پُر خوں کند کسے
بہ زاں کہ میل ساغر گلگوں کند کسے

تا کے بگریہ کہ بود خالی از اثر
دفع ملال خاطر محزوں کند کسے

لیلی وشاں بحال کسے کے نظر کنند
ہر چند کسب حالت مجنوں کند کسے

عشاق زار زار بنالند دمبدم
گر یار مہرباں نہ شود چوں کند کسے

مفتون چشم ساحرش افسوں گراں ہمہ
تسخیر او چگونہ بافسوں کند کسے

ما را اگر بجور برانند از درت
دل را چساں ز کوی تو بیروں کند کسے

صرفی چہ چارہ گر غم ہجرم مقدر است
تقدیر را چگونہ دگرگوں کند کسے

زندہ ام من بتو جاناں کسے
مرگ من فرقت تو جاں کسے

گنج حسنی و نہ دیدم آباد
از تو کاشانہ ویراں کسے

خلق فرماں بر تست و چہ عجب
گر نباشی تو بفرماں کسے

حال جمع است پریشان و نزا
چہ غم از حال پریشاں کسے

مشکل است اینکہ ز چشمت بت من
بہ سلامت بود ایماں کسے

نہ نشست آتش قہرش صرفی
از نم دیدۂ گریاں کسے

یار من مست نہ خوردہ ساغر گلگوں یکے
کشتہ او صد ہزار و او نہ کردہ خوں یکے

جامۂ ما چاک چاک است و جگر ہم چاک چاک
مخلصانیم و درون ماست با بیروں یکے

خط رخسار تو خطے کہ دارم سرنوشت
در بیان کشتن من ہر دو را مضموں یکے

آں کہ گویندش کہ چوں او نیست کافر پیشہ
غیر تو نبود کسے آرے بود بیچوں یکے

در مقامات محبت فرق بسیار آمدہ
گر در اصل عشق فرہاد است یا مجنوں یکے

نزد سیلاب سرشکم مے نماید قطرہ
گہ ہم خواہند گشتن دجلہ و جیحوں یکے

ہر کہ عاشق گشتہ صرفی دادہ جاں در عاشقی
در طریق عشق بازی آمدہ قانوں یکے

قانون دلبر است ز عاشق تغافلے
رسم محبت است ز جاناں تحملے

حرزم دیار معنیم از راه صورت است
خواهم کنون ز مصحف رویت تفاوتی

هر روز آفتاب رخت را ترقی است
نه چون مه دو هفته بهر شب تنزلی

از لطف پرسی از همه اما بپرسشم
یارب چه علت است که ورزی تعللی

کمتر مدان ز باد خزان آه سرد من
در گلشنی که آه کشم نشگفد گلی

راهیست پر مخاطره جان طریق عشق
نتوان قدم نهاد دران بی توکلی

صرفی حیات کشته تیغش عجب مدار
دریابی این دقیقه به اندک تاملی

چون از دیار یار خود گردد مسافر بیدلی
او را اجل خواهد رساند از منزلی تا منزلی

شمع جهان افروزی و پروانه تو عاقلی
آه آنکه خواهم ترا چون شمع در هر محفلی

دریوزه نظاره داریم ازان چشم سیه
از اشک چشم بیدلان هر گوشه بنگر سایلی

غیر از جنون راه دگر نبود به کوی دلبران
پوشیده نبود این سخن میداندش هر عاقلی

از حاصلات دینی و دین عشق بازان فارغند
در عشق از بی حاصلی خوشتر نباشد حاصلی

گفتم ز خوبان جلوه گر حق است و حقست این سخن
واقف ز حق این سخن کی باشد از حق غافلی

در حل مشکلهای عشق از عقل استمداد جو
صرفی به امداد جنون آسان شود هر مشکلی

دل تاریک را می سازد ای ساقی منور می
ولی آن از شراب عشق می آید نه از هر می

رخت را آب و تاب دیگر است از نشاء باده
ز رخسار عرقناک تو ظاهر کرده جوهر می

ز می لب تر شود در خرمن صبرم فتاد آتش
اگرچه تر نباشد آتش آمد آتش تر می

بهر حالی به از کار دگر میخوارگی آمد
بفصل گل ز دست ساقی گلچهره بهتر می

ز بهر روضه رضوان نخواهم ترک میخانه
به ذوق اهل وجدان خوشتر است از آب کوثر می

عذاب روح تا کی می کشم از صحبت زاهد
بیا ساقی بده جامی که آمد روح پرور می

اگر جانانه ام ساقی شود صرفی ز لبهایش
شرابت میکند خاصیت آب بقا در می

بوصل دلبر خود با حجاب جان نرسی
اگر ز جان نکنی دل به دلستان نرسی

چو بر سر رهش افتی فلک مقام شوی
گمان مبر که ازین ره بر آسمان نرسی

زجور یار مبندیش وصل اگر خواهی
اگر زخار بترسی به گلستان نرسی

نشان وصل برون از نشان کونین است
ازین نشان نه گذشته بآن نشان نرسی

اگر ز عقبهٔ هستی گذر نخواهی کرد
بعالمی که بود از فنا امان نرسی

براه کعبه مکن قطع بحر و بر که اگر
مقیدی به مکانی به لامکان نرسی

اگر ز جان و دل خویش نه گذری صرفی
از و بکام دل و مدعای جان نرسی

خامهٔ من دم تحریر صفات لب وی
رفت مستانه مگر داشت دوات از خم می

کاشکی نی بنوازند بزمش نفسی
که مگر یاد فغانم دهدش نالهٔ نی

میکشم جور و جفای تو و نتوان گفتن
کیس همه جور تو تا چند و جفایت تا کی

صد گل تازه زجای بدمد فصل خزان
که بر آنجا فتد از روی تو یک قطرهٔ خوی

از پی دلبر خود گر من بیدل نروم
هر کجا میروم آنجا اجل آید از پی

چند در دفتر عمرم بُرود کلک بلا
ای اجل زود خدا را بکن این دفتر طی

قال من ناصحی لیس بشیء طوبک
گفتمش لیس بشیء گفت او لیس بشیء

بلغتی هست نکو جان به محبت دادن
انا من ابدعها قد نسبت تلک الی

عاشقی آمده در مذهب مجنون واجب
انا فی مذهبه فقد وجب العشق علی

چه عجب آرد اگر گرمی ایام تموز
نفس گرم من سوخته در موسم دی

قدمی چون بره زهد نهادم صرفی
عشق زد بانگ که برگرد ازین ره هی هی

گردیده گوش من همه تن و می صدای نی
افزوده جان من ز می جانفزای نی

نی در هوای عشق بر آورد سر ز گل
جا در سرم گرفته از آن ره هوای نی

اسرار عشق بر من از آواز نی عیان
چنگ و رباب را بگزینم بجای نی

از صوت نی که سوی خدا میکشد مرا
جان میدهیم برای خدا نی برای نی

نالیی اگر دم بنواز دنی از کرم
بس بی نوا رسند بنوا از نوای نی

در محفلم ز نعرهٔ جان کاه واعظان
خواهیم سماع نغمهٔ رحمت زدای نی

صرفی مخدرات نهان خانهٔ قدم
بیرون بر آورند سر از رخنه های نی

غزل دیگر

می خورم زهر بلا در طلب نوش لبی
طلبم را چه اثر گر نکند او طلبی

چند در عالم اسباب شوم سرگردان
خورم آن دم که بوصلش برسم بی سببی

از فدا کردن جان بی ادبی چند کنم
تیغی از غمزه بکش بهر چو من بی ادبی

طرب انگیز من دل شده آمد غم عشق
درد و عالم نه بود خوشتر از این طربی

امشب افزون ز حساب است غم و محنت من
بدتر از روز حساب ابدی گو نه شبی

دایم از آتش هجران تو در تاب و تبم
هر نفس نالهٔ از آن دارم و هر لحظه تبی

لقب قیس به عشق آمده مجنون صرفی
من که محروم به غم عشق نه دارم لقبی

از هستی خویش است مرا با تو حجابی
خواهم که کنی رفع حجابم به عتابی

نظارهٔ خورشید جمالت نتوان کرد
از پردهٔ هیبت به رخ هست نقابی

از هر طرفی گشتم سوی تو شتافت
در گردنم از رشته بجا هست طنابی

در خواب چسان روی تو بینم شب هجران
هرگز چو نه دارم من محنت زده خوابی

من تشنه و از سخت دلی تیغ برآیت
هرگز نه دهد تشنه لبی را دم آبی

ویران شده صد خانه ز سیلاب سرشکم
نتوان بجهان یافت چو من خانه خرابی

صرفی مگر از آتش اندوه دلت سوخت
کامد ز درون تو مرا بوی کبابی

دلبر من فتنهٔ دوران توئی
آفت عقل و بلای جان توئی

کار دین بر مومنان مشکل ز تست
اهل دین را رهزن ایمان توئی

گریه شادی شب وصلت مراست
شمع من بر گریه ام خندان توئی

کشور جان را گرفته اهل حسن
آن سپه را شاه من سلطان توئی

ما به تو جانانه من زنده ایم
بیدلان را جان توئی جانان توئی

ای دل آن گل را چه غم زین آه سرد
همچو برگ بید از و لرزان توئی

از محبانی دفتری بنوشته عشق
صرفیا سر دفتر ایشان توئی

ایضاً دیگر

سر زلف سیه از سر شکستی | سراسر قدر مشک تر شکستی
چو خود ساقی شدی در بزم رندان | به دور من چرا ساغر شکستی
نمودی قامت و سرو سهی را | ز پا انداختی و سر شکستی
شکستی سر شهان کج کله را | ز سر طرف کله چون بر شکستی
چرا بسمل نه کردی مرغ دل را | چرا بر بسته بال و پر شکستی
کشیده تیغ مژگان و ز دل ها | به این یک تیغ صد لشکر شکستی
شکستی رونق زهد ریائی | چو حیدر رض قلعه خیبر شکستی
سپاه حسن را چون جلوه دادی | سپاه خسرو خاور شکستی

شدی صرفی مثل در نظم شیرین
چو در وصف لبش شکر شکستی

آمدی و کلبهٔ تاریک روشن ساختی | محنت آباد مرا خوشتر ز گلشن ساختی
بر سرم پا ماندی از راه کرم شکر خدا | مردمی کردی و جا در دیدهٔ من ساختی
روضهٔ رضوان کزین دیر مسدس برتر است | مسکنم را رشک آن باغ مثمن ساختی
شکر این نعمت چسان گویم که ای جان جهان | با من دل خسته همچون روح در تن ساختی
ای ز خورشید و مه انور فزون رویت ز حسن | کار روز تیره ام بر وجه احسن ساختی

صرفی از لعل دُرافشان تو گوهر سنج شد
تا تو در ویرانه اش چون گنج مسکن ساختی

از راه دیده ام به دل من درآمدی | چون مه درون خانه ز روزن درآمدی
از پا فتاده سرو و گل از شرم گشت آب | ای سرو لاله رخ چو به گلشن درآمدی
ای خلعت سیه بر سیم فام تو | چون مردمک به دیدهٔ روشن درآمدی
در صد هزار دل تو بیک بار شوخ من | از روز سحر نرگس پرفن درآمدی
ای زنده که جای گرفتی به کوی عشق | از تیغ تیز مرگ به مأمن درآمدی
ای جان تراز همرهی غم خبر نبود | او همره تو بود چو در تن درآمدی
با یاد دوست پای نهادی براه زهد | صرفی براه همره رهزن درآمدی

غزلِ دیگر

بیدلاں را مبکشی هر گه ترحم میکنی / زنده بیدلے را اگر تبسم میکنی

از سر طفلی چو کرده مایلِ بازی دلت / میکشی تیغ جفا و قتل مردم میکنی

میکنی نازی و جانے مے بری از بیدلی / لیکن از مستی و بے پروائیش کم میکنی

قهر عالم سوز مے بینیم در خاموشیت / فتنه را سر میدهی هر گه تکلم میکنی

کاسه کاسه میخورم خونابهٔ دل دمبدم / عشق مے گوید من تا کے تنعم میکنی

شاد زی ساقی که چوں میگویم از تقوی سخن / بر دهانم مهر از خشت سر خم میکنی

نور باطن ظاهر و میلت به حسن بے بقا
بر لب دریا چرا صرفی تیمم میکنی

پا بکاشانهٔ مهجور تو ننهاد کسے / نه گشاید در ایں غمکده جز باد کسے

پیر گشتم به غم هجر و به وصلم ننواخت / چه عجب پیر غلام ار کند آزاد کسے

وه که دیوانه ز تاثیر جنونم گردد / گر ز حال من دیوانه کند یاد کسے

در بلائے عجب از غمزهٔ تو افتادیم / در بلائے که فتادیم نیفتاد کسے

جز من خسته که خوشحال ز بیداد توام / کس ندیده است که شد شاد ز بیداد کسے

در بیانِ سخنِ عشق عجب تاثیری است / ایں سخن کاش دهد شرح به زهادِ کسے

صرفیا در دو جهاں شاد مبادا هرگز
گر نباشد به غمِ عشق بتاں شاد کسے

دلم بردی و جاں هم میدهم دیگر چه مے خواهی / گشا آں لب تکلم کن بفرما هر چه میخواهی

ترا جز کشتن اهلِ محبت نیست در خاطر / نمیدانم ز قتلِ بیدلاں دلبر چه میخواهی

کلهکج مانده بر سر پریشاں بر سرت کاکل / بگو یارے چه داری جانِ من در سر چه میخواهی

پئے تسخیر ملکِ دل سپاه غمزه و نازت / چو ملکِ دل از آن تست ازیں لشکر چه میخواهی

رقیبانت شر انگیز و جهانے از تو پر شور است / نمیدانم که اے بدخو ز شور و شر چه میخواهی

به از وصف نیاز و عجز نبود شیوهٔ عاشق / چو ایں ها بیدلت دارد ازیں بهتر چه میخواهی

چو روشن بے رخش صرفی شب و روزت نخواهد شد
ز خورشید جهاں تاب و مهِ انور چه میخواهی

غزل دیگر

فخر تو خضر بیک چشمهٔ حیوان تا کی / صد چو این چشمه روانست زیک قطرهٔ می
جز رگ و پی به تنم هیچ نماندست و مراست / وای از بهر بهای غم تو زان رگ و پی
ناز تو رهزن دل غمزهٔ تو آفت جان / فتنه بر فتنه برانگیخته پی در پی
کاش نی روید ازان آب که ریزد چشمم / تا پس از مرگ بنالد ز غم من آن نی
کوه کن مانده به کوه است و به هامون مجنون / کوه و هامون همه را من به غمت کردم طی
خلق از گرمی و سردی به جهان تنگ دلند / عالمی ماست که آنجا نه تموز است و نه دی
گر به اشیای جهان دیده گشاید صرفی
همه اشیای جهان در نظرش کاللاشی

چرا شیرین کلام من دهن را از سخن بستی / دهان خویش بستی و در مقصود من بستی
دل و جانم بتن باز آمدن زان زلف نتوانند / غریبان را ره باز آمدن سوی وطن بستی
سر از باغ جمالت سبزه و سنبل برآورده است / عجب نقشی ازان بر صفحهٔ برگ سمن بستی
به مستان رو نموده ساختی حیران این جنبش / ز پیچ و تاب حیرانی دهانش در دهن بستی
بصحرای ختن بردی نسیما بوی از زلفش / ز بویش نافه در ناف غزالان ختن بستی
فن افسون گری تعلیم تو استاد ناکرده / لب خود را گشادی و زبان اهل فن بستی
نکو کردی که صرفی دور ازان مه از رخ خوبان
بهانه کرده درد چشم چشم خویشتن بستی

ای اجل آخر بساط عمر من چون طی کنی / کاشکی طی بساطم زیر پای وی کنی
رخش شوقم جا سدا تیز است در راه طلب / کی توانی کرد اگر خواهی که آن را پی کنی
در دلت جا کرده چون لیلی است ای مجنون چرا / جست و جوی او گهی در نجد و گه در طی کنی
چون همیشه مستم از یاد لب میگون او / من نمی‌خواهم که مستم ساقیا در می کنی
نامهٔ کز من بتو آمد نه خوانی هرگزش / گر گشائی اندکی بازش همان دم طی کنی
چون کنی شرح فغان و ناله‌ام در نامه‌اش / باید ای کاتب که کلک خویش را از نی کنی
صرفیا قوت تن زار تو از خون دل است
طعمهٔ زاغ و زغن را پرورش تا کی کنی

غزلِ آخری ۱۰ از دیوان صرفی

ززلف اوست بهر تار صد هزار گره
صبا چگونہ ازان تار تار میگذری

چو زلفِ خویش مبادا کہ بیقرار شوی
اگر دمے بہ دل بیقرار میگذری

کسے نہ کشتۂ تیغ تو خوں چہ مے باری
نہ خوردہ بادہ چرا مست وار میگذری

چو نو بہار اگر میرسی پس از سالے
شتاب ہمچو نسیم بہار میگذری

زپرتوِ دل من خانہ ام شود روشن
بخاطرم چو تو شبہا کی تار میگذری

زضعف جاں نتواند نفس زدن بخمش
چگونہ نالہ ازیں حال زار میگذری

زخاک رہ گذرت خاءِ غم دمد صرفی
بهر زمین کہ چنیں اشکبار میگذری

تمت الدیوان بعون الرب الرحمان فی تاریخ تسع وعشر من شہر شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ بید احقر العباد راجی من رحمت رب العالمین احقر نور الدین کاملی حولی عفی اللہ عنہ جمیع سیئاتہٖ

رباعیات ومتفرقات از حضرت صفیؔ

نفس رفتہ و تو باز نیاید ہرگز | دم آیندہ یقین نیست کہ آید یا نہ
بہ دمے ہست ترا کار الآں باشت | کارکن کار کہ آں دم گذرد مردانہ
کار مردانہ است اینست کہ آں یک دم را | گذرانی بہ تماشائے رخ جانانہ

گر چہ دریک نفست بہ غمت دیدار بود
بخشد آں یک نفست دولت جاویدانہ

چہ سود از اعتکاف تو بہ خلوتخانۂ عزلت | اگر باشد بہ آمال و امانی دل گرفتارت
تو در بازار و دل در مسجدت بودن از آں بہتر | کہ در مسجد تو خود باشی و دل باشد بہ بازارت

ایضاً

زطعن زاہد و از احتساب محتسب غم نیست | زپند ہر کہ درد عشق میداند دلم تنگ است
گلے بنمایدم سنگے کہ از بیگانہ ام آید | زدست آشنا برگ گلے ہم بدتر از سنگ است

ایضاً

نگردد جز کثافت ظاہر از شعر سخن گوئے | کہ ہیچو اہر دلش مدح لئیمان ہر یکے درہم
سخن کے صاف باشد تا نیاید دل صفا آرے | اگر سرچشمہ باشد تیرہ باشد تیرہ آبش ہم

ایضاً

گر نہ بیدار بود دل نہ بود | نور دیدار از شب بے خوابی
حاصل از دیدۂ بیدار ترا | نیست جز درد سر بے خوابی

ایضاً

زہے حق اگر داری ہی مومنی | وگرنہ توئی کفر را ملتزم
بیوز نار ایں کفر بگسستہ | قل آمنت باللہ ثم استقم

ایضاً

سر سودائیت کہ پر ہوس است | شد زبار ہوس بلستے بہ زمیں
از پے سجدۂ معبودیت | بر زمین خود نہی تو جبیں

بلکه از بس گرانیِ آن بار
هر زمانے سرت فتد بزمین

از صلاة و صوم و حج و سایر اعمالِ خیر | هست مطلوبت که یابد نعمتِ جنّت حصول
بامراد است آن که گر بود معتقد حجے نزا | در ریاست نا قبولی چند دارندت قبول

لایق درگاه بیچون نه بود این اعمال تو
انما الاعمال بالنیات بشنو از رسولؐ

گرت نیّتِ جاں سپردن باوست | به درد خود از دوا است یا بجے دوا
و تسلیم بریں مدّعا بس بود | حدیث "لکلّ امرءٍ مانویٰ"

ایضاً

پُر کرده خاک راه ملامت سراسرم | وز پا فکنده است دریں راهم اضطراب
چوں خواستم که باز نهم پا به راهِ عشق | آمد ندا بگوشِ دلم کُن ابا تراب

ایضاً

مشکن نان آں که مے شکند | دلِ سخت وے از شکستن نان
بلکه دشوار تر به نزدیکش | دادن نان بود ز دادن جان

ایضاً

اے آں که آئین تو پیوسته ریاست | توبه کردن ازیں آئین بہ
نیست ایں شیوهٔ تو بے مشرکی | جائے لا یغفر ان یشرک بہ

ایضاً

خالقِ عالم بود بے عیب مطلق بیشکے | در بشر نسبت به افرادِ دگر پیغمبر است
خویش را بے عیب گوئی و کساں را عیبدار | لاف بے عیبی بد است و عیب جوئی بدتر است

ایضاً

گر نه ذکرِ خیرِ یاراں آمده آئینِ تو | بارے از نشرِ معایب باش خامش یک نفس
عیبِ مردم گوئی و خود لافِ بے عیبی زنی | عیب ایں نبود ازیں بدتر که گوئی عیب کس

ایضاً

وه نمیدانیم یا رب از چه رو | ایں همه افتادنت در مردم است

فاش کردن عیب مردم صرفیا

فاش کردن عیب خود بر مردم است

سرّ پنهان چو از دو گذرد | فاش گشتن عجب نخواهد بود

یا دم از محرمان اسرار است

کان دو غیر از دو لب نخواهد بود

اگر سودای متبوعیت افتد در سرت صرفی | کنی با این همه وسعت فضای دهر بر خود تنگ

براه تابعیت گر توانی ماند پا محکم | بود جای تو عالم عالم و فرسنگ در فرسنگ

با این سیرت ترا با خلق دایم صلح در صلح است

بدان صورت همیشه با همه جنگ افتدت بر جنگ

طعامی که در پیش مهمان کشی | بحد وسط گر بود صرفیا

لئیمان نهند نام مهمان تو | بسی طعن و لعنت کنند در قفا

معاذ الله ار اندکی کم بود | شود دشمنت تا به روز جزا

وگر بیشتر باشد آن گویدت | که لعنت ترا کشتیم ز امتلا

برای خدا میهمان را مجو

اگرچه بجوئی برای خدا

اگر یک عیب داری و هنر صد مردم عالم | همی بینند آن یک را نمی بینند این صد را

نمی بینم نکو خوئی که داند نیک را از بد | نکو را بد نگوید می‌گوید نکو را بد

دیگر

محال است صرفی ز یاران ترحم | بصد زاری خود گر کنی عرض

به فرض محال ار محال حسینی را | کنی فرض اما محال است این فرض

به قول نبی وعده قرض است وایشان | نخواهند هرگز ادا کردن این قرض

به حق ملتجی شو که او کارساز است

ولله ملک السموات والارض

گرفتار زندان محنت اگر | خورد خون دل گو شود مضطرب

اذا الله یجعل له مخرجا | و یرزقه من حیث لا یحتسب

فسانه بُت خانه داشت ابرهیم　　　بود ابلیس را به گردون سے ره

به عنا بت نگر که آخر کار

این لعین گشت و آن خلیل الله

بشنو این نکته را ز پیرِ هرات　　　که بر آب از روی خسے باشی

مگسی بر هوا اگر بپری　　　دل به دست آر تا کسے باشی

دیگر

برکسان گر تو رحم فرمائی　　　همه کس بر تو رحم بنمایند

گر به دست آوری دل خود را

همه دلها ترا به دست آیند

زہے دین پناہے که انداخته　　　بر اہلِ جہاں سایهٔ مرحمت

پئے نفعِ عالمش خدا آفرید　　　ز حق خاصهٔ اوست این موہبت

مضرّت به عہدش گریزاں که اوست　　　سراسر ہمه منفعت منفعت

گر از نورِ فیضش فتد پرتوے　　　قمر را به عقرب دہد میمنت

قضا کے تواند که حکمے کند　　　به او تا نه اول کند مشورت

چو اطفال در مہدِ قدس آمده　　　ز فیضِ وی ارواح را تربیت

ز جاں زنده ہرگز نباشد بدن　　　اگر جاں نیابد ازو تقویت

اگر خواہد آن زندگی بخش جاں　　　اجل را دہد لطفش این خاصیت

دمِ جلوهٔ توسن ہمتش　　　بجولاں گهِ دولت و سلطنت

ز جزوے که نه بود تجزی پذیر　　　بود تنگ تر ساحتِ شش جهت

رسد دفعةً لطف تو بے حساب　　　بر افتادگانِ رهِ مسکنت

دفاترِ دفاتر ز تقصیر ماست　　　نه گنجد دراں حرفی از معذرت

خطا عفو بر دفتر ما بکش　　　چو داری به کف خامهٔ مکرمت

فزوں هر نفس باد لطفت به خلق

ترا دمبدم رفعت و منزلت

ایا شکسته نوازی که هر شکسته دلے　　　ز جور حادثه دهر در حمایت تست

بجاه و حشمت تو کس نمی رسد بجهان | که برتر آمده از هفت چرخ حشمت تُست
ستم به دهر برون کرده و غیر ستم | نه دیده ایم کسے را که در شکایت تُست
بهر کجا که فقیرے و بینوائے بود | سموِّ لطف از کرم و لطف بے نهایت تُست
وظیفهٔ که کسے بنده دانست موقوف است | ولے خوش است که موقوف بر عنایت تُست

رباعی

چون غم جانگاه زور آورد بر من روز هجر | از صبوری چاره جو گشتم من آشفته حال
وه که آن هر دو ترقی کرده اند آخر ولے | این ترقی در تنزل وآن ترقی در کمال

رباعی

در کعبه و سومنات معبود توئی | هر جا که سرے نهند مسجود توئی
غیر تو کسے حمد ترا نتواند گفت | یعنی بجهان حامد و محمود توئی

رباعی

ای من تو تو من ولے نه من تو نه تو من | بالکه تو مرا چو جانی و من چو بدنے
نے نے غلطم من و تو این هر دو توئی | غیر تو کسے نیست همین است سخن

رباعی

فتوئی ده رندان مے آشام توئی | میخواره کن قاضی اسلام توئی
میخانه توئی و حی گلفام توئی | ساقی توئی و خم توئی و جام توئی

رباعی

ای فتنهٔ ایام بشهر آشوبی | در جذبهٔ عشق شهره در مجذوبی
خلقے به طلب گاری و تو سرگردان | غافل که تو هم طالب و هم مطلوبی

رباعی

اے آن که تو هم طالب و هم مطلوبی | هم یوسف و هم عزیز و هم یعقوبی
محبوب همه جهان توئی از خوبی | وین طرفه که هم محب و هم محبوبی

رباعی

اے بے غم تو نه ماتمے نه سورے | نے غمزدهٔ غیر تو نے مسرورے
نظارهٔ خوبان جهان کردم لیک | غیر تو نه ناظرے و نه منظورے

ای افسر جاه بر سرت می بینم	چون ژنده فقر در برت می بینم
هر لحظه به شکل دگرت می بینم	با صد صورت جلوه گرت می بینم

رباعی

کونی بحبیب هو عین الکونین	عینی که به نقطه بعین شده غین
آن نقطه حجاب بیت که چون درنگری	بالله که به زیر آن نه بینی جز عین

رباعی

مشغوف به ذکر خفیه بعضی ز طباع	بر غلغل ذکر جهر بعضی ز بقاع
چون جز تو نه ذاکری و نه مذکوریست	جهریه و سریه چه دارند نزاع

رباعی

نزدیک تو آن مه و تو دوری صرفی	غایب شده در عین حضوری صرفی
بر اوج ظهور است مه من لیکن	مخفی است ز شدت ظهوری صرفی

رباعی

پیوسته بحسن خود جهان آرائی	وین طرفه که رخ به هیچ کس ننمائی
از نور ظهور است نقابت یعنی	پنهان شده ز غایت پیدائی

رباعی

خورشید فلک که اوست سرچشمه نور	فیضش همه را رسد چه نزدیک و چه دور
خفاش که از دیدن او محروم است	او را چه گناه و نور او را چه قصور

رباعی

نزدیک تر از من بمنی و دوری	ظاهر تری از من و بمن مستوری
از آئینه بتان توئی در نظرم	وین طرفه که هم ناظر و هم منظوری

رباعی

کو سرو قدی سیمبری غیر از تو	کو در دو جهان جلوه گری غیر از تو
بودی و نه بوده است ورای تو کسی	باشی و نباشد دگری غیر از تو

رباعی

دلبر که ظهورش همه جا و همه سو است	بی جلوه حسن او نه مغز است و نه پوست

القصه جدا ز هیچ کس نبود دوست — یعنی همه وقت و همه جا با همه اوست

رباعی

در صومعه با زمرهٔ ابرار توئی — در میکده با مردم میخواره توئی
با خلوتیان و اهل بازار توئی — یعنی همه جا با همه کس یار توئی

رباعی

غیر تو نه گل و لاله نه خار و نه خس — عین تو همه کس و تو عین همه کس
گر غیر تو باشد و سوائی نبود — آن غیر و سوی عین تو خود باشد و بس

رباعی

گه مهر و گهی ماه تمامت گویم — گه سرو و قد کبک خرامت گویم
هر جلوهٔ تو نام دگرے طلبد — در حیرتم آیا بچه نامت گویم

رباعی

گه جلوه ات از فرشته گاهے ز بشر — گاهے ز گل و لاله گه از شمس و قمر
ظاهر ز همه در همه جائی تو اما — هر جا به لباس دگر و نام دگر

رباعی

از کثرت اختر و مه و مهر و فلک — در وحدت ذات نور یکے باشد شک
هر کس که یکے دو بار گوید دو شود — اما نه بود ذات یکے بیش از یک

رباعی

شاهے که منم بندهٔ دیرینهٔ او — او گنج کمال و بنده گنجینهٔ او
من ظاهرم از وے و وی از من یعنی — او آئینهٔ من و من آئینهٔ او

رباعی

باید که ز سر عشق آگاه شوی — در عالم توحید شهنشاه شوی
الله پرستیت نه دانم تا کے — سعی بنما که خود تو الله شوی

رباعی

پیوسته سخن سرائیم و نکته فروش — با آن که زبان من خموش است و خموش
تا وا شده گوش و هوش و چشم و دل من — گه گوش من است چشم و گه چشم گوش

رباعی

چون پرتو انوار تو یابم در خود
گر ناز کنم بر مه و خورشید سزد
لیکن نظرم به ظلمت خود چو فتد
دانم بیقین که بدترم از هر بد

رباعی

ای عقل مرا ساخته عشق تو زبون
گردیده به وادی جنون راهنمون
مجنون تو عاقل است و عاقل مجنون
این طرفه که شد جمع بهم عقل و جنون

رباعی

خوش آن که به عالم است از فیض و فتوح
ابواب الٰهیش به رویش مفتوح
من هذّب نفسه و صفّی قلبه
کان من اهل مکناس الرّوح

رباعی

گیرم که خطا ز عارف آید امّا
نسبت به وی از خطا کنی هست خطا
گر قصّهٔ خضر و موسیت معلوم است
زنهار زبان به اعتراضش مگشا

رباعی

واصل که به مستی لقا مسرور است
هشیار اگر نشود معذور است
چون قطره صفت محو در آن دریا گشت
باز آمدن قطره ز دریا دور است

رباعی

گر در نفسے دو عید باشد چه بعید
فرخنده سعیدے که دمے کرد سه عید
از یک دو سه عیدم نرسد بیش دمے
افزون ز هزار عید در یک دم دید

رباعی

تا در طلب او نه کشی صرفی رنج
از گنج وصالش نه شوی گوهر سنج
بے رنج میسّر نه شود گنج و لے
ما رنج کشیدیم و نه شد حاصل گنج

رباعی

وصل تو یکے را سبب راحت جان
وز محنت هجران دگرے ناله کنان
لیکن من گم گشته بے نام و نشان
نے محنت از این دارم و نه راحت جان

ازاں

رباعی

خوش آن که فرو رفته به دریای فنا — قد صار کان لم یکن شیئا اصلا
بگسسته ز ماسوای و پیوسته بحق — باقی بخدا و فانی از غیر خدا

رباعی

ای ساخته منزل به سر کوی فنا — خواهی که شود جای تو بر اوج بقا
فانی رفتن اگر توانی گشتن — باقی بخدا شدن توانی بخدا

رباعی

گیرم که ز غیر حق چنان بی خبری — کز هر دو جهان در دو جهان بیخبری
لیکن گر از آن بی خبری با خبری — خود بی خبری نباشد آن بی خبری

رباعی

خوش آن که شراب وحدت او را قوت است — وارسته ز قید عالم ناسوت است
آزاد شده از ملکوت و جبروت — آرام گهش بطارم لاهوت است

رباعی

فرخنده کسی که رفته از علم بعین — طی کرده همه مراتب ما فی البین
اوصاف و نعوت واجب و ممکن را — چون برزخ جامع است بین البحرین

رباعی

از رخ چو نقاب صفت انداخته ذات — داده است مرا ز قید اوصاف نجات
در لجهٔ بیکران ذاتم غرقه — ایمن شده از زحمت امواج صفات

رباعی

سوی حرمش نیافتم اصلا ره — تا مرشد عشقم ننمود آنجا ره
این مرشدم اسرار نهان کرد بیان — طوبی لمن اذ نه دعت اسرار ره

رباعی

خواهی که شود بقاف قربت منزل — سیمرغ صفت بال و پری کن حاصل
حاصل نشود این پر و بالت هرگز — یک لحظه اگر غافلی از شیفته سول

رباعی

دل کعبه دار کان وی این چار ستون — در طلب محبت و شوق و جنون

احرام طواف عمره و حجش را
میقات برون ز عرصهٔ کن فیکون

رباعی

عمرے اگرت به کعبه باشد منزل
حج تو و عمره ات بود بے حاصل
هرگز نه شوی به کعبهٔ جان واصل
بے آن که کنی زیارتِ کعبهٔ دل

رباعی

اے بادیه پیمائے رهِ کعبهٔ گِل
از فیض و فتوحِ کعبهٔ دل غافل
این کعبهٔ تو بود به ربّ الکعبه
یک کهنه رباطی به رهِ کعبهٔ دِل

رباعی

اے آن که دلت راست بصد جا منزل
جا یافتنے به کوے دلبر مشکل
دامانِ وصالِ او به دست آوردن
ممکن نه بود تا نه به دست آری دل

رباعی

دل تازه بهارے و جهان خرم ازو
گل گل بشگفته گلشنِ عالم ازو
دل بحری و یک دو قطره بر روی زمین
آئینهٔ اسکندر و جامِ جم ازو

رباعی

صحرای دل افزون ز جهان آمده است
بیرون ز زمین و آسمان آمده است
از وسعت آن عجب مدار که دارد
گنجایش آن که لامکان آمده است

رباعی

صرفی دل تو نه مضغهٔ مشهور است
پاکیزه تر و لطیف تر از نور است
از مضغه که گویند دلش خواهد بود
چون زنگیکے که نام او کافور است

رباعی

روزے که شوم مست و خراب ای ساقی
مے میرم و جان ز غم کباب ای ساقی
هرگز نه شوم پاک به آب اے ساقی
غسلم نه دهی جز به شراب ای ساقی

رباعی

ساقی بدِه آن مے که سرورم بخشد
زنگ از دل من زدوده نورم بخشد
هوش و خردم برده شعورم بخشد
غایب ز خودم کرده حضورم بخشد

رباعی

ساقی بده آن مے کہ نشاط انگیزد — از جوش و خروش آن خرد بگریزد
یک قطرہ چو محتسب بریزد قاضی — خواہد کہ بحکم شرع خونش ریزد

رباعی

ساقی بده آن مے کہ ز یک قطرۂ وی — گر میت صد سالہ خورد گردد حی
ہر چند سبو سبو کشم پے در پے — نہ تشنگیم تمام گردد نہ مے

رباعی

ساقی بده آن مے کہ جہاں از نورش — روشن شود ار وہی شب دیجورش
خورشید دریں مزرعۂ سبز فلک — یک حبہ بود ز خوشۂ انگورش

رباعی

ساقی بده آتشے کہ ہست آب بقا — نارے است برافروختہ از نور لقا
از شعلۂ او از تجلے سر بد — یک لمعۂ او و خر موسی صعقا

رباعی

ساقی بده آن نیر خورشید شعاع — آن صیقلۂ زنگ مرایائے طباع
آن بادہ کہ صحو و سکر در نشأ او — یارند بہم ہیچ نہ دارند نزاع

رباعی

ساقی بفضای خرد و عرصۂ جاں — گلگوں شراب ناب را ساز رواں
وہ طرفہ کمینے کہ ز گرمی گندد — در کوچۂ تنگ رگ و پے غمزہ زناں

رباعی

ساقی بنہ آن جام شرابم بر دست — کز ہستی خود بداں توانم وارست
آن بادہ کہ جرعۂ از آن ناخوردہ — از یاد و خیال آن شوم بیخود و مست

رباعی

ساقی قدحے دارم از آن بادہ ہوس — کز تابش اگر سایہ فتد بر سر کس
آن کس رود از خود و شود بیخود و مست — بیخود کند و مست سازش آن سایہ و بس

رباعی

ساقی ز مے آتش نہ بود سوزاں تر
ہر قطرۂ او آمدہ سوزاں اخگر
تر خشک شود ز آتش و این آتش
بر خشک اگر فتد کند آں را تر

رباعی

ساقی بدہ آں بادہ کہ بیغش باشد
تا خاطر محمد بادہ دسے خوش باشد
دل مے کشدم بہ بادہ و نتواں یافت
جز دختر رز بتے کہ دلکش باشد

رباعی

ساقی قدح آئینۂ انوار ازل
در آئینے رتبہ اش اعلا و اجل
خوشتر بود از آئینۂ اسکندر
کو آمدہ آئینۂ حق عز و جل

رباعی

در آئینۂ قدح ببیند از نظر
آں حسن کہ ہرگز نتواں دید دگر
ہست این قدح آئینۂ آئین خوشتر
از جام جم و آئینۂ اسکندر

رباعی

ساقی می ناب آمدہ بیحد رنگین
رنگش ببرد زنگ ز دلہائے حزین
بے زنگ چو زنگ بادہ چوں جلوہ گر است
از جام شراب صبغۃ اللہ ببین

رباعی

در دیر مغاں کسے معزز باشد
کامد ز طلب دختر رز باشد
رندے کہ بہ کابین دہدش نقد دو کون
عقدش بچنیں کسے مجوز باشد

رباعی

زاہد کہ بہ دولت صفا فائز نیست
او را بہ قدح مناسبت ہرگز نیست
ساقی نہ دہی دختر رز راہ بدو
عقدے بہ کفوش نہ بود فائز نیست

رباعی

آں مے کہ بہ دور قدحش ہست این خط
کو لطف برد ز چہرہ سبز و اد بہ خط
گر عزم تو دی بود کہ فردا بخورم
سنت بکند ز بہر آں عزم فقط

رباعی

ساقی سکرات مرگ نہ بود آسان
زیں محنت مشکلم بجامے برہاں

کز مستیم از مرگ نباشد خبرے
نے ز آمدن اجل نہ از رفتن جان

رباعی

خوش آن که دلش صاف ز هر زنگ شود
بیرون ز ره آشتی و جنگ شود
با دلبر من که زنگ او بے زنگی است
همرنگ کسے شود که بے زنگ شود

رباعی

سودای محبتم به دل ساخته جا
هرگز نه کنم جز سخن این سودا
دعوای پیمبری نه دارم امّا
گویم بخدا این سخن از وحی خدا

محبتش برده ام

رباعی

گاهے ز محدثین و گاه ز فقها
گاه از متکلمین و گاه از حکما
تا چند کنی نقل روایات بما
با ما سخنے گو که شنیدی ز خدا

رباعی

تا چند ره بحث و جدل پیمودن
تا کے به ره مدرسه پا فرسودن
باید ز همه تکلفات آسودن
تا وارث انبیا توان اُمّے بودن

رباعی

اے بر ورق سیاه افکنده نگاه
تا چند ز ظلمت طلبی نور اله
چشم تو ز بس مطالعه گشته سفید (سپید)
اما دلت از دود چراغت سیاه

رباعی

اے رنج بسے کشیده در کسب علوم
وز معرفت حقیقت خود محروم
با این همه علم چون نه دانی خود را
مشکل که بود خدای خویشت معلوم

رباعی

اے از پئے کسب علم در رنج و تعب
نے روز ترا فراغت از کسب نه شب
گر علم الٰهی طلبی یار عزیز
آسوده نشین ز کسب و فارغ ز طلب

رباعی

تصفیه دل از کدورت جسمانی
تنویر وے از تجلی سبحانی
هرگز تو به سعی و کسب خود نتوانی
یعنی بود از مواهب رحمانی

رباعی

کو آن که به راهِ طعن ما نشتابد
کو آن که نباشد او بما اصلابد
گوئیم دعا جوابِ دشنام کسان
ما با همه نیکیم و همه با ما بد

رباعی

نه هر که بود داشتهٔ اسباب ممات
خصمی که بمن دهد خورم همچو نبات
از بهر مکافات بکامش ننهم
شهد و شکر آمیخته با آب حیات

رباعی

از رد و قبول ناقصان بیزاریم
مستیم ولی به کارِ خود هشیاریم
خلقی است بما منکر از آن رو که بحق
علمی که نه دارد دگری ما داریم

رباعی

سرّی که بود بهر سرّی میدانیم
ما هیئت هر خشک و تری میدانیم
اسرار ازل کسی نه داند اما
چیزی که نه داند دگری میدانیم

رباعی

با آن که نقاب از رخ خود بکشودیم
هر لحظه رخ از آئینه بزدودیم
بودیم و نه بود غیر ما موجودی
هستیم چنان چه پیش از این هم بودیم

رباعی

من رام وصال حبنا یا احباب
فلیسمع و لیعتم بحفظ الآداب
آن را که ادب نباشد انسان نبود
یعنی که بود ولی ادب واب دواب

رباعی

گفتم که ز هجر تو مرا جان به لب است
گفتا که به هجر ماندن تو عجب است
گفتم که طریق دولتِ وصل تو چیست
گفتا ادب است و ادب است و ادب است

رباعی

رندی که ز فیض فضل فیاض احد
در راه ادب به او رسیده است مدد
در میکدهٔ افاضهٔ مصطفوی
جامی ز می اَدَّبَنی رَبّی زد

رباعی

رباعی

آں را کہ درون سینہ دردِ طلب است
یک لحظہ خلاف ادب از وی عجب است
گویند اطاعت است بہتر ز ادب
گوئیم کہ در جہاں کمالِ ادب است

رباعی

گر بر لبِ تو نہادہ جانانہ لب است
ور بر کفِ او بہر تو جامِ طرب است
ہر چند کہ از تو آں ہمہ بے ادبی است
چوں مرضیِ او آمدہ عینِ ادب است

رباعی

در کوئ ادب اگر ترا جا نہ بود
در ہر دو جہاں غیر تو رسوا نہ بود
تعریفِ ادب چیست کہ در ہر دو جہاں
چوں مرضیِ او مرضیت اصلا نہ بود

رباعی

یارے کہ جہانے بہ رہش در تگ و پوست
روئے دلِ من بہ سوئے او از ہمہ اوست
راضی بہ فراقم اگر آں مرضیِ اوست
یعنے کہ بود مرضیِ من مرضیِ دوست

رباعی

نے آرزوی ساغر پُر مے باشد
نے میلِ دلم بہ نغمۂ نے باشد
خوں خوردنِ من چو مرضیِ وے باشد
جز مرضیِ وے مرضیِ من کے باشد

رباعی

داریم بتے کہ با محباں بدخواست
عاشق کُشی و ستمگری شیوۂ او است
با غیر شکایت نتواں کرد ز دوست
از وی ہمہ اگر بنالیم نکو است

رباعی

از ناز و نیازِ عاشقِ زار غرض
ہر چند کہ ظاہر نہ کند یار غرض
کاریست عجب عاشقی و معشوقی
نالے و نیاز نیست ازیں کار غرض

رباعی

خوش آں کہ بود یار بہ عاشق دمساز
از ہم گلہ کنند در گوشۂ راز
ایں گریہ کناں فتادہ تا فرش نیاز
واں خندہ زناں نشستہ بر مسندِ ناز

برد

رباعی

زادِ رهِ عاشقی توکّل بهتر در عالمِ اسباب تعلّق بهتر
از یارِ جفا پیشه تغافل بهتر وز عاشق جورکش تحمّل بهتر

رباعی

ترکِ طلبِ ریاست و جاه بگو حرفی ز رهِ خدا و همراه بگو
در کنجِ قناعت ز همه بگسسته بنشین و توکّلتُ علی اللّه بگو

رباعی

ای صدر نشین صفهٔ صدق و صفا ظاهر ز سرِ حسبنا اللّه و کفیٰ
بر خاکِ درت روی نیاز عُرفا بر وجه کمال است کما لا یخفیٰ

رباعی

مرزای لطیف طبع پاکیزه خصال باشی به پناه ایزد از همه حال
مشغول جهان و از جهان فارغ بال در عین کمال و ایمن از عین کمال

رباعی

ای سرورِ اهل جاه و اصحاب جلال در مدحِ تو حیران خرد و ناطقه لال
شرح همه اوصاف تو از اهل مقال نی فرض محال بلکه فرضی است محال

رباعی

ای زُبدهٔ خانوادهٔ مُطّلبی عالی حسبی چنانکه عالی نسبی
تو فخرِ همه آل نبی عربی مائیم غلامِ نبی و آل نبی

رباعی

یا من بکماله تعالی وسما ماغیرک صاد فی المعالی وهما
اعطیت نو قد صرت امامِ اهل ارض وسما

رباعی

یا من هو صار فی المعالی علما قد عجز عن وصفه عقول العلما
لا یعلم کنه وصفک لولا اللّه واللّه محیط کل شیءٍ علما

رباعی

ای آن که توئی خلیفهٔ یزدانی بر فرق تو زیبد افسر سلطانی

در هر دو جهان ترا تصرّف دادند | اکنون تو کُن آن چنان که خود میدانی

رباعی

ای تاجوران دهر شرمندهٔ تو | ای افسر عزّ و جاه زیبندهٔ تو
تو سرور و سروران سرافگندهٔ تو | تو پادشه و پادشهان بندهٔ تو

رباعی

ای کشور معنیت همه زیر نگین | در ملک ولایت تو کنون تخت نشین
در خدمت تو بهر مبارکبادی | آیند ز آسمان ملایک به زمین

رباعی

شاها به درت هر که بخدمت برسد | از خدمت تو بر اوج دولت برسد
پیوسته من از دعای خود در رشکم | کو بیشتر از بنده بحضرت برسد

رباعی

بجا جز به درت اهل سعادت نکنند | رو جز بتو ارباب ارادت نکنند
پابوسی تو عبادتی هست عظیم | فرمای که منعم ز عبادت نکنند

رباعی

از لطف تو کامده است جاوید انه | با بهره هم آشنا و هم بیگانه
محصول همه مزرعهٔ سبز فلک | از خرمن لطف تو کم از یک دانه

رباعی

ای از کرمت جهان ویران معمور | وز پرتو لطفت همه عالم پُر نور
افتاده ام از درگه تو دُور ولی | چون لطف تو عام است چه نزدیک چه دُور

رباعی

خواهم که فزون و مبدم از لطف خُدا | در صورت و معنی بودت عزّ و علا
هر چند که پیوسته دعاگوی توام | اما چه حد من که کنم عرض دُعا

رباعی

ای مخزن اسرار ازل سینهٔ تو | پُر نور ولایت دل بی کینهٔ تو
از روز ازل با ز من و بندگیت | یعنی که منم بندهٔ دیرینهٔ تو

رباعی

ای حق تو بر من بره حق طلبی
من بندهٔ تو فداک اُمّی وابی
هرچند که قائمم ز تو دور افتاده
القلب لدیک بالنبی العربی

رباعی

جز بندگیت مرا ز دنیا چه غرض
جز خدمت آن درگه والا چه غرض
هردم به عریضهٔ کنم گستاخی
جز عرض دعا مرا ازینها چه غرض

رباعی

ای روی دل از هر طرفی سوی توام
تن دور ولی جان بسر کوی توام
خواهم به دعا دولت دیدار ترا
یعنی که باخلاص دعاگوی توام

رباعی

صرفی که وجود او بحکم عدم است
بدتر ز بد افتاده و کمتر ز کم است
لایق نه بود بیادش نه کنند
ور خود بکنند محض لطف و کرم است

رباعی

ای خواجه حکیم لطفت از غایت نیست
محرومی من ز لطفت از قلت نیست
یا دم که بخی کنی دراں حکمت چیست
چوں فعل حکیم خالی از حکمت نیست

رباعی

دیدار توام نه گشته هرگز حاصل
دارد به دل من ز غم عشقت منزل
وصف تو شنیده گشته ام عاشق تو
عشق تو درآمد ز ره گوش به دل

رباعی

پا کرده ز سر آمدم ای بنده نواز
تا دیده کنم بر مه رخسار تو باز
بوسیده درت را به لب عجز و نیاز
محروم ز دیدار تو برگشتم باز

رباعی

بر صفحهٔ زردگون ز شنگرف نگار
کردم من اگر نامه ات ای لطف شعار
چوں بر رخ زرد دم اشک سرخ از غم تو
کردم بتو حال خود بایں رنگ اظهار

رباعی

دیر است که از دوست پیامے نرسید — از لعل لبش دلم بکامے نرسید
اے پیکِ صبا از من دعایش برساں — ہر چند از و بمن سلامے نرسید

رباعی

دردا که طبیب ماند بر نبض تو دست — از رنج تن تو جان عشاق بخست
از صحتِ ذاتت خبرے میگفتند — اَلْمِنَّةُ لِلّٰه که بصحت پیوست

رباعی

یارب ہمہ عالمت مسخّر بادا — قدر تو ز نہ سپہر بر تر بادا
چوں دولت صوریت ز لطف ازلی — ہم دولت معنوی میسّر بادا

رباعی

اے آنکه ز اسرار ازل آگاہی — از فیض تو بہره ور ز مہ تا ماہی
نام تو حبیب اللّٰہ و در ہر دو جہانی — مدحِ تو ہمیں بس که حبیب الٰہی

رباعی

ای آمده گنجینۂ حق سینۂ تو — اسرار ازل گوہر گنجینۂ تو
ایں طرفه که از تجلیِ گوناگوں — تو آئینۂ حق و حق آئینۂ تو

رباعی

اے بنده بخدمتت سراسر تقصیر — اے واے اگر تو بنگری بر تقصیر
تقصیر مرا اگر نگری خواہی دید — افتاده بصورتم مصورِ تقصیر

رباعی

اے سوی تو روی دل اصحاب صفا — آموختہ من سگت آداب وفا
جز حرف محبتِ تو نقشے و خطے — نه بود به نگین دلِ ارباب وفا

رباعی

ای بر ہمہ خاص و عام احسان تو عام — ہر کس ز عموم التفات تو بکام
انعام تو عام است چوں من مسکین — محروم چساں ماند از نیساں انعام

رباعی

اغیار که خواہدم جدا از رویت — صد بار اگر بر اندم از کویت

چوں ہست بہ دل کمندم از گیسویت
بازآورد آں کشاں کشانم سویت

رباعی

صد زخم بلا گر بدل از تیغ غمم است
سوگند کہ آں ہنوز بسیار کم است
از لذت آں زخم گرفتن حظے
زاں پیش کہ مرہمے رسد مغتنم است

رباعی

از درد بہ اتفاق داریم مزہ
در محنت اشتیاق داریم مزہ
دیدار نصیبِ ہر کہ باشد گو باش
ما از الم فراق داریم مزہ

رباعی

در مسجد اگر نمی نہی روی نیاز
انجا ز نماز کی شوی محرم راز
از راہ نیاز گر درائی بہ کنشت
ناقوس کنشت گویدت بانگ نماز

رباعی

از رشک ریائی ابروے دو رخ
آں آب نہ شوید نہ دل شیخ وسخ
نہ بود عجب از برودت باطن او
گر آب سر رشک بر رخش بندد یخ

رباعی

اے از دلک تیرہ تر ادم تیرہ
وے از دمِ تیرۂ تو عالمے تیرہ
از باطن ناصاف مجو ظاہر صاف
سرچشمہ چو تیرہ آب او ہم تیرہ

رباعی

از بسکہ تن من ز غم ہجر گداخت
اَلْمِنَّۃُ لِلّٰہ کہ ہر اکس نشناخت
بیگانہ خیال کردہ یارم بنواخت
نشناختہ طرح آشنائی انداخت

رباعی

صَرفی کہ شب و روز غم عشق اندوخت
از لوح ازل حرف محبت آموخت
بفروخت بہ سودای بُتاں دنیا و دین
اے وائے بر آں کہ دیں بہ دُنیا بفروخت

رباعی

میخواست اجل بہ تیغ غم خونم ریخت
تا توطیہ‌اش بلای ہجراں انگیخت
بیں چُستی جانم کہ ز ہجراں بگریخت
در دامن زلف دلستانم آویخت

رباعی

از بسکه غم هجر کند بر من جبر
دردا که مرا نه اختیار است و نه صبر
دود دل سوخته ام بندد ابر
تا آب زند بعد وفاتم بر قبر

رباعی

گر خود بود هر جا و سه روزت بر تخت
بر خاک سیاهت آخر اندازد رخت
از بخت به کف دامن دولت داری
سعیت نکند سود چو برگردد بخت

رباعی

ما را نه سرشک سرخ و نے چهرهٔ زرد
نے ناله گهی حزین و نے آهنگ سرد
نے آں که کسے به درد ما پے برد
هستیم سراسر همه درد و همه درد

رباعی

سالک بکار خویش صاحب جزم است
بر طے مقامات سلوکش عزم است
زاهد متسلک است و عارف جازم
عاشق بری از شک و تهی از جزم است

رباعی

اے عالم شهر بشنو این نکته نغز
از راه صفا و صدق زنهار ملغز
مغز آمده درد عشق و باقی همه پوست
با پوست قناعت نتوان کرد ز مغز

رباعی

خوش آں که ز بادهٔ محبت مست است
وز مستی این باده ز خود وارست است
وارستگیش آں که ز خود بگسست است
بگسسته ز خود به یار خود پیوسته است

رباعی

خوش آں که براه دوست مردانه گذشت
نے کوه آمد مانع راهش نے دشت
در هر قدمش رسیده بر سر تیغی
صد تیغ بلا و لے ذره باز نه گشت

رباعی

چشمے که دمے ز درد جانکاه نخفت
گرد از مژه جاروب ره دوست برفت
زاں درد که در دل منش عشق نهفت
مے باید مردن و سخنے باید گفت

رباعی

باغیر ازاں لعل لب شکرخند
در باری رائگان خدا را بینند
خواہم بجزم بہ نقد جاں دُرہا بیت
خود گو کہ بایں نقد ازاں درہا چند

رباعی

گاہے ہوس عیش و نشاطم شب بزم
گہ وسوسۂ جنگ و جدالم صف رزم
در عالم ہستی ہمہ ایں تفرقہ است
دارم بسر آمدن ازیں عالم جزم

رباعی

چوں خاک بگشتہ سر براں رہگذرم
غیر از سر خود نامدہ یاد دگرم
ایں طرفہ کہ شیشۂ دل ایں خستہ
فرمای بر تیغ خویش از محض کرم

رباعی

صرفی کہ دل خویش بہ زلفت بستہ
از خود بگسستہ و بتو پیوستہ
تیغ تو خلاص سازد از بار سرم
ہرگز نشدہ دست تا نہ شکستہ

رباعی

کَی لایق تو بندگئ بندہ بود
یک موجب شرمندگئ بندہ بود
تقصیر بہ بندگی ومی زندہ بداں
مردن بہ ازیں زندگئ بندہ بود

رباعی

ساقی نہ بود جز بہ مے آسودہ گیم
مپسند بہ غم ایں ہمہ فرسودہ گیم
آرایش آب و گل دلم را تا کے
گو آب عنب تا برد آلودہ گیم

رباعی

دارم دلے و زدہ ہر آزردہ گیش
از کشمکش زمانہ افسردہ گیش
جز باغم عشق دل نباشد زندہ
باشد بہ غم دنیو دیں مردہ گیش

رباعی

اے بندہ گیت فرحت آزادہ گیم
در عشق سرافرازی از افتادہ گیم
از نقش دوئی لوح دل من سادہ
محو خودیم ز غایت سادہ گیم

رباعی

بدخوی و بداندیش نگارے دارم
بے رحم و ستم شعار یارے دارم

جان پاره و دل خون جگر چاکم کرد
گو باده که هنوز با تو کاری دارم

رباعی

نی جز بخم زلف تو وابستگیم
نی جز به غم عشق تو پیوستگیم
وارسته ز غیر تو بتو پیوسته
وابستگیم ببین و وارستگیم

رباعی

هرگه که رقیب او بمن خواری کرد
اظهار طریق عاشق آزاری کرد
تیغی زد و جانم ز تنم کرد خلاص
دلبر چو دریں واقعه ام یاری کرد

رباعی

ای قبلهٔ مقبلان عالم رویت
وی روی همه اهل سعادت سویت
من داشته صحبت به سگان کویت
دل گوشه نشیں به گوشهٔ ابرویت

رباعی

یاری که بود بنده نوازی کارش
با اهل وفا نیست سر آزارش
محرومی من ز دولت دیدارش
از بخت من آمده نه از کردارش

رباعی

هر جا که بود جلوه کنان دلدارم
جان بردن ازان معرکه باشد عارم
گر دل برود جان بستاند یارم
با دل جان نیز دادن آمد کارم

رباعی

داریم بتی که با غمش مسروریم
از عشق بجان سپردنش ماموریم
بی آن که ستاند ار به او جان ندهیم
حرفی نتوان گفت که ما معذوریم

رباعی

شبهای فراق تو بمن یا رب ها
پیوسته روان ز دیده ام کوکبها
دارم همه از آتش هجران شبها
گر زانکه چو سخن کنیم بسوزد لب ها

رباعی

تا کی ز تب هجر بسوزم شب ها
تبخالهٔ جان سوز بود بر لب ها
چون دست به نبض من طبیبی بنهد
از یک تب من بگیرد او را تب ها

رباعی

صاحب نظرے کہ عاشق است ای صرفی | در دعوی عشق صادق است ای صرفی
گر خواہد اجل کہ جاں ستاند شب ہجر | اے جاں بہ اجل موافق است ای صرفی

رباعی

دردا کہ بہ کوی تو رسیدن مشکل | در خود برسم روی تو دیدن مشکل
تیغ تو چو نسیم بسملم بگذارد | بر خاک دراں کوی طپیدن مشکل

رباعی

چشمِ تو پئے فتنہ برانگیختن است | تیغ مژہ ات بقصد خوں ریختن است
زلفِ تو ہزار جاں سودا زدہ را | از یکسر مو در پئے آویختن است

رباعی

از بسکہ رقیب خواہد آزردن من | مشکل بود از جفاش جاں بردن من
بر من دردو زخ ار کشاید چہ عجب | گر بر سرِ من رسد بود مردن من

رباعی

کار تو جفا ز غیر آموختن است | بزمش ز رخ خویش برافروختن است
مقصود تو زیں نوازشش با او | از آتش غیرت دل من سوختن است

رباعی

مقصود تو زیں نوازشش با او | از آتشِ غیرت دل من سوختن است
تا چند نہاں غم تو خواہم کردن | خونِ دل خود نہفتہ خواہم خوردن

رباعی

۳ کام و دہن و لب و زباں سوزد اگر | ۱ حرفے بزباں خواہم از اں آوردن
۴ تا چند نہاں غم تو خواہم کردن | ۲ خونِ دل خود نہفتہ خواہم خوردن

رباعی

شوخے کہ ز خوبان گزیدستیمش | اوصاف ز حد بروں شنیدستیمش
از ہر چہ شنیدہ ایم افزوں صد بار | دیدستیمش دمے کہ دیدستیمش

رباعی

چوں شعلہ بدل آتشِ عشقت انداخت | از بسکہ تنِ مرا سراسر بگداخت
غم ہائے نہاں کہ داشتم در سینہ | بر مردم تیغت ہمہ را ظاہر ساخت

رباعی

عشق تو کہ پیوند من از من بگسیخت | با گوشت و خون من بیدل آمیخت
ترسم کہ بجائے خوں برآید ناگہ | گر غمزۂ تو خون مرا خواہد ریخت

رباعی

عشقِ تو مرا نشاں نماندہ است و نہ نام | ہم خشک و ترم بسوخت ہم پختہ و خام
از بسکہ سراپائے وجودم بگرفت | ترسم کہ بجائے خوں برآید ز مشام

رباعی

ہر چند کہ خود مراست در خوردِ دوزخ | با یادِ تو از بہشت خوشتر دوزخ
گر باد ز کوئے تو وزد در دوزخ | آتش شود آبِ زندگی در دوزخ

رباعی

با ہر کہ نہ دارد ز غمِ خویشتن خبر | از شرح حوادث محبت چہ اثر
خود گوئے کہ ز آئینہ چہ حظ دارد کور | در صوت دف و نے چہ بود بہرۂ کر

رباعی

دل خواست بہ درد خود دوائے و نشد | وز عقل طلب کرد شفائے و نشد
خیاطِ خرد بخیہ بسے زد کہ شود | لایق بقدِ عشق قبائے و نشد

رباعی

نے نہی از حرص و ہوائے عقل است | در حرص اسیر صد تمنیٰ عقل است
در ماندہ بخود عقل و صلاح دو جہاں | مطلوب از و صرفیکہ بے عقل است

رباعی

اے بر تو عجب گراں رو بہا بارے | تا چند کشی بار گرانش بارے
نو شاد کہ ایں عروس در عقد من است | او پیرہ زنے شوئے کشے مکارے

رباعی

گیرم کہ چو تو باد غرور انگیزی | از روئے زمیں گرد صفت برخیزی

خیزی و بدامن کشان آویزی
آویزی و آب روی خود می ریزی

رباعی

در وادی حیرت است آواره دلم
از خنجر بیخودی است صد پاره دلم
ناچار ز بحر بیخودی و حیرانی
دیگر چه بود چاره بیچاره دلم

رباعی

نزدیک تر از ما تو دلدار تو دور
چشم تو همیشه باز و او نامستور
زینسان که نه بینیش تو در عین ظهور
معذورم اگر ترا نه دارم معذور

رباعی

قرآن وحدت معجز عیسی نفس
مستغنی مطلق کندت از همه کس
ب اول او آمده و سین آخر نبے
یعنی بودت در دو جهان قرآن بس

رباعی

پرخون ز غم عشق درون خم مُل
صد پاره دل غنچه و پیراهن گل
تابوت شهید عشق بنگر که بس است
یک تخته ز آن بحر جهنم را پل

رباعی

ای صرفی اگرچه آمدی بازاری
مشکل که دلی برد از و بازآری
بازار محبت بدهد نفعت اگر
فارغ ز زیان و سود این بازاری

رباعی

ای ترک اجل کنون که دور از یارم
از لطف تو حیله توقع دارم
این ملتمس است تا شب دیدارم
پس خود بر هان شب بتو جان بسپارم

رباعی

صاحب فن کیمیا از آن خاک دریم
از خاک درش بارخ مانند زریم
گو بر سر راه او سر خود ننهیم
یارب سر از این ره بسلامت نبریم

رباعی

عشق است که قصه اش شنیدن نتوان
وان قصه بغیر دوست گفتن نتوان
خون گشت ز بس نهفتن آن جگرم
دیگر به دل خسته نهفتن نتوان

رباعی

هشتم غم جاں کاه به دل کرد نهاں
آں سیم نه داده سودے دگرده زباں
سیمے ز سرشک بر نسیم کرد رواں
یعنی غم پنهاں مرا کرده عیاں

رباعی

آئین وفا که شیوه و کار من است
عمداً شده بے وفا در آزار من است
از شیوهٔ من طریقه یار من است
تا خلق نه دانند که دلدار من است

رباعی

عاشق که اسیر فرقت دلدار است
تن در غم هجر خسته و بیمار است
از یار تنش دور دلش با یار است
دل خرم و خوش به دولت دیدار است

رباعی

خواهم که لب شکر فشانت بینم
یک لحظه که دیدمت و خود وارستم
اعجاز مسیح از سخنانت بینم
اے کاش همیشه همچنانت بینم

رباعی

کردم بخدا عهد مو که اگر
هرگز نبرم سر لامت زاں سر
بر خاک در تو سر نهم بار دگر
گر من ز در تو باز بر دارم سر

رباعی

تحریر غمے چگونه آید از من
نے طاقت دستم که تو از من شنید
گر شدت آں نمیتواں کرد سخن
نے تاب قلم که خود تو اندر فستن

رباعی

هرگز گله از ستم یارم نیست
میل همه کس به کشتن دشمن خود
گر زار مرا چه کشد آزارم نیست
جز دوست کشی شیوهٔ دلدارم نیست

رباعی

شرح الم بے حد و غایت چه کنم
از بخت بد خویش شکایت چه کنم
اظهار ملال بے نهایت چه کنم
با لطف تو عرض ایں حکایت چه کنم

رباعی

یا من هو بالفضل جدیر و حقیق | داماء کماله عریض و عمیق

والعالم فی بحر عطایاه غریق

عمّت برکات فیضه کل فریق

تمّت

متفرقات

نعت

یا ایها العباد علیٰ سید الانام　　صلّوا و سلّموا علیٰ آله الکرام
یعنی نبیّنا و نُعدا نا محمدا　　رابی علیه صلّ و سلّم علی الدّوام
ما سید الانام و لا افضل العباد　　الا الذی اقرّ بتفضیله العظام
آں پیکر لطیفه بود نامه که مُهر　　بر پشت دار و از پئے تعظیم و احترام
آدم هنوز ناشده مسجود قدسیاں　　بر سجده گاه قدس نبوده جز او امام
منشور دولتے که رسیده بانبیا　　بے خاتم نبوت او بود ناتمام
ختم نبوتش باو بلکه آمده　　هم افتتاح آں به وجودش هم اختتام
شیطاں ز جبرئیل ترقی کند به قرب　　بالفرض اگر به او بزند چنگ اعتصام
معراج او بشبے و شب رویت کلیم　　فرق اندریں دو شب چو میان صباح و شام
موسیٰ سوال کرد ارنی لن ترانی شنید　　او را بکام دولت دیدار بر دوام
ایں دولتت همیشه چه بیداری و چه خواب　　لا باس من کراح اذ القلب لا ینام
گر جلوه گر بباغ شود نخل قامتت　　سرو سهی به سجده فرود آید از قیام
یا مرتضیٰ به فیض امین محمدی　　کز فیض خاص خود برسانی مرا بکام

چوں کرد صرف راه تو نقد حیات خویش
یعقوب را به عشق تو صرفی شد است نام

منقبت

اولیا و اصفیا را سرور و مولا علی　　وال من والا علیا عاد من ~~اعدا~~ عادی علی

سرورِ اہلِ فتوّت او بود در ہر دو کون   بشنو از شاہِ نبوّت لا فتیٰ اِلّا علیؑ
حق عیاں از مصطفیٰؐ و مصطفیٰؐ از مرتضیٰؑ   بای بسم اللہ نبیؐ و نقطۂ آں با علیؑ
ہر ایک از اسمای حسنیٰ را ز اعیاں مظہریست   لیک آمد مظہرِ مجموعِ آں اسما علیؑ
ما رأیت الشیٔ اِلّا قد رأیت اللہ فیہ   گفت چوں آمد بہ نورِ لم یزل بینا علیؑ
ہیچ میدانی کہ او را چیست نسبت با نبیؐ   یا محمدؐ مثلِ ہاروں است با موسےٰ علیؑ
پیشۂ ما عاشقی و منت ایزد را کہ ہست   در طریقِ عشقبازی مقتدای ما علیؑ

صرفیِ مسکیں ضعیف و نفسِ غدارش قوی
جای امداد است و وقتِ دستگیری یا علیؑ

منقبت

بعدِ حمدِ خدا و نعتِ نبیؐ   افضل الخلق سیّدِ عربیؐ
واجب آمد مدیحِ قطبِ جہاں   مقتدای ہمہ ذوی العرفان
سیّد و صدر اولیای خدا   علیِ ثانی آں امامِ ہدیٰ
فخرِ آلِ محمدِؐ عربیؐ   مشعلِ دودمانِ مطّلبی
از خدا را خلیفۂ اعظم   متصرّف تمام در عالم
کاسہ دارِ شرابِ مصطفویؐ   نغمہ سازِ سرودِ مرتضویؑ
مجلس افروزِ والِ من والاہ   خانماں سوزِ عادِ من عاداہ
جرعہ نوشش ز جامِ الہامی   صد ہزاراں چو احمدِ جامی
غوثِ آفاق و قطبِ حقانی   میر سیّد علیِ ہمدانی
قدس اللہ سرہ الاسنیٰ   روّح اللہ روحہ الاعلیٰ
باد ہر دم بہ روحِ قدیم   صد ہزاراں تحیّت و تسلیم

باد روحِ مروّحش یا رب
فیض بخش و ممدِ ہر مطلب

صرفی — منقبت

علی ثانی آں سلطانِ اعظم — علی نام و ز اولادِ علی ہم
چو اسرارِ علی از وی عیاں شد — علیؑ ثانی او را نام ازاں شد
کنوں روشن شده زاں عالم آرا — چراغِ بزم نجم الدین کبرا
عراقش مولد و آقا بختلاں — مزار و مرقد آں قبلهٔ جاں
امام العارفین و قطب الاقطاب — علیؑ با بها را گشته بوّاب
رساند در دماغ نو سحرگاه — نسیم روضهٔ من کنت مولاه
کند آگاهت از رازِ درونی — که آمد مظهرِ سرِّ سلونی
بحمد الله که ما را پیشوا اوست — براه عشق ما را مقتدا اوست
بحمد الله به عشقش زنده ام من — به عشقش تا ابد پاینده ام من
همیشه با غم عشقش دلم شاد — ز غمهائے دو عالم جانم آزاد
جز ایں غم صرفیا همدم مبادا — الهی بیش بادو کم مبادا

امید است آنکه ایں غم آخر کار
کند ز اسرارِ پنهانم خبردار

منقبت

ای شده مغرور بناموسِ علم — غلغله انداخته در کوسِ علم
علم نه آن است که بر تن تند — علم همان است که بر دل زند
علم که بر تن تند آں مارِ تست — عالم که بر دل زند آں یارِ تست
علمِ تو معلوم که تا خود کجاست — از سرِ بینیِ تو تا پشتِ پاست
کاش کند محو علیم حکیم — علم حدوثِ تو به علم قدیم
علم قدیم از تو چه یابد ظهور — گر همه داں گوئیت آخر چه دور
ایں همه دانی، همه دانی دهد — معرفتِ سرِّ نهانی دهد

یعنی اگر با شدت ایں آرزو
وہو امام العرفا بالیقین
مفخر ارباب ولایت علی
آں ہمداں مولد وختلان وطن
مہر منیرے کہ ز بطحیٰ ظہور
از ہمہ جاں نور وی آمد پدید
مکۂ ثانی ہمداں را بگو
کعبۂ دل راکہ بود صد حجاب
از روش او چلۂ سالکاں
آمدہ از یک چلہ اش صد ہزار
تیر سلوک از چلہ گرد رواں
در چلہ شد طینت آدم تمام
ورنہ بہ چل روز نبندا ختے
در چلہ سرّ بست ز ربّ جلیل
ہر کہ کند دولت معنےٰ طلب
ورنہ سرِ اہل نبوّت چرا
خود تو بگو فطرت شخصے دگر
کی شودش شاہدِ معنےٰ گزین
آمدہ القصہ بہ رفع تتُق
گرچہ بسے راہ سوئے مطلب است
وہ چہ نکو راہ وچہ خوش رہبرے
ہمچو علی دانشِ رتا نیش
چوں بہ علی نسبتش آمد تمام
از رہ تعظیم نباشد عجب
ظاہر از و سرِّ علی و نبی

از درِ شاہ ہمدانی بجو
زبدۂ اولادِ شہ مرسلین
رہبر اصحابِ ہدایت علی
شیوۂ او طی زمین و زمن
یافتہ وگرد بہ یثرب عبور
عاقبت آں نور بہ ختلاں رسید
یثرب ثانی شدہ ختلاں از و
ہست ز فتحیۂ او فتح باب
آمدہ رہبر بسوئے لامکاں
سرِّ نہانی شد از و آشکار
بر چلہ کی تیر رود از کماں
بے چلہ موسیٰ نہ رسیدہ بکام
حق بہ دمے آں ہمہ را ساختے
کاں نہ رسد مدرکِ عقلِ عقیل
خلوت صوری بود اورا سبب
چلہ نشیں گشت بہ غار حرا
بر بود از فطرت خیر البشر
صورت او نا شدہ خلوت گزین
ایں روشِ پاک نہ اہلِ طرق
راہ امام ہمدان اقرب است
رہبر ما در رہ دیں حیدرے
زاں لقب آمد علی ثانیش
ہم بحسب ہم بہ نسب ہم بنام
گر علیِ ثانیش آمد لقب
بل ھو للہ لا بید العلی

هست برین نکته دلیل قبول
الولد بسرٌ لابیه از رسول
سلسلهٔ او که در آئین عشق
آمده زنجیر مجانین عشق
بستہ بر این سلسلهٔ آبائے من
چون دل دیوانه وشیدائے من
صرفیِ مسکین که هوا خواهِ تست
از دل و جان بنده درگاهِ تست
گر لبِ جان بخش تو فرمان دهد
بر قدمت سر نهد و جان دهد
چون ابجد خواند به لوحِ الست
ابجدِ عشقتش که به دل نقش بست
در دل و جانم غم عشقتش وطن
کرده چو جان در دل و دل در بدن
جان و دلم خالی ازین غم مباد
باد فزون دم بدم و کم مباد

منقبت

اُمّیدِ مدد مرا دریں راه
هست از همه سیّمان ازان شاه
کامد شهٔ کشورِ ولایت
سلطان ممالک هدایت
شاه همدانی است لکن
آمد همه دان به نورِ باطن
سر دفتر اولیائے عالم
در علم خدا شناسی اعلم
نامش علی و به نکته دانی
آمد لقبش علیِّ ثانی
رندے که نهاده رو به راهش
در نفس خود است در پناهش
پیموده فنافی طریقت
دریافته کعبهٔ حقیقت
اصحاب ارادتش به ترتیب
هم اهل سلوک و هم مجاذیب
از جملهٔ حجاب ها گذشته
فایض به تجلیات گشته
اوّل به تجلّئے صفاتی
آنگاه به تجلیات ذاتی
او ابر گهر فشانِ معنی
او لجّهٔ بیکران معنی
سرچشمهٔ بحر جود و احسان
سر حلقهٔ اهل کشف و ایقان
گویند که سیرِ رُبع مسکون
کرده بتن از دو بار افزون

اما بدل احتمال دارد　　کو خاطر اگر برون گمارد
صد بار فزون بود بیکدم　　سیرش بهمه حدود عالم
در راه صفاتش سیر مطلق　　سیرش بحق از حقیقت درحق
سیرش که چنین بود دران یاد　　هادی من آن امام ارشاد

صرفی چه کنی حکایت از بخت
تا چند کنی شکایت از بخت

غزل

سودای عشق یارے دیوانه کرد مارا　　غوغاے گل عذارے افسانه کرد مارا
بِر بود زهد و تقوی از عشوهٔ یک نگاهے　　چشمانِ مستِ جانان مستانه کرد مارا
چون کرد یک نگاهے بے هوش ساخت بیخود　　مینای مے حواله پیمانه کرد مارا
آتش فتاد درجان از شمع روی جانان　　بر شعلهٔ جمالش پروانه کرد مارا

فرسوده او نه صرفی جای تو شد خرابات
سر منزل سلامت میخانه کرد مارا

غزل

ما زنده بعشقیم فنا را نشناسیم　　خضریم و ولے آب بقا را نشناسیم
پای از سرِ خود کرده سر از پا نتوانیم　　در راهِ محبت سر و پا را نشناسیم
بالله که بجز از سبقِ مهر نه خواندیم　　والله که بجز از درس وفا را نشناسیم
با نیک و بد هیچ کسے کار نداریم　　با خلقِ خدا مدح و هجا را نشناسیم
داریم تنعم به غذاے جگر خود　　جز خونِ جگر هیچ غذا را نشناسیم
یاری کنِ درمانده واز پای فتاده　　غیر از کرم آل عبا را نشناسیم
از صحبت او به صفا نیسم گریزان　　جز بندگیِ شیرِ خدا را نشناسیم

عاجز خرد از وصف کمالش بود امّا — جز منقبتش مدح و ثنا را نشناسیم
المنّة لله که جز او رهبر ما نیست — بی رهبریش راهِ هُدیٰ را نشناسیم
صرفی به درِ عزّت او هیچ وسیلت
جز همّتِ والای رضا را نشناسیم

غزل

غیرت از چشم برم سوی تو دیدن ندهم — گوش را نیز حدیثِ تو شنیدن ندهم
گر شبی دست دهد وصل تو از غایتِ شوق — تا قیامت نشود صبح دمیدن ندهم
هدیهٔ روی تو گر ملکِ دو عالم بدهند — اعلم الله سرِ موی تو دیدن ندهم
گر بیاید ملک الموت که جانم ببرد — تا نبینم رخِ تو روح رمیدن ندهم
صرفی ار باد وزد سوی دو زلفینِ سیاه
باد را نیز در آن زلف وزیدن ندهم

سه مصرعی

بیدلیم و زنار ما این است — بی کسیم و شعارِ ما این است
عشقبازیم و کارِ ما این است
یارب از آتشِ فراق کسی — سوختیم سوختیم برنگِ خسی
در خزان نوبهار ما این است
ای بتان در غم فراق شما — لاله سان داغهاست بر دلِ ما
کز شما یادگار ما این است
حاصلِ والهانِ شیدائی — نیست در عشق غیر رسوائی
عزّت و اعتبارِ ما این است
روز تا شب در آه و افغانیم — شب همه هم چو شمع سوزانیم

تا سحر حالِ زارِ ما این است

دمبدم خوں ز دیدہ مے باریم
تخمِ عشقش بسینہ مے کاریم

سال دمہ کشت و کارِ ما این است

سر بر آں خاکِ آستاں دادیم
بر تمنائے وصلِ جاناں دادیم

کہ تمنائے یارِ ما این است

بر لبِ لعلِ آں پری پیکر
دمبدم مے خوریم خونِ جگر

کہ مے مشکوارِ ما این است

داغ ہا نیست بر دلِ غمگین
بلکہ گلہائے آتشین است این

صفیا لالہ زارِ ما این است

غزل

چوں نظر کردم بخود خود را ندیدم غیر دوست
اوست مغز و ہر چہ غیر او بود جز پوست نیست

کی بود بیگانہ را از نکتۂ وحدت خبر
حافظِ قرآن نہ ایم و صاحبِ اورا د نیز

دیدہ ہا از غیر دیدن شستن آمد فرضِ عین
گفتہ چوں او نوٗمی پس جست و جواز ہر حیثیت

ذرہ نمیدانم کہ یا رب او منم یا من ہموست
ور نکو بینیم غیر او نہ مغز است و نہ پوست

آشنا داند کہ عینِ آب دریا آب جو است
ما مجانینم ورد امن ہردم دوست دوست

شکر للہ کاب چشمم در پئے آں شست و شوست
خویش را گم کردہ ام از بہر آں این جست و جو است

حل این مشکل نخواہد کرد صفی از کسے
گر خطام الکتاب آگہ سراسر مو بمو است

۞
